میرے درد کو زباں ملے

سیّدہ صدف

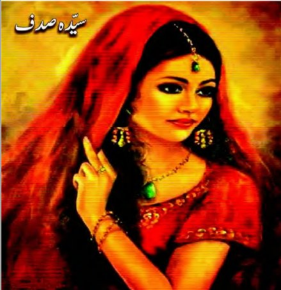

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

میرے درد کو زباں ملے

مصنفہ

سیدہ صدف

(Syeda Sadaf)

نوٹ:۔

اس ناول کے جملہ حقوق بنامِ کتاب گھر (http://kitaabghar.com) محفوظ ہیں۔لہٰذا اس تحریر کی کسی بھی رسالے، ڈائجسٹ، میگزین، ویب سائٹ، سیل فون ایپ یا انٹرنیٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا خلافِ قانون ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کو قانونی کارروائی کا سامنا اور بھاری جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔

فاریہ، دیبہ اور مہوش اپنی آخری کلاس لے کر باہر نکلیں تو ٹھنڈی ہوا نے اُن کا استقبال کیا۔

''اُف کتنی سردی ہے نا۔'' فاریہ نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتے ہوئے کہا۔

''مزے کی سردی ہے۔'' دیبہ ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی۔

''یار مجھے تو بھوک لگی ہے۔ کیفے چلتے ہیں۔'' مہوش جو کہ کھانے کی بے انتہا شوقین تھی خوش ہو کر بولی۔

''تمہیں ہر وقت بھوک کیوں لگی رہتی ہے۔'' فاریہ نے جان کر مہوش کو چڑایا۔

''تمہیں کیا مسئلہ ہے؟'' مہوش ہمیشہ کی طرح چڑ گئی۔

تینوں واک کرتی ہوئی مین گیٹ کی طرف آ رہی تھیں۔ مین گیٹ سے دائیں طرف ہی کیفے بھی تھا۔

''کھا کھا کر موٹی نہیں ہوتی جا رہی ہو۔ فاز نے شادی سے انکار کر دینا ہے۔'' فاریہ ہنسی۔ دیبہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

''فاز کو میری صحت بہت پسند ہے۔ تم فکر نہ کرو۔'' مہوش نے منہ پُھلا لیا۔

''لو بھئی فاریہ تمہارے بھائی جان تو آ گئے ہیں۔ تم کیفے نہیں جا سکتی۔'' دیبہ نے کالج گیٹ کے سامنے لڑکیوں کو اشتیاق سے گیٹ کے باہر جھانکتے دیکھا تو کہا۔

''تمہیں کیسے پتہ۔ مجھے تو بھائی نظر نہیں آ رہے۔'' فاریہ کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

''یہ جو لڑکیاں گیٹ کے سامنے رش لگائے کھڑی ہیں نا، یہ تمہارے بھائی کے دیدار کے لئے ہی کھڑی ہیں۔'' مہوش نے خود بھی ایڑھیاں اونچی کر کے باہر دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''جا رہی ہوں۔'' فاریہ نے منہ سا بنا کر کہا اور گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ دیبہ اور مہوش دونوں کیفے کی طرف چل پڑیں۔

''یار غضب کا ہینڈسم ہے اسکا بھائی۔ مہوش نے دیبہ کے برابر چلتے ہوئے کہا۔

''اور غضب کا روڈ بھی ہے۔'' دیبہ نے منہ بنایا۔

''حُسن ہو تو نزاکت آ ہی جاتی ہے۔'' مہوش نے ایک ادا سے کہا۔ مہوش اور دیبہ دونوں ہی ہنس پڑی۔

☆......☆......☆

''اُف آپی کتنا گند مچایا ہوا ہے۔'' دیبہ کمرے میں داخل ہوئی تو بکھرا ہوا کمرہ دیکھ کر بولی۔

''کدھر ہے گند؟'' ثوبیہ جو کہ کتاب پڑھ رہی تھی اُس نے کتاب چہرے کے سامنے ہٹائی۔

''کمال ہے آپی۔'' دیبہ نے نفی میں سر ہلایا۔

http://kitaabghar.com

اپنا بیگ اُس نے الماری میں اُسکی مخصوص جگہ پر رکھا اور ڈریسنگ ٹیبل پر بکھرے ہوئے میک اپ کے سامان کو سمیٹنے لگی۔

''دیبہ تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی صفائی پسند ہو۔تمہاری مستقبل دور کی ساس تم سے بہت خوش رہے گی۔'' ثوبیہ ہنسی۔

''اور آپکی مستقبل قریب کی ساس کمرے کی یہ حالت دیکھ لے تو اُنہیں ڈپریشن ہی ہو جائے۔'' دیبہ بھی ہنسی۔

''یار جب سسرال جا کر کام ہی کرنا ہے تو میکے میں تو بندہ آرام کر لے نا۔'' ثوبیہ نے کہہ کر کتاب اپنے منہ کے آگے کر لی۔دیبہ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔وہ ڈریسنگ ٹیبل کی صفائی کر چکی تھی اب اُس نے بکھرے کپڑے سمیٹنے شروع کر دیئے۔وہ ابھی کام میں مصروف تھی جب کمرے کا دروازہ کُھلا اور معیز کمرے میں داخل ہوا۔

''پھوپھو۔۔۔'' دروازے کے قریب کھڑے ہو کر اُس نے معصوم سی آواز میں دیبہ کو پکارا۔

''پھوپھو کی جان۔'' دیبہ انتہائی خوشی سے اُسکی طرف بڑھی۔بیڈ پر بیٹھ کر اُس نے معیز کو گلے سے لگا کر خوب پیار کیا۔

''پھوپھو مجھے چپس کھانے ہیں۔'' دیبہ کے دونوں گالوں پر پیار سے ہاتھ رکھ کر اُس نے فرمائش کی۔

''کھانا کھا لیا ہے؟'' دیبہ نے پوچھا کیونکہ بھابھی کی طرف سے سخت پابندی تھی کہ جب تک معیز کھانا نہ کھالے اور کچھ نہیں کھا سکتا۔

''ہوں۔۔۔'' معیز نے زور زور سے سر اثبات میں ہلایا۔دیبہ کو اُس پر پیار آ گیا۔اُس نے ایک دفعہ پھر اُسے گلے سے لگا لیا۔

''تم جا کر ٹی۔وی دیکھو میں چپس بناتی ہوں۔پہلے میں یونیفارم بدل لوں اور منہ ہاتھ دھو لوں۔ٹھیک ہے؟''

''ٹھیک ہے پھوپھو۔''معیز خوش ہو کر کمرے سے باہر بھاگ گیا۔

''جائیے پھوپھو، کام کیجئے۔''معیز کے جانے کے بعد ثوبیہ نے کہا۔

''تم جیلس ہو رہی ہو۔دھواں نکل رہا ہے۔'' دیبہ نے ثوبیہ کو چڑایا۔ثوبیہ سے معیز ایسی فرمائش نہیں کرتا تھا کیونکہ ثوبیہ کسی صورت بھابھی سے کچھ سننے کی روادار نہیں تھی اسلئے وہ ایسا کام ہی نہیں کرتی تھی جس پر سارہ بھابھی کچھ بول سکے۔

دیبہ چینج کر کے باہر نکلی تو معیز کارٹون دیکھ رہا تھا۔دیبہ نے اُسکے لیے چپس بنائے۔معیز کی گویا عید ہو گئی۔کارٹون بھی اور چپس بھی۔ابھی پلیٹ میں کچھ چپس باقی تھے جب سارہ اوپر کی منزل سے نیچے آ گئی۔

''معیز۔۔۔معیز۔۔۔'' وہ سیڑھیوں سے آوازیں دیتی نیچے اُتری تھی لیکن ٹی۔وی کی اونچی آواز میں اُسکی آواز سنائی نہیں دی۔دیبہ بھی معیز کے ساتھ بیٹھی تھی۔اُسے چپس بنا کر دینے کے بعد دیبہ اپنا کھانا بھی گرم کر لائی تھی۔

''معیز تم ادھر ہو؟'' سارہ صوفے کے پیچھے سے بولی معیز اور دیبہ دونوں نے اُسے مڑ کر دیکھا۔

''بنا بتائے آئے ہو اور یہ کیا؟'' اُسی وقت اُن کی نظر چپس کی پلیٹ پر پڑی۔''تم کھانے کے ٹائم پر چپس کھا رہے ہو۔کس کی اجازت سے؟'' سارہ ایک دم غضب ناک ہوئی۔اُن کی آواز لمحے بھر میں اونچی ہو گئی تھی۔

http://kitaabghar.com

دیبہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی، جانتی تھی اُسکی سختی آ گئی ہے۔

''یہ یقیناً تم نے بنا کر دیئے ہونگے۔'' سارہ نے سختی سے دیبہ سے پوچھا لیکن جواب کا انتظار نہیں کیا۔ ''تمہیں کتنی دفعہ بتایا ہے کہ اسے کھانے کے ٹائم پر الم بلم مت کھلایا کرو۔ اسکی صحت خراب ہو جائے گی۔''

بھابھی قدرے بلند آواز میں غصہ کر رہی تھی۔ فاطمہ جو کہ کچھ دیر پہلے ہی آرام کے غرض سے لیٹی تھی، شور کی آواز سن کر باہر آ گئی۔

''کیا ہوا بیٹا؟'' اُنہوں نے آ کر نرمی سے سارہ سے پوچھا۔

''آپ دیکھیں دیبہ کو امی، میں جس چیز سے منع کرتی ہوں اُس سے الٹ ہی کرتی ہے۔ میں نے منع کیا ہوا ہے کہ کھانے کے وقت اسے گند بلا نہ کھلایا کرے لیکن میری بات کا تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ اپنے بھتیجے کا ہی خیال کر لے، بیمار تو یہی ہوگا نا۔ صحت تو اسی کی خراب ہوگی۔ کھانے کے وقت اسے چپس کھلا دیئے ہیں اب کھانا تو یہ نہیں کھائے گا۔'' سارہ بھڑک کر بولی۔

''معافی مانگو بھابھی سے۔ ایسی حرکتیں کیوں کرتی ہو؟'' فاطمہ نے سارہ کے بولتے ہی سختی سے دیبہ سے بات کی۔

''آئم سوری بھابھی۔'' دیبہ نے سر جھکا کر کہا۔ اُس کی صلح جو سی طبیعت تھی اسی لیے اُس نے نہیں کہا کہ وہ معیز سے پوچھ چکی تھی۔ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ معیز کو ڈانٹ پڑے۔

''چلو تم اوپر۔'' سارہ نے سختی سے معیز کو کہا۔ وہ ڈر کے مارے پہلے ہی ماں سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''تمہیں خیال کرنا چاہیے۔'' سارہ کے جانے کے بعد فاطمہ نے دیبہ کو کہا۔ اُن کی سنجیدگی میں کمی نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تو دیبہ بھی منہ لٹکا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''نیکی بھاری پڑ گئی میری چھوٹی سی بہن کو؟'' ثوبیہ نے اُسکے کمرے میں آتے ہی چہرے پر مسکان سجا کر کہا۔

''آپی جلتی پر تیل کا کام نہ کرو۔'' دیبہ نے منہ پھلا لیا تو ثوبیہ زور سے ہنس پڑی۔

☆......☆......☆

''مما۔۔'' ماریہ ٹی۔ وی پر ڈرامہ دیکھ رہی تھی، جب فاریہ اُن کے برابر آ کر بیٹھی اور لاڈ سے بولی۔

''کیا کام ہے؟'' ماریہ اُسکے انداز سے فوراً سمجھ گئی کہ اُسے کوئی کام ہے۔

''مما، میں اپنی فرینڈز کے ساتھ کل سینٹورس مال چلی جاؤں؟''

''کیوں؟'' ماریہ نے ٹی۔ وی سے نظر ہٹا کر اُسکی طرف دیکھا۔

''مما کچھ شاپنگ بھی کریں گے، مووی بھی دیکھیں گے اور کھانا بھی کھائیں گے۔''

''یعنی پورے دن کا پروگرام ہے۔'' ماریہ نے بھوئیں اُچکا کر اُسے دیکھا۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

''مما ویک اینڈ ہے۔ پلیز نا۔''

''تمہارے بابا کو بالکل پسند نہیں ہے تمہارا اکیلے باہر جانا۔۔۔ تمہیں پتہ ہے نا؟'' ماریہ نے یاددہانی کروائی۔

''تو آپ بابا کو منالیں نا۔'' فاریہ نے معصومیت سے منہ پھُلا لیا۔

''تم خود ہی بابا سے بات کرلو۔'' ماریہ نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''مما پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز نا۔۔۔'' فاریہ نے انتہائی معصومیت سے التجا کی۔

''اچھا میں رات میں بات کر کے پھر تمہیں بتاؤں گی۔''

''اوکے مما، آئی لو یو۔'' فاریہ نے خوش ہوکر ماریہ کے گال پر پیار کیا اور کمرے میں چلی گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اجازت مل ہی جائے گی۔ ماریہ کے بات کرنے کا مطلب تھا ہاں، کیونکہ خرم کبھی ماریہ کو کسی بات کے لیے انکار نہیں کرتے تھے۔

کمرے میں آ کر فاریہ نے موبائل سے دیبہ کے گھر کے نمبر پر فون کیا۔ فون اتفاق سے دیبہ نے ہی اٹھایا۔

''تمہیں اجازت ملی؟'' فاریہ نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''ہاں۔۔۔'' دیبہ نے لمبا سا کھینچ کر مسکراتے ہوئے ہاں کہا۔

''اتنی جلدی؟'' فاریہ کو کچھ حیرت ہوئی۔

''میں نے طلحہ بھائی سے کہا، انہوں نے اجازت لے دی۔'' دیبہ نے خوش ہو کر بتایا۔ ''اور تمہیں؟''

''سمجھو مل گئی۔ مما نے کہا ہے کہ وہ بابا سے پوچھیں گی۔ مما مان گئی تو سمجھو بابا بھی مان گئے۔''

''ٹھیک ہے زبردست، مہوش کو تو اجازت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ویسے بھی اُس نے وہاں کھانے ہی بیٹھ جانا ہے۔ انجوائے تو ہم دونوں ہی کریں گے اکٹھے۔ میں ایسا کرتی ہوں مووی کے ٹکٹ بک کروالیتی ہوں۔۔۔ بارہ بجے والا شو ٹھیک ہے؟''

''ہاں ٹھیک ہے کل ملتے ہیں۔ بائے۔'' فاریہ نے مسکرا کر کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

☆......☆......☆

فاریہ کو اجازت تو مل گئی تھی لیکن اس شرط پر کہ دانیال ساتھ جائے گا۔

''یہ کیا بات ہوئی مما.... '' فاریہ بری طرح سے جھنجلائی۔

''اب اگر جانا ہے تو جاؤ، ورنہ مرضی ہے۔'' ماریہ نے کندھے اچکائے۔

''آپ نے بھائی سے پوچھا؟'' فاریہ کو اُمید تھی کہ دانیال ساتھ جانے سے انکار کر دے گا۔

''تمہارے بابا نے بتا دیا ہے۔''

فاریہ کی اس اُمید پر بھی پانی پھر گیا۔اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ دیبہ کیا سوچے گی۔لیکن مجبوری تھی سونا چار تیار ہوگئی۔

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی تمہارے مسئلوں میں، میں کیوں پھنس جاتا ہوں؟'' فاریہ جب کمرے سے نکلی تو دانیال اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اپنے کمرے سے نکل رہا تھا۔فاریہ کو دیکھ کر وہ بولا۔

''تو مت جائیں ساتھ، مجھے بھی شوق نہیں ہے آپکو ساتھ لے جانے کا۔'' فاریہ نے اپنا غصہ دانیال پر نکالا۔

''ہاں میرا تو بہت دل جا رہا ہوں تمہارے ساتھ جانے کو۔۔۔'' دانیال کو بھی غصہ آ گیا۔''ایک ویک اینڈ ہوتا ہے سونے کے لیے اُس پر بھی سونے نہیں دیتی ہو۔''

''آپکی اطلاع کے لیے صبح کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔''

''اب چلو۔۔۔'' دانیال نے صرف اُسے غصے سے دیکھا۔

''بھائی آپ ایسا کریں مجھے مال چھوڑ کر خود کہیں اور چلے جائیں۔'' راستے میں فاریہ کو آئیڈیا آیا۔

''کیوں؟'' دانیال نے سڑے ہوئے انداز میں کہہ کر اُسکی طرف دیکھا۔فاریہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

جب مال پہنچی تو دیبہ انٹرنس پر ہی مل گئی۔اُسکے ساتھ ایک لڑکا کھڑا تھا جسے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ دیبہ کا بھائی طلحہ ہے۔دل میں فاریہ خوش ہوئی کہ دیبہ کو بھی دانیال کو دیکھ کر اتنا بُرا نہیں لگے گا۔

''اسلام علیکم۔۔۔'' دیبہ اور فاریہ دونوں جوش سے ایک دوسرے سے ایسے گلے ملیں جیسے سالوں بعد ملی ہوں۔

''فاریہ یہ میرے بھائی ہیں طلحہ۔'' دیبہ نے متعارف کروایا۔

''اور بھائی یہ فاریہ اور اُس کے بھائی دانیال ہیں۔'' دانیال اور طلحہ نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملایا۔

طلحہ نے گہری نظر سے فاریہ کو دیکھا جس سے فاریہ بالکل بے خبر تھی۔

''دیبہ جب فارغ ہو جاؤ مجھے کال کر دینا۔'' رسمی علیک سلیک کے بعد طلحہ نے دیبہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''ٹھیک ہے بھائی۔'' دیبہ مسکرا کر بولی۔فاریہ کو یک دم دانیال کی موجودگی کا احساس کچھ اور بھی زیادہ شدت سے ہوا۔طلحہ دانیال سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔

''تمہارے بھائی نہیں جا رہے ہے؟'' وہ دونوں جب مال کے اندر داخل ہونے کے لیے چلنے لگی تو دیبہ نے دھیمی آواز میں فاریہ سے پوچھا اور یہ آواز بخوبی دانیال تک پہنچ چکی تھی۔

''نہیں، بابا نے کہا ہے کہ بھائی ہمارے ساتھ ہی رہیں۔''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''بکنگ تو میں نے صرف دو کی کروائی ہے۔'' دیبہ نے بتایا۔

''دیکھتے ہیں، مہوش کدھر ہے؟''

''اُسکی طبیعت کچھ خراب تھی وہ نہیں آئی۔''

''کیا ہوا اُسے؟'' فاریہ فکرمند ہوئی۔

''زیادہ کھا لیا ہوگا اُس نے اور کیا؟'' دیبہ کے کہنے پر دونوں ہنسنے لگیں۔ دونوں لڑکیوں کے پیچھے چلتے ہوئے دانیال کو سخت برا لگ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جیسے اُن کا باڈی گارڈ ہو۔

باہر کی یخ ہوا سے اندر آ کر ایک دم سکون ملا تھا۔ دیبہ محسوس کر سکتی تھی کہ آنے جانے والی ینگ لڑکیوں کی نظر ایک کے بعد دوسری دفعہ دانیال پر ضرور پڑ رہی تھی۔

وہ تھا بھی اس قدر ہینڈسم کہ دیکھنے والا دوسری دفعہ ضرور دیکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت بلیو جینز اور بلیک لانگ کوٹ پہنے وہ اور بھی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اُس نے کچھ کمرشلز میں ماڈلنگ بھی کی تھی۔

''سنو فاریہ۔۔۔'' وہ دونوں باتیں کرتیں آگے جا رہی تھیں جب دانیال نے فاریہ کو روکا۔

''جی بھائی۔'' فاریہ دانیال کی طرف مڑی۔

''تم مووی دیکھنے کے بعد ایسا کرنا مجھے تھیٹر کے باہر ملنا۔ ٹھیک ہے؟'' دانیال کو اُن دونوں کی کھسر پھسر اور بات بات پر ہنسنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے بھائی۔'' فاریہ خوش ہو کر بولی۔ دانیال اُن سے الگ ہو گیا۔

☆......☆......☆

''اس طرح جوان لڑکی کو اکیلے بھیجنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔'' سردیوں کی گرم دھوپ میں طاہر اور سارہ بیٹھے چائے پی رہے تھے جب سارہ نے طاہر سے کہا۔

''وہ اکیلی نہیں گئی۔'' فاطمہ جو لان میں اُن کے ساتھ چائے پینے آ رہی تھی انہوں نے سن کر سارہ کو جواب دیا۔ سارہ کو اندازہ نہیں تھا کہ فاطمہ بھی لان میں ہے۔ ''طلحہ اُسکے ساتھ گیا ہے۔ اور پھر فاریہ کو ہم سالوں سے جانتے ہیں اچھے گھر کی شریف بچی ہے۔ بچپن کا ساتھ ہے دونوں کا۔''

''میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا امی۔'' سارہ گڑبڑائی۔ ''میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ طلحہ کی ذمہ دار طبیعت کا تو آپکو پتہ ہے۔''

''آپ چائے لیں گی امی۔؟'' اپنے برابر بیٹھی فاطمہ سے طاہر نے موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا۔

http://kitaabghar.com

''ہاں بیٹا۔۔۔'' فاطمہ کو سارہ کا اس طرح بات کرنا اچھا نہیں لگا تھا اسکے باوجود وہ خاموش ہوگئی تھی۔ وہ کبھی بھی گھر میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے کرنے کے حق میں نہیں رہی تھی۔ اسی لئے وہ سارہ کو ضرورت سے زیادہ برداشت کرتی تھی اور اپنی دونوں بیٹیوں کو انہوں نے بالکل اجازت نہیں دے رکھی تھی کہ وہ پلٹ کر بھابھی یا بڑے بھائیوں کو کوئی جواب دیں۔

''یہ لیں امی۔۔۔'' سارہ نے چائے بنا کر چائے کا کپ فاطمہ کی طرف بڑھایا۔

''طاہر تم سے مشورہ کرنا چاہ رہی ہوں میں۔'' فاطمہ نے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے طاہر سے کہا۔

''جی امی۔'' طاہر متوجہ ہوئے۔

''میں سوچ رہی ہوں اب ثوبیہ کی ڈیٹ فکس کر دیتے ہیں۔ ماشاءاللہ سے امتحانوں سے فارغ ہوگئی ہے۔''

''اچھا خیال ہے امی۔ اور آنٹی عطیہ کو تو ویسے بھی خاصی جلدی ہے۔''

''تو پھر فون کر کے بُلا لوں انہیں؟''

''جی بالکل۔''

''تمہارا کیا خیال ہے سارہ؟'' وہ بہو کی طرف متوجہ ہوئی۔

''نیک کام میں دیر کیسی امی۔۔۔'' سارہ مسکرائی۔

''میں سوچ رہی تھی کہ ایک مہینے بعد کی ڈیٹ رکھتی ہوں۔ تیاری کا موقع بھی مل جائے گا۔ جہیز کی اچھی خاصی چیزیں تو بنا رکھی ہیں بس فرنیچر کا آرڈر دینا ہے۔''

''مہینے میں ہو جائے گی تیاری انشاءاللہ۔۔۔'' طاہر خوشدلی سے بولے۔''اور فرنیچر کا آرڈر تو میں کل ہی دے دونگا۔ سب ہو جائے گا۔''

''انشاءاللہ۔'' فاطمہ مسکرائی

''ابو سے مشورہ کیا آپ نے؟'' طاہر نے پوچھا۔

''رات میں بات ہوئی تھی اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ فرض سے جتنی جلدی سبکدوش ہو جائیں اُتنا ہی بہتر ہے۔''

''بس ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کیجئے۔''

''میں شام کی چائے پر بُلا لوں سارہ؟'' انہوں نے سارہ سے مشورہ کیا۔

''ٹھیک ہے امی انشاءاللہ تیاری کر لیتی ہوں میں۔ ویسے آپ دیبہ کو بُلا لیتی تو اچھا ہوتا۔ ہاتھ بٹا دیتی میرا۔''

''تمہاری مدد ثوبیہ کر دیے گی۔ اتنے سالوں میں پہلی دفعہ نکلی ہے شام تک آ جائیگی۔ ٹھیک ہے۔'' سارہ کو اُن کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

''ہائے کتنی رومینٹک مووی تھی۔'' دونوں سینما سے باہر نکلی تو ابھی بھی مووی کی رومینٹک اسٹوری میں کھوئی ہوئی تھی۔ فاریہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''ایسا کوئی ہیرو ہماری زندگی میں بھی آجائے۔'' دیبہ نے خیالوں میں ہیرو کو سوچتے ہوئے کہا۔

''اس کے چانسز تو کم ہی ہیں۔ ہمارے گھر والے ہر جگہ ہمارے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ ہیرو صاحب دور سے ہی بدھک جائیں گے۔'' فاریہ کا کہنے کا انداز ایسا تھا کہ دیبہ کو ایک دم ہنسی آگئی۔ کچھ مووی دیکھ کر موڈ بھی اتنا لائٹ ہوا تھا کہ ہنسنے پر آئی تو ہنسی چلی گئی۔

''تمہیں کیا ہوگیا؟'' فاریہ نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

''میرے خیال میں بدھکتا ہوا ہیرو آگیا تھا۔'' دیبہ نے اُسکے بدھکنے کا مذاق اُڑایا۔

''چُپ ہی کر جاؤ تم۔'' فاریہ کو غصہ آگیا۔ دیبہ فاریہ کا بکھرا موڈ دیکھ کر چُپ ہوگئی لیکن لبوں پر ابھی بھی مسکراہٹ تھی۔

''تمہارا، ہیرو بھائی کدھر ہے؟''

''پتہ نہیں یار، مجھے واش روم جانا ہے۔ بھائی نے اسی ٹیبل کا کہا تھا۔ تم یہاں بیٹھو میں ابھی آئی۔'' فاریہ نے اُسے شیشے کی ریلنگ کے ساتھ لگے ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اکیلی یہاں کیا کروں گی؟''

''تمہیں کوئی کھا نہیں جائے گا، بیٹھ جاؤ تا کہ بھائی آئیں تو انہیں پتہ ہو کہ ہم ادھر ہی ہیں ورنہ وہ پریشان ہونگے۔''

''تمہارا سڑا ہوا بھائی پریشان بھی ہوتا ہے؟'' دیبہ نے اُسے چھیڑنے کی غرض سے جان کر کہا۔

''تمہیں اتنی دفعہ کہا ہے کہ میرے بھائی کو سڑا ہوا، مت بولا کرو۔'' حسبِ توقع فاریہ فوراً ہی لڑنے کو تیار ہوگئی تھی۔

''اچھا بابا۔'' دیبہ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ ''جاؤ تم واش روم اور جلدی آنا۔''

فاریہ کے جانے کے بعد دیبہ چئیر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''ہیلو۔'' دیبہ ابھی بیٹھی ہی تھی کہ ایک ینگ سا لڑکا اُسکے ٹیبل کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔

''جی۔'' دیبہ کچھ نہ سمجھی میں بولی

''میرا نام کامران ہے۔ آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔'' لڑکا مسکرا کر بولا۔

''میں یہاں کسی کے ساتھ آئی ہوں اور آپ سے دوستی کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے۔'' دیبہ کھردرے انداز میں بولی۔

''مجھے تو آپ یہاں اکیلی لگ رہی ہیں۔ میں بینک میں مینجر ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔'' لڑکے نے اپنا کارڈ ٹیبل پر رکھا۔ شکل دیکھ کر دیبہ کو بالکل یقین نہیں آیا کہ اتنا ینگ لڑکا مینجر ہے۔

''آئی ایم ناٹ انٹرسٹڈ۔'' دیبہ نے دانت پسے۔

http://kitaabghar.com

''بنا بات کیے آپ کو کیسے پتہ۔''

''ایکسوزمی۔'' اُس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ دانیال آ گیا اور کافی سنجیدگی سے اُس نے لڑکے کو مخاطب کیا۔لڑکا ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔''اینی پرابلم؟'' دانیال نے خاصے ادب سے پوچھا۔

''نہیں۔۔۔'' نفی میں سر ہلاتا لڑکا وہاں سے فوراً کھسک گیا۔اُس کے جانے کے بعد دانیال چیئر گھسیٹ کر دیبہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

''جانتی تھی آپ اسے؟'' دانیال نے خاصی سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں۔۔'' دیبہ جسکا سر شرمندگی میں جھک گیا تھا ایک دم تیزی سے اُس نے سر اٹھا کر دانیال کا جواب دیا۔''میں نہیں جانتی اُسے۔''

''اجنبیوں سے بات نہیں کرتے۔'' دانیال نے اُسے بچوں کی طرح سمجھایا۔

دانیال کے اس طرح بولنے پر دیبہ کا دل چاہا کہ دانیال کو قتل کر دیے۔اُس نے سوچ کیسے لیا کہ اُسکا اُس لڑکے سے کوئی تعلق ہے۔

''مجھے پتہ ہے۔۔۔'' دیبہ کے انداز میں رکھائی تھی۔

''آئی ایم شیور کہ آپکو پتہ ہے۔میں صرف آپکو ری مائینڈ کروا رہا تھا۔'' دانیال کے انداز اور سنجیدگی میں اب بھی فرق نہیں آیا تھا۔دیبہ دانت پیس کر رہ گئی۔رہ رہ کر فاریہ پر غصہ آ رہا تھا جو کہ واش روم سے ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔

''آپ کچھ کھائیں گی؟'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دانیال نے پوچھا۔

''نہیں۔شکریہ۔۔۔'' دیبہ نے اُسکی طرف دیکھے بنا کہا۔وہ اپنے الٹے ہاتھ پر لگے شیشے سے نیچے دیکھنے لگی تھی۔جہاں سے مال کے نیچے کے تین فلور نظر آ رہے تھے۔دانیال مزید کچھ نہیں بولا بس خاموشی سے دیبہ کو دیکھتا رہا۔سانولی رنگت، میک اپ سے مبرا چہرہ، بڑی بڑی گہری کالی آنکھیں، لمبے گھنگھریالے بال، ہونٹوں پر ہلکی براؤن لپ اسٹک۔ایک عام چہرہ، لیکن انتہائی پُر کشش۔اور اُس پر غصہ۔دانیال کے لبوں پر ایک دم مسکراہٹ آ گئی۔دیبہ اپنے چہرے پر نظروں کی تپش محسوس کر رہی تھی۔

''میں فاریہ کو دیکھتی ہوں۔'' دیبہ نے اٹھنا چاہا۔

''اُس کو اپنی کوئی سہیلی مل گئی تھی اُس نے آپکو بتانے کو کہا تھا کہ کچھ دیر میں آ جائے گی۔'' دانیال کے بتانے پر دیبہ کو شدید غصہ آیا لیکن خاموشی سے بیٹھ گئی۔

''میرا خیال ہے ہمیں کچھ کھا لینا چاہیے۔فاریہ کافی لاپرواہ ہے۔۔۔وقت کا خیال نہیں ہوتا اُسے۔'' دانیال نے صلح جو انداز میں کہا۔

''آپکو بھوک لگی ہے؟'' دیبہ نے کہا۔

http://kitaabghar.com

''میں نے ناشتہ نہیں کیا ہوا۔''

''آپ کچھ کھالیں، میں فاریہ کا انتظار کرتی ہوں۔''

''اچھا نہیں لگتا۔'' دانیال نے کرٹسی نبھائی۔

''ٹھیک ہے۔کیا لیں گے آپ؟''

''آپ کیا لیں گی؟'' دانیال نے اُسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں چائنہ ٹاؤن سے چاؤمن لوں گی۔اُن کا پلیٹر۔'' دیبہ اپنا غصہ بھول چکی تھی۔اس کا غصہ اتنی ہی جلدی اُتر جایا کرتا تھا۔

''میں بھی پلیٹر لیتا ہوں۔''

دونوں چائنہ ٹاؤن چلے گئے۔وہ فورتھ فلور کے فوڈ ایریا میں تھے۔جہاں مختلف ریسٹورنٹس کے چھوٹے کائنٹرز تھے اور بیٹھنے کے لئے ریسٹورنٹ کے اندر اور باقی کی باہر ریلنگ کے ساتھ ساتھ ٹیبلز لگی ہوئی تھی۔سینما بھی فورتھ فلور پر ہی تھا۔

''آئم سوسوری دیبہ، مجھے نداامل گئی تھی۔'' کھانا کھانے کے بعد دونوں خاموشی سے کافی پی رہے تھے جب فایہ واپس آئی۔

''بات مت کرو مجھ سے۔'' دیبہ اُس سے سخت ناراض تھی اُسے دانیال کی خاموش کمپنی میں سخت کوفت ہورہی تھی۔

''ناراض نہیں ہونا پلیز۔بس باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔''

''اب نیچے چلتے ہیں۔طلحہ بھائی کو ساڑھے تین تک کا وقت دیا تھا میں نے وہ گراؤنڈ فلور پر ویٹ کررہیں ہوں گے۔''

''ابھی تو ہم نے شاپنگ بھی کرنی تھی۔'' فاریہ نے منہ پھولایا۔

''چلو۔۔۔'' دیبہ کا کوئی جواب نہ دینا اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ سخت ناراض ہے۔سخت ناراضگی میں وہ ہمیشہ خاموش ہو جاتی تھی۔اُسکے کہنے کے عین مطابق طلحہ نیچے ویٹ کر رہا تھا۔

معصومیت سے منہ پھلائے دیبہ کو مناتی فاریہ کو کسی کی نظروں نے وینٹی لیٹر کے نیچے آنے تک اپنے حصار میں رکھا تھا۔

☆......☆......☆

''اسلام علیکم۔کیا ہو رہا ہے؟'' دیبہ کچن میں داخل ہوئی تو تیاریاں دیکھ کر اُس نے بھابھی سے پوچھا۔

''واعلیکم اسلام، آگئی تم۔کیسا رہا تمہارا ٹرپ؟'' بھابھی خاصے خوشگوار موڈ میں تھی انہوں مسکرا کر پوچھا۔

''اچھا تھا، آپ کس چیز کی تیاریاں کررہی ہیں؟'' دیبہ نے لوازمات سے بھرے ہوئے کاؤنٹر کو دیکھا۔

''آج ثوبیہ کی ڈیٹ فکس کرنے عطیہ آنٹی اور فیصل آرہے ہیں۔''

''واقعی۔یہ پروگرام کب بنا؟ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔'' دیبہ کو خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔

http://kitaabghar.com

''تمہارے جانے کے بعد، اب تم فٹافٹ سے چینج کر آؤ اور میرے ساتھ ہیلپ کراؤ۔''

پانچ منٹ بعد دیبہ اپنے بال باندھ کر اور کپڑے بدل کر کچن میں آ گئی۔

''میں کیا کرواؤں بھابھی؟'' اُس نے چیزوں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''سموسے اور رولز، طاہر مارکیٹ سے لے آئیں ہیں۔ میں نے کباب اور سینڈوچز کی تیاری کر لی ہے۔''

''میں کیک بیک کر لیتی ہوں۔ ساتھ میں اسٹرابری ڈپ بنا لیتی ہوں۔'' دیبہ کہتے کہتے فریز کی طرف بڑھی اور فریز رکھول کر اُس نے اندر جھانکا۔''پیزا ڈو بھی پڑی ہے۔ پیزا بنا لیتی ہوں۔ ٹھیک ہے؟''

''ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ اسکے علاوہ اور کچھ بنانے کی ضرورت نہیں ہے میرے خیال میں۔''

''ہاں بھابھی اتنا سب کافی ہے۔ اُن کے آنے پر میں ساری چیزیں فرائی کر لوں گی اور سینڈوچز بھی بنا لوں گی۔ آپ نے فیلنگ تو بنا لی ہے۔''

''ہاں چکن فیلنگ بنائی ہے میں نے۔ تم اب کام کر کے کچن سمیٹ لینا، میں امی کو مینو بتا کر اوپر جا رہی ہوں۔ معیز کو جا کر دیکھوں، صبح سے کام کر رہی ہوں۔'' سارہ نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

ثوبیہ تیار ہو رہی تھی۔ دیبہ اکیلے ہی کچن میں مصروف تھی۔ کیک کا آمیزہ بنا کر اُس نے اوون میں رکھا اور پیزا کی تیاری کرنے لگی۔ پیزا ڈو اور سوسیجز وہ ڈی فروسٹ کرنے کے لئے پہلے ہی باہر رکھ چکی تھی۔ پیزا ساس بنا کر اُس نے پیزا ڈو پر پھیلایا اور پھر باقی چیزیں ڈال کر اُس نے سانچہ ایک طرف رکھ دیا۔ کیک بیک ہونے میں ابھی چند منٹ تھے۔ اتنی دیر میں اُس نے سارا کچن سمیٹا اور برتن دھو لیے۔ جب سارا کام اُس نے ختم کر لیا تو وہ تیار ہونے کمرے میں چلی گئی۔ ثوبیہ اور سارہ دونوں تیار ہو چکی تھیں۔ وہ ابھی شاور لے رہی تھی جب مہمان آ گئے۔ ثوبیہ نے آ کر تیسری دفعہ باتھ روم کا دروازہ بجایا اور اُسے باہر آنے کو کہا۔

''کیا آپی لگتا ہے قیامت آ گئی ہے۔'' دیبہ نے باتھ روم سے نکل کر ثوبیہ سے کہا۔

''میرے ساتھ کچن میں ہیلپ کرواؤ۔ بھابھی تو جا کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی ہیں۔''

''مجھے بال ڈرائے کرنے دیں میں آ رہی ہوں۔'' دیبہ تیزی سے اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ لمبے گھنگھریالے بال کنگھی کرنا اچھا خاصا مشکل تھا۔

''جلدی آؤ۔'' ثوبیہ ہدایت دے کر کچن میں چلی گئی۔

دیبہ نے بال ڈرائے کر کے اپنے چہرے پر کولڈ کرم لگائی۔ میک اپ کی نہ اُسے اجازت تھی نہ ٹائم۔

دیبہ کچن میں گئی تو ثوبیہ ٹرالی سجا رہی تھی۔ دیبہ نے اُسکی ہیلپ کی۔

http://kitaabghar.com

''آپی تم ٹرالی لے جاؤ، میں چائے بنا کر بعد میں لاتی ہوں۔بس ٹرالی خالی کر کے پلیز ڈرائنگ روم سے باہر رکھ دینا۔''

''ٹھیک ہے۔''ثوبیہ کہہ کر ٹرالی گھسیٹ لے گئی۔

دیبہ نے چائے تیار کر کے برتن اور چائے کی کیتلی ٹرالی میں سجائی اور گھسیٹتی ہوئی ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

''اسلام علیکم۔''ڈرائنگ روم میں سب خوش گپیوں میں مصروف تھے دیبہ کے سلام پر سب متوجہ ہوئے۔

''وعلیکم اسلام۔کیسی ہو بیٹا۔''عطیہ نے خاصے محبت سے دیبہ سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں آنٹی،آپ کیسی ہیں؟ اسلام علیکم فیصل بھائی۔''فیصل کے برابر میں بیٹھے یوسف کو اُس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ جرمنی میں ہوتا تھا اور سال میں صرف ایک دفعہ آتا تھا۔ثوبیہ اور فیصل کی منگنی پر بھی وہ نہیں آیا تھا۔دیبہ نے شائستگی سے اُسے بھی سلام کیا۔ یوسف نے مسکرا کر جواب دیا۔

دیبہ نے سب کے لئے چائے بنائی۔اور سارہ کے برابر صوفے پر بیٹھ گئی۔یوسف کی نظر بے اختیار، کچھ کچھ دیر بعد دیبہ کیطرف اٹھ رہی تھی۔جیسے بہت کوشش کے باوجود یوسف نیچے نہیں رکھ پا رہا تھا۔ایک دو دفعہ تو دیبہ اور یوسف کی نظر بھی ملی اور ہر دفعہ دیبہ رسمی سا مسکرائی۔

ڈیٹ فکس ہونے کے وقت ثوبیہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔جانا تو وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی لیکن بعد میں امی سے ڈانٹ کھانے سے بہتر تھا کہ وہ چلی جاتی۔فاطمہ نے ایک مہینے کا سوچ رکھا تھا لیکن عطیہ نے کچھ زیادہ ہی جلدی کی۔

''یوسف صرف مہینے کے لیے آیا ہے۔آج اگر آپ فون نہ کرتی تو میں خود فون کر کے آنے کا کہتی۔شادی دو ہفتوں میں رکھتے ہیں۔بعد میں کچھ وقت یوسف، بھائی، بھابھی کے ساتھ بھی گزار لے گا۔اسکے بعد یہ تو شاید دو سال نہ آئے۔''عطیہ نے وضاحت سے سب کو بتایا اور کسی کو اعتراض نہیں تھا۔فاطمہ نے رضا کی طرف دیکھا جنہوں نے باتوں باتوں میں اجازت دے دی۔

''کیوں نہیں باجی۔آپ کی امانت ہے ثوبیہ، آپ جب چاہیں لے جائیں۔دو ہفتوں بعد ہی شادی رکھتے ہیں۔''

''بہت مبارک ہو۔''ڈیٹ فکس کرنے کے بعد سب نے ایک دوسرے کو مبارک دی۔دیبہ نے مٹھائی کی پلیٹ ہر ایک کے پاس جا کر پیش کی۔

''پلیز لیں۔''دیبہ نے یوسف کے سامنے جھک کر پلیٹ پیش کی۔

''بہت شکریہ۔''یوسف نے مٹھائی کو چھوٹا سا ٹکڑا لیا۔

''آپ پلیز اور لیں۔''دیبہ نے مہمان نوازی کے طور پر کہا۔

''میں مٹھائی کھاتا نہیں ہوں۔بس اس سے منہ میٹھا ہو جائے گا۔''یوسف نے مسکرا کر جواب دیا۔دیبہ مسکرا کر پیچھے ہٹ گئی۔

کچھ دیر مزید بیٹھ کر وہ کمرے میں چلی گئی۔وہ بار بار یوسف کی بھٹکتی نظر کو بخوبی محسوس کر رہی تھی اور خاصی کنفیوز ہو رہی تھی۔کام

بھی چونکہ ختم ہو چکا تھا اس لیے اُس نے بہتر سمجھا کہ کمرے میں ہی آجائے۔

اُس کے جانے کے بعد یوسف کو ایک دم اپنے اندر بے چینی سی بھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ فوری طور پر اپنی اس بے چینی کو سمجھ نہیں پایا۔

☆......☆......☆

''بیٹا ذرا دیکھو تو کس کا فون ہے۔'' ماریہ نے فون بجتے سُنا تو پاس بیٹھے دانیال سے کہا۔

''اس وقت کس کا فون ہو سکتا ہے؟ یا تو مہوش ہو گی یا دیبہ۔ پتہ نہیں ان کی باتیں ختم کیوں نہیں ہوتی؟'' دانیال فٹ بال میچ دیکھ رہا تھا۔ فون کی بیل سن کر وہ جھنجلایا۔

''دیکھ تو لو۔'' ماریہ نے کتاب پڑھتے پڑھتے کہا۔ دانیال ریموٹ صوفے پر رکھ کر فون کی طرف بڑھا۔

''ہیلو۔۔۔'' اُس نے فون کان سے لگایا۔

''اسلام علیکم۔ میں دیبہ بول رہی ہوں۔ میری فاریہ سے بات کروا دیں پلیز۔''

''جی ہولڈ کریں۔'' دانیال نے کہہ کر ریسیور ٹیبل پر رکھا ماریہ نے اُسکو سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''دیبہ۔۔۔'' دانیال نے کھینچ کر دیبہ کہا تو ماریہ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

''تمہاری دوست کا فون ہے۔ تمہارا سیل فون کیا دیکھنے کے لئے ہے۔ اُس پر کیوں نہیں بات کرتی ہو؟'' دانیال فاریہ کے کمرے کا دروازہ بجا کر اندر داخل ہوا تو اُس نے ایک ہی سانس میں کہا۔

''دیبہ کا فون ہے۔'' فاریہ ایکسائیٹڈ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اور دانیال کو کوئی بھی جواب دیے بغیر کمرے سے تیزی سے نکل گئی۔ دانیال کندھے اچکا کر رہ گیا۔

''ارے ثوبیہ آپی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔'' فاریہ نے خوشی سے کہا تو دانیال نے میچ سے نظر ہٹا کر اُسکی طرف دیکھا۔ ماریہ پہلے ہی اپنی کتاب لے کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

''صرف دو ہفتوں بعد ہے شادی۔'' فاریہ کی اونچی آواز میں بولنے پر ایک دفعہ پھر دانیال نے فاریہ کی طرف دیکھا۔

''سنو، تھوڑا دھیمی آواز میں بولو۔'' دانیال نے ہاتھ کے اشارے سے فاریہ کو اپنی طرف متوجہ کر کے دھیمی آواز میں کہا فاریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن ساری تفصیلات سنتے ہوئے، شادی کی شاپنگ کی پلاننگ کرتے ہوئے فاریہ اتنی پُر جوش ہو رہی تھی کہ بار بار اُسکی آواز اونچی ہو جاتی۔ دانیال کے میچ کا سارا مزا کرکرا ہو گیا۔ ایک گہری سانس بھر کر وہ اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆......☆......☆

''آ جاؤں۔؟''یوسف نے فیصل کے کھلے دروازے پر دستک دی اور اُس سے پوچھا آ''آ جاؤ یار۔'' فیصل اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف تھا اُس نے نظر اٹھا کر یوسف کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

''ایک منٹ بیٹھو، مجھے پس یہ ای۔میل کرنے دو۔''فیصل نے تیزی سے کی بورڈ پر ہاتھ چلاتے ہوئے اُسے بیٹھنے کا کہا۔فصل اور یوسف میں صرف ایک سال کا فرق تھا۔

''اچھی خاصی سردی ہے اوپر سے گیس کی بندش۔''فیصل نے ای۔میل بھیج کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔''جرمنی میں بھی تو کافی سردی ہوتی ہے۔''

''وہاں تو پتہ ہی نہیں چلتا یار۔۔۔گھر گرم، گاڑی گرم، آفس گرم۔۔۔''یوسف، فیصل کے سامنے آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''تمہارے تو مزے ہیں۔''

''اکیلے رہنے میں کیا مزا۔''یوسف نے مسکرا کر کہا۔

''تو شادی کرلو۔''فیصل نے چھیڑا۔

''تم کروادو۔''یوسف پہلی دفعہ شادی کے لئے رضامند ہوا تھا۔

''سچ میں؟''فیصل ایک دم پُر جوش ہوا۔

''ہاں۔'' یوسف کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہوگئی۔

''کون ہے وہ حسینہ جو تمہارے دل کو بھا گئی ہے۔''

''تمہاری سالی۔''یوسف نے بلا جھجک کہا۔

''دیبہ۔رئیلی۔۔۔''فیصل کو کچھ حیرت ہوئی۔''امی سے بات کروں؟''

''نہیں ابھی نہیں۔تمہاری شادی کے بعد۔''

''تو اب اگر تمہیں پسند آ ہی گئی ہے تو تمہاری اور میری شادی ایک ساتھ ہی رکھ لیتے ہیں۔''فیصل کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

''تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ لوگ تیار بیٹھے ہوئے ہیں رشتہ قبول کرنے کو۔''یوسف نفی میں سر ہلا کر مسکرایا۔

''دیبہ کی ابھی تک منگنی یا بات وغیرہ نہیں ہوئی ہے تو وائے ناٹ یو۔تم میں کیا کمی ہے کہ وہ انکار کریں گے۔وہ فوراً سے پہلے مان جائیں گے۔اور پھر دونوں بہنیں اکٹھی رہیں گی۔اگر تمہارا ارادہ اُسے اپنے ساتھ جرمنی لے جانے کا نہیں ہے تو۔۔۔''

''آف کورس، میں اُسے اپنے ساتھ جرمنی لے جاؤں گا۔''یوسف ایک دم سیدھے ہو کر تیزی اور بے چینی سے بولا اور فیصل بے اختیار ہنسنے لگا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''یار تمہیں تو پہلی نظر میں محبت کے بجائے، عشق ہوگیا ہے۔اتنی بے چینی۔''فیصل نے ہنستے ہنستے کہا۔یوسف نے کچھ شرمندگی سی اُسے تکیہ کھینچ مارا۔جسے فیصل نے مہارت سے کیچ کر کے سائیڈ میں رکھ دیا۔

''تمہارے خیال میں امی کو کوئی اعتراض ہوگا۔۔۔؟''یوسف نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ارے نہیں یار۔امی کو تو ویسے ہی دیبہ بہت پسند ہے۔وہ ثوبیہ سے زیادہ دیبہ کی تعریفیں کرتی ہیں۔''

''وہ تو ہے ہی تعریف کے قابل۔''

''مطلب کیا ہے تمہارا۔''فیصل ایک دم مصنوعی غصے سے بولا۔''ثوبیہ تعریف کے قابل نہیں ہے۔''اس دفعہ ہنسنے کی باری یوسف کی تھی۔

☆......☆......☆

''کیا کر رہی ہو میری چھوٹی سی گڑیا؟'' فاریہ اپنے کمرے میں کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی جب دانیال اُس کے کمرے میں گیا۔

''بھائی میں چھوٹی گڑیا نہیں ہوں۔'' فاریہ نے منہ پھلایا۔دانیال ایک دم ہنس پڑا۔''اب کیا بڑی گڑیا ہوگئی ہو؟؟؟''

''آپ مجھے تنگ کرنے آئے ہیں کیا؟''

دانیال نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔فاریہ نے غور سے اپنے بھائی کو دیکھا وہ سچ مچ کوہ قاف سے آیا شہزادہ لگتا تھا۔انتہائی ہینڈسم، گہری شہد رنگ آنکھیں۔کالے بال جو کہ اُسنے انتہائی اسٹائل سے کٹوائے ہوئے تھے۔گوری صاف رنگت، خوبصورت گلابی ہونٹ، کلین شیو اور اوپر سے قاتل مسکراہٹ۔

''کیا گھور رہی ہو؟''دانیال نے اُسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

''بھائی آپ کتنے ہینڈسم ہیں، آپ کو اپنی خوبصورتی پر غرور تو محسوس ہوتا ہی ہوگا؟''فاریہ نے معصومیت سے سوال کیا۔دانیال کی جواباً ہنسی چھوٹ گئی۔وہ خوب ہنسا۔

''کیسی باتیں سوچتی ہو تم؟'' اُس نے خوب ہنسی لینے کے بعد پوچھا۔

''سچ کہہ رہی ہوں بھائی۔پورے کالج میں سب لڑکیوں کو پتہ ہے کہ آپ میرے بھائی ہیں اور ساری لڑکیاں مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں تا کہ آپ تک رسائی حاصل کر سکیں۔''

فاریہ نے کئی دفعہ کی بتائی ہوئی بات دوبارہ بتائی۔

''اوکے ے ے ے۔'' دانیال نے دانستاً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کھینچ کر''اوکے'' کہا۔

''آپ کو کبھی میری باتوں میں کوئی انٹرسٹ فیل نہیں ہوتا۔'' فاریہ ناراض ہو کر پھر سے اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوگئی۔

http://kitaabghar.com

''چلو ناراض نہ ہو، بڑی گڑیا۔۔۔۔''

''بھائی۔۔۔۔'' دانیال کی بات مکمل ہونے سے پہلے فاریہ احتجاجاً چیخی۔

''او کے۔۔۔او کے۔۔۔'' دانیال نے ہنستے ہوئے کہا۔'' تم مجھے اچھی سی کافی پلاؤ اور میں تمہیں شاپنگ پر لے کر جاتا ہوں۔''

''سچی۔۔۔'' فاریہ فوراً پُرجوش ہوئی۔

''ہاں۔تم جاؤ۔۔۔فٹافٹ مزے دار سی کافی پلاؤ مجھے۔۔۔پھر چلتے ہیں۔''

''او کے۔۔۔'' فاریہ ساری کتابیں چھوڑ چھاڑ فوراً کچن میں بھاگی۔

☆......☆......☆

''دیکھیں بھائی وہ لڑکی آپکو کتنا گھور کر دیکھ رہی ہے۔'' فاریہ نے مال میں یہ چوتھی لڑکی اُسے دکھائی تھی جس پر دانیال چڑ گیا۔ چلتے چلتے وہ ایک دم رُکا اور فاریہ کی طرف مڑ کر بولا۔''تم مجھے یہاں لڑکیاں دکھانے آئی ہو یا شاپنگ کرنے؟''

''دونوں۔۔۔'' فاریہ ڈھٹائی سے مسکرائی تو دانیال بھی مسکرانے لگا۔

''ایک کام کرو۔۔یا شاپنگ کرلو یا مجھے لڑکیاں دکھالو۔ بلکہ ایسا کرو لڑکیاں ہی دکھا لو تاکہ آئندہ میں اُن میں سے کسی کے ساتھ شاپنگ پر آجاؤں۔''

''گندے بھائی ہیں آپ۔۔۔'' فاریہ نے ہمیشہ کی طرح منہ پھلایا اور ہنستے ہوئے دانیال کے بازو میں بازو ڈال کر چل پڑی۔ فاریہ کے ساتھ شاپنگ کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔ وہ ہر شاپ پر گھومتی تھی اور ہر شاپ میں اُسے ہر چیز پسند آجاتی تھی اور وہ ہر چیز ہی خریدنا چاہتی تھی۔ فرسٹ فلور پر ایک جوتوں کی دوکان میں فاریہ کے جانے کے بعد اُسے وہاں سے نکالنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا۔

''تم یہ پیسے رکھو، میں باہر ہوں، خرید لینا تو باہر ہی آجانا۔'' دانیال دوکان میں بیٹھ بیٹھ کر تنگ آگیا تو اُس نے فاریہ کو پیسے پکڑائے اور باہر آگیا۔ باہر شیشے کی ریلنگ کے ساتھ کھڑے ہو کر وہ نیچے دیکھنے لگا۔ کچھ لمحے وہ اِدھر اُدھر آتے جاتے لوگوں کو دیکھتا رہا اور پھر اُسکی نظر ایک لڑکی پر آ کر رُک گئی کچھ غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ دیبہ ہے۔ وہ طلحہ کے ساتھ گراؤنڈ فلور پر کھڑی تھی اور بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ دانیال غیر اختیاری طور پر اُسے دیکھے چلے گیا۔ دل میں یہ خیال آیا کہ آخر ایسی کیا بات ہے جس پر وہ اتنا ہنس رہی ہے۔ بہر حال جو بھی بات تھی وہ ہنستے ہوئے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اُسکے سامنے کھڑا طلحہ بھی ہنس رہا تھا۔

''دانیال۔۔۔'' وہ مگن سا دیبہ کو دیکھ رہا تھا جب اُسکے کندھے پر آ کر اُسکے دوست عرفان نے ہاتھ رکھا اور اُسے پُکارا۔

''عرفان۔۔کیسے ہو؟'' دانیال خوشدلی سے اُسے گلے ملا۔'' کیا حال ہے؟''

''زبردست تم سناؤ؟''

http://kitaabghar.com

''بالکل ٹھیک۔ کدھر ہو آجکل؟''

''میں ٹیلی کام سیکٹر میں ہوں یار۔ تم کدھر ہو آجکل؟''

''میں فرگوسن میں ہوں۔۔۔''

''کیا بات ہے تمہاری۔ ابھی تک ٹکے ہوئے ہو۔''

''ہاں ابھی تک تو ٹکا ہوا ہوں۔'' دانیال مسکرایا۔

''چلو بیسٹ آف لک۔ اور ان ٹچ رہو۔ نمبر بدل لیا ہے تم نے؟''

''نہیں، وہی پرانا نمبر ہے۔'' دانیال نے شاپ سے نکلتی فاریہ کو دیکھا۔

''چلو کال کروں گا تمہیں۔ سی یو۔'' عرفان اُسے گلے ملا اور خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔

''ہو گئی تمہاری شاپنگ؟'' عرفان کے جانے کے بعد دانیال فاریہ کی طرف بڑھ گیا۔

''ہاں بھائی۔ مجھے اتنے اچھے جوتے ملے ہیں۔ آپکو دیکھاؤں۔'' فاریہ نے پُر جوش انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔ گھر جا کر۔۔۔'' فاریہ سے کہتے ہوئے دانیال کی نظر بے اختیار گراؤنڈ فلور کی طرف کی جہاں سے دیبہ اب جا چکی تھی۔

''چلو تمہیں آئسکریم کھلاؤں۔'' دانیال فاریہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''چلیں۔۔۔۔'' فاریہ خوش ہو کر چل پڑی۔

دونوں باتیں کرتے ہوئے جب فورتھ فلور پر ٹوٹی فروٹی پر پہنچے تو فاریہ کو وہاں دیبہ مل گئی۔ دونوں ہمیشہ کی طرح انتہائی پُر جوش انداز میں گلے ملی۔

''آپ بھی بہن کو شاپنگ کروانے لائے ہیں؟'' دانیال نے طلحہ سے علیک سلیک کے بعد کہا۔

''اسکو شاپنگ کرواتے کرواتے بندہ خوار ہو جاتا ہے۔'' طلحہ کے کہنے پر دانیال کو حیرت ہوئی۔ دیبہ نے گھور کر طلحہ کو دیکھا۔

''وہ کیسے؟''

''یار، اسے کوئی چیز پسند ہی نہیں آتی۔'' طلحہ کے کہنے پر دانیال ایک دم ہنس پڑا۔

''تمہارا سڑا ہوا بھائی ہنستا بھی ہے۔'' دانیال کو ہنستے دیکھ کر دیبہ نے فاریہ کے کان میں گھس کر انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔

''میری طرف بالکل الٹ ہے۔'' دانیال نے طلحہ کو بتایا۔ ''فاریہ کو دوکان میں موجود ہر چیز پسند آجاتی ہے۔ اسے روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

''میرے بھائی کو سڑا ہوا مت بولو، تمہارا بھائی سڑا ہوا ہے۔'' فاریہ ہمیشہ کی طرح غصے میں آ گئی۔

http://kitaabghar.com

''میرا اسڑا ہوا بھائی تمہیں ہمیشہ بہت غور سے دیکھتا ہے۔۔۔تم نے کبھی غور کیا؟''

دیبہ نے شرارتاً ہنستے ہوئے کہا۔

''میری ہمدردیاں ہیں آپکے ساتھ۔'' طلحہ نے کہا۔

''اور آپکے ساتھ میری۔'' دانیال کے جواب پر طلحہ اور دانیال دونوں زور سے ہنسے۔ ''کیا؟'' دیبہ کی بات پر فاریہ زور سے چیخی۔ دانیال اور طلحہ نے ہنستے ہنستے اُسے دیکھا۔

''ابھی پوچھتی ہوں۔'' فاریہ یک دم جذباتی ہوگئی۔

''کیا کررہی ہو تم؟'' دیبہ نے ایک دم پریشانی سے اُسے اپنی طرف کھینچا۔

''کیا ہوا؟'' دانیال نے فاریہ کو غصے میں دیکھا تو کچھ حیرت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' فاریہ کے بولنے سے پہلے دیبہ بے اختیار بولی اور احتیاطً فاریہ کو پکڑے رکھا۔

''آجائیں۔فروزن یوگرٹ کھاتے ہیں۔'' طلحہ نے آفر کی۔تو چاروں ٹوٹی فروٹی چل پڑے۔

☆......☆......☆

گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھی۔ روزانہ مارکیٹس کے چکر لگ رہے تھے۔فرنیچر کی شاپنگ، جیولری، ہوٹل کی بکنگ، شادی کا جوڑا، کارڈز۔تمام کام ایک دم سے آجانے سے گھر میں ہر وقت شادی کی تیاریوں کی ہی باتیں ہوتی تھی۔

''ثوبیہ بیٹا تم اور دیبہ دونوں تیار رہنا، شام میں تمہاری عطیہ آنٹی آئیں گی تمہیں مارکیٹ لے جانے۔انہوں نے تمہاری شاپنگ کرنی ہے۔'' دیبہ اور ثوبیہ دونوں لیٹی باتیں کررہی تھی۔جب فاطمہ نے آکر اُنہیں بتایا۔

''فیصل بھائی بھی آئیں گے کیا؟'' دیبہ نے فوراً سیدھے ہوکر پوچھا۔

''مجھے نہیں پتہ۔۔۔''

''ابو نے اجازت دے دی؟'' ثوبیہ کو خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔

''ہاں بھی۔ابو کیوں منع کریں گے۔اب اٹھ کر کچن کا کام سمیٹ لو، تاکہ ٹائم پر تیار ہوسکو۔'' فاطمہ نے ہدایت دی اور کمرے سے چلی گئی۔

''تم جاکر سمیٹو کچن کا کام میں نہیں جارہی۔'' ثوبیہ واپس بستر میں لیٹ گئی۔

''بہت تیز ہو آپی۔۔۔'' دیبہ نے بیڈ سے پاؤں لٹکا کر اپنے جوتے پہنتے ہوئے کہا۔''اب تو مہمان ہوں صرف چند دن کی۔کچھ خیال کرو۔''

http://kitaabghar.com

''تم تو ساری زندگی سے مہمان ہو۔اب اپنے سسرال جا کر پلیز مہمان نہ بننا۔۔'' دیبہ ہنسی۔

''جاؤ، جا کر کچن سمیٹو۔'' ثوبیہ نے اپنی آنکھیں بند کر لی تو دیبہ مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر آ گئی۔

☆......☆......☆

''اسلام علیکم، میں فاریہ بول رہی ہوں، میری پلیز دیبہ سے بات کرا دیں۔'' طلحہ نے فون کان سے لگا کر ہیلو بولا تو فاریہ نے بنا انتظار کیے ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔

''وعلیکم اسلام۔کیسی ہیں آپ؟'' طلحہ نے تحمل سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' فاریہ نے مختصر جواب دیا۔

''ویسے، اچھے اخلاق کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کیسی ہیں، تو جواباً آپ بھی اُن کا حال دریافت کر لیں۔'' طلحہ کے چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔

''مجھے آپ سے اخلاق کی کلاس نہیں لینی اور آپکا حال بھی دریافت نہیں کرنا۔آپ دیبہ کو بُلا دیں۔'' فاریہ نے فٹ سے کھڑکا کر جواب دیا۔

''آپ تو لگتا ہے مجھ سے ناراض ہیں کسی بات پر؟'' طلحہ کے الفاظ میں تشویش تھی اور لہجے میں شرارت۔

''آپ مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھتے ہیں؟'' فاریہ نے خاصی ناراضگی سے پوچھا۔

''جی؟'' اس دفعہ طلحہ کو سچ مچ تشویش ہوئی۔

''مجھے دیبہ نے بتایا تھا کہ آپ مجھے گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔'' فاریہ کے کہنے کے انداز میں اتنی معصومیت تھی کہ طلحہ کی ایک دم ہنسی چھوٹ گئی۔

''میں نے آپکو جوک سنایا ہے؟؟؟'' فاریہ کو مزید غصہ آیا۔

''نہیں۔نہیں۔آئم سوری۔'' طلحہ نے بامشکل ہنسی پر قابو پایا۔''ویسے میں دیبہ کو بتاؤں گا کہ میں آپکو گھور گھور کر نہیں دیکھتا۔'' طلحہ کا مزاحیہ انداز فاریہ کو ایک آنکھ نہ بھایا۔

''آپ دیبہ کو فون دیں پلیز۔'' لہجے میں غصہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

''آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔'' طلحہ کا لہجہ گھمبیر ہو گیا تھا۔

''کیا؟'' فاریہ کے غصے کی جگہ سنجیدگی نے لے لی۔

''میں آپکو گھور کر نہیں گہری نظروں سے دیکھتا ہوں۔آپ کی معصومیت، خوبصورت چہرا، آپکی ناراضگی، سب مجھے بہت اچھا

لگتا ہے۔" طلحہ نے بے اختیار اظہار کیا۔

فاریہ کا کانفیڈنس لمحے میں جھاگ ہو گیا۔

"نیکسٹ ٹائم جب آپ مجھے ملیں تو مجھ پر بھی غور کیجیے گا۔ اگر میں بھی آپکو اچھا لگا تو بات آگے بڑھائیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

خیال تو فاریہ نے نہیں بتایا البتہ کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ اُسکے دل کی دھڑکن بے اختیار تیز ہو گئی تھی اور گالوں پر لالی آ گئی تھی۔ زندگی میں پہلی دفعہ کسی نے اُس سے اتنا کُھل کر اظہار کیا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کرے، فون بند کر کے وہ سیدھا اپنے کمرے میں بھاگی۔

طلحہ نے ہاتھ میں پکڑے رسیور کو مسکرا کر دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے اُسے کریڈل پر ڈال دیا۔

☆......☆......☆

فیصل اپنی آفیشل مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکا تھا۔ ثوبیہ کے اشتیاق پر پانی پڑ گیا تھا۔ عطیہ اور یوسف دونوں کو مری روڈ لے گئے۔ محسن اینڈ سنز کی دوکان میں جا کر ثوبیہ فیصل کو بھول بھال کپڑوں میں گم ہو گئی۔ ثوبیہ اور عطیہ کپڑے، اُسکے کام اور قیمت پر گفتگو کر رہی تھی۔ دیبہ کو ان چیزوں کا پتہ نہیں تھا۔ اسلیے اُس نے دوکان میں اِدھر اُدھر نظر ڈالنی شروع کر دی۔ دوکان کے ایک طرف کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ دیبہ انہیں دیکھنے چلی گئی۔

یہ کپڑے نسبتاً کم کام والے تھے۔ سلی ہوئی قمیصوں کا سائز، دیبہ کو بالکل اپنا سائز لگا۔ اُس نے شوق سے کپڑے سلائڈ کر کے دیکھنا شروع کیے۔ یوسف، دیبہ کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپکو ان میں سے کوئی پسند آیا؟" یوسف نے اُس سے آ کر پوچھا۔

"نہیں، میں تو ویسے ہی دیکھ رہی تھی۔ میں آپی کے پاس جاتی ہوں۔" دیبہ کافی دیر سے گاہے بگاہے یوسف کی بھٹکتی نظر کو نوٹ کر رہی تھی۔

"آپ میری وجہ سے جا رہی ہیں؟" یوسف کے چہرے پر انتہائی حسین مسکراہٹ تھی۔

"نہ۔۔۔نہ۔۔نہیں۔۔" دیبہ کنفیوز ہوئی۔

"پھر آپ دیکھیں نا" یوسف نے کمال ہوشیاری سے اُسے جانے سے روکا۔ دیبہ نے چار و نا چار کپڑے دیکھنا شروع کیے اور جلدی سے دیکھ کر مڑ گئی۔ ایسے جیسے کسی کام کے ختم ہونے پر اُس نے شکر ادا کیا ہو۔ دیبہ جیسے ہی مڑی اُسکی نظر ایک جوڑے پر پڑی۔ پنک کلر کے ڈوپٹے پر گولڈن اور بلیک کلر کا کام ہوا ہوا تھا۔ اور دیکھنے میں انتہائی حسین لگ رہا تھا۔ یوسف نے دیبہ کی نظر کا پیچھا کیا تو اُس جوڑے پر نظر پڑی۔

"آپکو یہ اچھا لگ رہا ہے؟" یوسف نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں۔'' دیبہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''آئیں۔ دیکھتے ہیں۔'' یوسف کہہ کر آگے بڑھا تو دیبہ کو بھی آنا پڑا۔

''سنو۔ یہ والا دکھاؤ۔'' یوسف نے بینچ پر بیٹھ کر دیبہ کو بھی اپنے برابر بیٹھنے کو کہا اور وہاں کھڑے لڑکے سے کہا۔ لڑکے نے سوٹ دیکھایا۔ قریب آنے پر وہ جوڑا اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ دیبہ نے نزاکت سے اُسکے کام کو چھوا۔ اس جوڑے نے اُس کا دل چھو لیا تھا۔ پنک کلر کی شرٹ، جس پر فیروزی اور گولڈ کلر کا کام ہوا تھا۔ کسی کسی جگہ بلیک کا پیچ تھا۔ ڈوپٹے کے الٹے طرف فیروزی کلر کا بارڈر لگا تھا اور گولڈن کلر کا ٹراوزر کا کپڑا۔

''باجی انتہائی نفیس کام ہے اور ہمارے پاس ایک ہی پیس ہے۔ اور آپ پر خوبصورت بھی بہت لگے گا۔'' لڑکے نے پروفیشنل انداز میں دیبہ سے کہا۔

''ہاں بہت اچھا ہے، لیکن مجھے نہیں لینا۔''

''ارے باجی لے لیں۔ سوچیں نہ۔ دیکھیں بھائی کو بھی پسند ہے۔ آپ نے اِن کے لئے ہی تو تیار ہونا ہے۔'' لڑکے نے تیزی سے کہا۔ یوسف کے لبوں کو گہری مسکراہٹ چھوگئی جبکہ دیبہ ایک دم شرمندہ ہوئی۔

''باجی ایسا کریں وہاں شیشے کے سامنے آپ ڈوپٹہ اپنے ساتھ لگا کر دیکھیں۔''

لڑکا ہر قیمت پر سوٹ بیچنا چاہتا تھا۔ اُس نے دیبہ کے پیچھے دیوار میں شیشے کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں مجھے۔۔۔'' دیبہ نے اٹھنا چاہا۔

''دیکھ لیں پلیز۔'' یوسف نے شائستگی سے کہا۔

دیبہ کنفیوژ ہو رہی تھی۔ اُس نے اردگرد دیکھا ثوبیہ اور عطیہ آنٹی اُسے نظر نہیں آئی، وہ دوکان کے دوسرے حصے میں تھی۔

''پلیز۔۔۔'' یوسف نے اصرار کیا۔ دیبہ ڈوپٹہ ہاتھ میں لے کر شیشے کی طرف چل پڑی اُس نے ڈوپٹہ اپنے کندھے پر لٹکایا۔ وہ دیکھنے میں انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا۔ یوسف دیبہ کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ سفید شلوار قمیض کے اوپر، کالے رنگ کا سویٹر پہنے، چھ فٹ سے نکلتا قد، گلابی ہونٹوں پر سجی مونچھیں اور چہرے پر مسکراہٹ سجائے انتہائی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

''بہت اچھا لگ رہا ہے۔'' اُس نے دیبہ کو آہستگی سے کہا۔

''تھینک یو۔۔۔'' دیبہ مڑی اور اُس نے ڈوپٹہ واپس لڑکے کو دے دیا۔ ''میں آپی کے پاس جا رہی ہوں۔'' وہ جلدی سے کہہ کر مڑ گئی۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

دیبہ کو گھر آئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ مہوش کا فون آ گیا۔

''یار، فاریہ پاگل ہوگئی ہے۔۔۔'' مہوش نے چھوٹتے ہی کہا۔

''کیا ہوا؟'' دیبہ کو حیرت ہوئی۔

''اُسکو لگتا ہے کسی لڑکے نے آئی لو یو بولا ہے۔'' مہوش ہنستے ہوئے بولی۔'' اور اُسکی سزا مجھے ملی ہے۔ گھنٹے بھر سے معاشرے کی برائیوں پر تقریر سن رہی ہوں۔''

''اُسے جس نے لو یو بولا ہے نا اُسکی خیر نہیں ہے۔'' دیبہ کہہ کر ہنسی تو مہوش نے اُس کی ہنسی کا ساتھ دیا۔

''میں نے کتنا اُس سے پوچھا کہ سیدھی سیدھی بات بتاؤ۔ لیکن نہیں۔ کہہ رہی تھی کہ تمہیں کہوں کہ اُسے آتے ہی کال کرو۔''

''میں کرتی ہوں اُسے کال۔ یہ ایک تاریخی موقع ہے جب اُسے کسی نے لو یو بولا ہے۔'' دیبہ ایک دفعہ پھر سے ہنسی۔

''مجھے بھی بتانا کس کی جرات ہوئی ایسی گستاخی کی۔'' مہوش کا انداز مذاق اُڑانے والا تھا۔

''میں اُس سے بات کر کے پھر تمہیں دوبارہ کال کرتی ہوں۔''

''او کے۔۔۔خدا حافظ۔۔۔'' دیبہ نے مسکراتے مسکراتے فون بند کر دیا۔

☆......☆......☆

''کسی رہی شاپنگ؟'' یوسف اور عطیہ گھر پہنچے تو فیصل لاؤنج میں بیٹھا ٹی۔ وی دیکھ رہا تھا انہیں دیکھ کر اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت اچھی۔'' یوسف نے اُسکے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''دیبہ بھی آئی تھی؟'' فیصل کے لہجے میں شرارت تھی۔ یوسف نے اُسے گھورا۔

''ہاں بیٹا۔ دیبہ بھی تھی اور ثوبیہ بھی۔ بڑی سمجھدار ہے ثوبیہ۔ ایسے اچھا بھاؤ کیا اُس نے، کپڑے بھی اتنے نفیس کام والے اور ریٹ بھی اتنا اچھا۔ میرا تو دل ہی خوش ہو گیا۔'' عطیہ نے بیٹھتے ہوئے اپنی ہونے والی بہو کی تعریف کی۔

''بہو کی تعریفیں۔۔۔''فیصل نے شرارتاً کہا۔

''یہ نفیسہ کدھر ہے۔ اُسے کہو کہ چائے پلائے۔'' عطیہ نے دانستہ فیصل کو جواب نہیں دیا۔

''امی ابھی تو کھانے کا وقت ہے۔'' یوسف نے کہا۔

''اچھا پھر اُسے کہو کہ کھانا لگائے۔''

''امی۔ میں نے آپکو ایک ضروری بات بتانی ہے۔'' فیصل نے یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر کہا۔

یوسف اٹھتے اٹھتے ایک دم رُک گیا۔

''کیا بات؟'' عطیہ متوجہ ہوئی۔

''ہمارے یوسف کو لڑکی پسند آ گئی ہے۔'' یوسف کی گھوریوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔فیصل نے جو بات سوچ رکھی تھی وہ کہہ دی۔

''شکر ہے اللہ کا، اسکو بھی کوئی لڑکی پسند آ گئی ہے۔کون ہے؟'' عطیہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ابھی یہ آپکو میری شادی کے بعد پتہ چلے گا۔'' فیصل کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی جبکہ یوسف کافی ٹینس تھا۔

''کیوں بھئی ابھی کیوں نہیں؟'' عطیہ کو اس رازداری کی کچھ وجہ سمجھ نہیں آئی کیوں کہ ''ابھی کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔اور ابھی ہمیں کھانا کھانا ہے۔'' فیصل کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔یوسف نے شکر ادا کیا کہ فیصل نے تفصیل نہیں بتائی۔

☆......☆......☆

''اسلام علیکم۔۔۔'' دیبہ نے فاریہ کے گھر فون کیا تو اُسکی ماما نے اٹھایا۔

''وعلیکم اسلام۔بیٹا۔کیسی ہو تم؟'' انہوں نے آواز سے پہچان لیا۔

''میں ٹھیک ہوں بیٹا، تمہاری کوئی لڑائی ہوئی ہے فاریہ سے؟''

''نہیں آنٹی۔۔۔'' دیبہ حیرت سے بولی۔

''اچھا، شام سے بند ہے اپنے کمرے میں، چلو بلاتی ہوں اُسے۔''

''تھینک یو آنٹی۔'' دیبہ کچھ لمحے ہولڈ پر رہی اسکے بعد فاریہ نے آکر رسیور اٹھایا۔

''ہیلو۔'' دیبہ کو اُسکی آواز کچھ مختلف لگی۔

''دیبہ بول رہی ہوں۔''

''تمہارا بھائی سمجھتا کیا ہے خود کو۔'' فاریہ کے لہجے میں غصہ ہی غصہ تھا۔

''کیا ہوا؟'' دیبہ پریشان ہوئی۔

''اُس نے سوچ کیسے لیا کہ مجھ سے اظہار محبت کرے گا۔وہ مجھے کوئی گری پڑی لڑکی سمجھتا ہے۔شرم نہیں آئی بہن کی دوست سے ایسی باتیں کرتے ہوئے۔'' فاریہ تیز تیز بولے گئی۔

''ایک منٹ۔ایک منٹ۔'' دیبہ نے اُسکی بات کاٹی۔''تمہیں بھائی نے یہ کہا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتے ہیں؟'' دیبہ کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''ہاں۔۔۔'' فاریہ غصے سے بولی۔

''سچ۔'' دیبہ زور سے چیخ کر بولی تو فاریہ کو رسیور اپنے کان سے ہٹانا پڑا۔

http://kitaabghar.com

''وہ۔۔۔''

''میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' دیبہ کا پُر جوش انداز فاریہ کو سمجھ نہیں آیا اور اس سے پہلے کہ اُسے سمجھ آتا اور وہ کچھ بولتی دیبہ رسیور کریڈل پر ڈال کر جا چکی تھی

''بھائی۔'' دیبہ سیدھا طلحہ کے کمرے میں گئی اور اُسکے چیخنے پر طلحہ ایک دم ڈر گیا۔

''کیا ہوا؟'' وہ فکر مندی سے بولا۔ دیبہ نے اندر سے آ کر دروازہ بند کر دیا۔

''آپکو فاریہ پسند ہے۔ سچ میں؟'' دیبہ کی خوشی کی حد نہیں تھی وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''اوہ۔۔۔'' طلحہ واپس تکیے میں سیدھا ہو لیٹا۔'' تو تمہیں شکایت لگا دی اُس نے؟'' طلحہ کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔

''جواب دیں نہ۔'' دیبہ پُر جوش ہوئی۔

''ہاں۔''طلحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''آپکو پتہ ہے کتنی پاگل ہے وہ۔''

''تھوڑا سا پتہ ہے۔۔۔''طلحہ ہنسا۔

''ہائے بھائی مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ میں کیا بتاؤں۔۔۔''

''اور اُسے؟'' طلحہ کے انداز پُر تجسس تھا۔

''وہ تو سخت غصے میں ہے۔ اُس سے پہلے کہ وہ مجھے باضابطہ اخلاق پر لیکچر دیتی میں فون بند کر کے بھاگی۔''

''ویسے اس طرح کاری ایکشن ہی سوچ رکھا تھا میں نے۔''طلحہ دھیمے ہنسا۔

''ابھی تک تو اُسے سمجھ ہی نہیں آئی ہو گی کہ ہوا کیا ہے۔ بہر حال اُسے میں سمجھا لیتی ہوں۔ ابھی تو میں جا کر ابو کو بتاتی ہوں۔'' دیبہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں۔ نہیں۔''طلحہ نے اُسے روکنا چاہا۔''چُپ ہو جائیں آپ۔'' وہ رکے بنا کمرے سے بھاگ گئی۔

☆......☆......☆

''کیا باتیں ہو رہی ہیں آپ دونوں باپ بیٹی میں؟'' فاطمہ کمرے میں آئی تو دیبہ بیڈ پر نیم دراز رضا کی گود میں سر رکھے اُن کا ہاتھ پکڑے اُن سے باتیں کر رہی تھی۔ اس گھر میں واحد رضا ایسے تھے جن سے دیبہ بلا جھجک ہر بات، ہر شکایت کر لیتی تھی۔ اُسکی دوستی ثوبیہ اور طلحہ سے بھی اچھی خاصی تھی لیکن دل کی بات وہ صرف رضا کو بتاتی تھی۔

''کچھ راز کی باتیں۔'' رضا مسکرائے۔

''اچھا۔۔۔کیسے راز؟'' فاطمہ بیڈ کے کونے میں ٹک گئیں۔اُن کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔

''یہ مجھے بتانے آئی ہے کہ طلحہ نے کوئی لڑکی پسند کر لی ہے۔'' رضا نے مسکراتے ہوئے بتایا۔فاطمہ کو ایک دم دھچکا لگا۔

''لڑکی پسند کر لی ہے؟'' فاطمہ کو تشویش ہوئی۔

''ہاں بھئی۔تم اتنا پریشان کیوں ہو گئی ہو؟ آخر طاہر نے بھی اپنی پسند کی شادی کی ہے۔''

''کون ہے لڑکی؟ رشتے داروں میں سے ہے؟'' فاطمہ کے انداز میں فکرمندی تھی۔

''نہیں۔دیبہ کی دوست ہے نہ فاریہ۔خرم اخلاق کی بیٹی۔'' رضا نے یاددہانی کروائی۔

''وہ پسند ہے؟'' فاطمہ تیزی سے بولی۔

''ہاں۔'' رضا مسکرائے۔

''اُس لڑکی میں تو بہت بچپنا ہے۔'' فاطمہ کو طلحہ کی پسند سے اختلاف ہوا۔

''ارے تو عمر ہی کیا ہے اُسکی۔۔۔بیس سال۔۔۔ہماری دیبہ کے برابر ہی کی تو ہے۔اس عمر میں تو بچپنا ہی ہوتا ہے نا۔''

''دیبہ میں تو نہیں ہے۔''

''یہ تو آپکی تربیت کا کمال ہے۔'' رضا نے فاطمہ کو خوش کرنے کی کوشش کی۔دیبہ کے لبوں کو دبی دبی مسکراہٹ چھو گئی۔''فاریہ کی بھی کرنا۔شادی کے بعد ویسے ہی لڑکیاں سمجھدار ہو جاتی ہیں۔''

''چلیں دیکھتے ہیں۔۔۔ثوبیہ کی شادی سے فارغ ہو جائیں پہلے۔'' فاطمہ نیم رضامند ہوئی۔

''تھینک یو ابو۔۔۔'' دیبہ نے اٹھ کر رضا کے گال پر پیار کیا اور کمرے سے نکل گئی۔

فاطمہ کی نظروں نے اُسے کمرے سے نکل جانے تک اپنی حصار میں رکھا اور دل سے بے تحاشا دعائیں نکلی۔

☆......☆......☆

''تم کیا کہہ رہے تھے یوسف کو کون سی لڑکی پسند ہے؟'' عطیہ سے رہا نہیں گیا تو وہ اگلی شام فیصل کے کمرے میں گئی جہاں وہ ثوبیہ سے بات کر رہا تھا۔عطیہ کو دیکھ کر اُسے ''بعد میں کال کرتا ہوں'' کہہ کر فون بند کر دیا۔

''امی وہ آپکو خود بتانا چاہتا ہے۔'' فیصل کو لگا کہ اُسے ایسی بات نہیں چھیڑنی چاہیے تھی۔

''میں اُس سے کچھ نہیں کہوں گی۔تم بتاؤ؟'' عطیہ نے اصرار کیا۔

''اُسے دیبہ پسند آ گئی ہے۔''

http://kitaabghar.com

''اوہ اچھا۔۔مجھے کچھ کچھ شک تو ہو رہا تھا پہلے ہی۔''

''آپکو کیسے؟'' فیصل حیران ہوا۔

''ماں ہوں تم لوگوں کی، نظر پہچانتی ہوں۔'' عطیہ مسکرائی۔

''بتائیں نا۔۔۔آپکو کیسے شک ہوا؟''

''تمہاری تاریخ طے کی تھی تب بھی دیبہ کو ہی دیکھے جا رہا تھا اور اُس دن کپڑے لینے گئے تو تب بھی اُسکے ساتھ تھا۔ ویسے بھی دیبہ کی بات ہو تو بلی کی طرح کان کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے۔'' عطیہ کے سنجیدگی سے کہنے پر فیصل ہنسنے لگا۔

''بلی نہیں امی، بلے کی طرح۔'' فیصل نے ہنستے ہنستے کہا۔

''چلو اچھا ہے دنوں بہنیں ایک ہی گھر میں ہوں گی۔ دونوں بھائی جڑے رہیں گے۔'' عطیہ بردباری سے بولی۔

یوسف عطیہ کا بے انتہا لاڈلا تھا۔ وہ دور ہوتا تھا اسلیے اُسکی خواہش عطیہ کو کچھ زیادہ ہی عزیز تھی۔

☆......☆......☆

شادی سے دو دن پہلے ثوبیہ کا جوڑا تیار ہوا جو کہ یوسف شاپ سے اٹھا کر اُن کے گھر پہنچانے گیا۔

''آؤ بیٹا، آؤ بیٹھو۔'' گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، ہر طرف گہما گہمی تھی سارہ بھابھی کا موڈ معمول سے ہٹ کر بہت اچھا تھا۔ معیز کو ماں کی کڑی نظر سے نجات ملی تو وہ اپنی آزادی انجوائے کر رہا تھا۔ طلحہ اور طاہر دونوں گھن چکر بنے ہوئے تھے۔ ثوبیہ مزے سے سارا دن بیوٹی ٹپس آزماتی رہتی اور کمرے میں سے دیبہ کو آرڈر کرتی رہتی۔ فاطمہ اور رضا مہمانوں کو سنبھالنے، شادی کی تمام تیاریاں دیکھنے میں مصروف تھے۔

یوسف کو فاطمہ نے ڈرائنگ روم میں بیٹھایا۔

''آنٹی، یہ شادی کا جوڑا دینا تھا۔'' یوسف نے ہاتھ میں پکڑے، دو بڑے باکس ٹیبل پر رکھ دیئے۔

''بہت شکریہ بیٹا، تم نے یہ تکلیف کیوں کی، بتا دیتے تو میں طلحہ کو بھیج دیتی۔ تمہیں زحمت ہوئی۔'' فاطمہ اُسکے بائیں طرف صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''نہیں آنٹی، کوئی پرابلم نہیں ہے۔۔۔'' یوسف شائستگی سے بولا۔

''بیٹا تم بیٹھو، میں چائے پانی کا کہہ کر آتی ہوں۔ اصل میں مصروفیت ہے نا سب کی کسی کو شاید پتہ ہی نہیں چلا کہ تم آئے ہو۔''

''آنٹی پلیز۔۔کوئی تکلف نہیں۔۔۔ میں اب چلتا ہوں۔'' یوسف اٹھ کھڑے ہوئے۔ نظریں بے چینی سے دیبہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی اور دل بے تابی سے دیدار کے لئے دعائیں کر رہا تھا۔

http://kitaabghar.com

''ارے بیٹا۔ایسے کیسے۔بیٹھ جاؤ۔پلیز۔میں ابھی آتی ہوں۔۔۔''فاطمہ نے محبت سے کہا تو یوسف شکریہ کہہ کر بیٹھ گئے۔

''امی۔۔۔امی۔۔۔۔''فاطمہ کو نکلے کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ یوسف کی سماعتوں سے دیبہ کی آواز ٹکرائی۔دل کی بے تابی اور بھی بڑھ گئی۔

''امی آپ ادھر ہیں کیا؟'' دیبہ تیزی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔اور یوسف کو وہاں بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

''اسلام علیکم۔۔۔'' اُس نے کنفیوژ ہو کر سلام کیا۔یوسف اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''کیسے ہیں آپ؟'' دیبہ نے میزبانی نبھائی۔

''وعلیکم اسلام۔میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟''یوسف کی بے قرار آنکھوں کو گویا قرار مل گیا۔

''جی شکر ہے اللہ کا۔آپ بیٹھیں پلیز۔۔۔میں بھائی کو بھیجتی ہوں۔''دیبہ نے دروازے سے ہی مڑ جانا چاہا لیکن یوسف کی آواز نے اُسے روک لیا۔دیبہ نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

''میں ثوبیہ بھابھی کی شادی کا جوڑا لایا ہوں۔''اُس نے مسکرا کر کہا۔دیبہ کے چہرے پر ایک دم پُر جوش تاثرات آئے وہ ڈبے کی طرف بڑھی۔

''آپی کو اتنا انتظار تھا جوڑے کا۔لیکن یہ تو دو ہیں؟'' ٹیبل کے قریب پہنچ کر جب اُس نے دو ڈبے دیکھے تو کنفیوژ تاثرات کے ساتھ اُس نے یوسف کی طرف دیکھا۔

''یہ آپ کے لیے ہے؟؟''

''میرے لئے؟'' دیبہ حیرت زدہ ہوئی۔

''اُس دن آپکو ایک جوڑا پسند آیا تھا۔وہ میری طرف سے تحفہ ہے آپکے لئے۔پلیز اُسے قبول کر لیجئے۔''

''اسکی بالکل ضرورت نہیں ہے۔آپ نے خواہ مخواہ تکلف کیا۔''دیبہ کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیسے یوسف کو منع کرے۔یوسف جو ابھی تک کھڑا تھا،وہ دھیرے سے چلتا ہوا دیبہ کے پاس آ گیا۔اُس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر دیبہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

''یہ تکلف نہیں۔میرے دل کی خواہش ہے۔میں چاہتا ہوں آپ یہ دُلہن کی بارات والے دن پہنیں۔۔۔میرے لئے تیار ہوں۔'' یوسف نے اتنا سیدھا سیدھا کہا کہ دیبہ ناسمجھی کے عالم میں اُسے دیکھے گئی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' کچھ لمحے خاموشی میں گزر گئے۔اُسکے بعد دیبہ نے پریشانی سے کہا۔

''اپنے دل کی بات۔''یوسف ایک قدم اور بھی قریب ہو گیا۔دیبہ مزید اُسکی طرف نہیں دیکھ سکی۔اُسکا سر شرم کے مارے جھک

گیا۔" آپ مجھے اچھی لگتی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ فیصل اور ثوبیہ کی شادی کے بعد ہماری بات بھی طے کر دی جائے۔ آپ کو کوئی اعتراض؟" دیبہ نے ایک دم سر اٹھا کر یوسف کی طرف دیکھا اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یوسف اُس سے یہ سب کہہ رہا ہے۔ شک تو اُسے تھا لیکن اتنی جلدی اتنا اچانک وہ کہہ دے گا۔ اُسکی اُمید نہیں تھی دیبہ کو۔

دیبہ کی خاموشی پر یوسف کو پریشانی ہوئی۔ پھر اُسکے تاثرات دیکھ کر یوسف کو اندازہ ہوا کہ وہ شاک کے عالم میں ہے۔ یوسف کچھ اور بھی اُس سے قریب ہوا۔ دیبہ نے سر ایک دفعہ پھر سے جھکا لیا۔

"میں چلتی ہوں۔۔۔" دیبہ مڑی لیکن جا نہ سکی۔ کیوں کہ اُسکا ہاتھ یوسف کی گرفت میں آچکا تھا۔

"مجھے جواب دیئے بغیر نہیں جا سکتی۔" یوسف نے دھونس جمائی۔ اُس نے نرمی سے دیبہ کو اپنی طرف موڑا۔

"تمہیں پہلی دفعہ دیکھتے ہی میرے دل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو جسے میرا دل ہمیشہ کے لیے اپنا ساتھ بنانا چاہتا ہے۔ مجھے پہلی نظر میں ہی تم سے محبت ہو گئی تھی۔" دیبہ کا سر جھکا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ یوسف کی گرفت میں تھے۔ شرم کے مارے اُسکے گال سرخ ہو گئے تھے اور دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ جیسے سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔

"میں نے فیصل سے بات کر لی ہے اور اُس نے یقیناً ابھی تک امی سے بات کر لی ہو گی۔ لیکن میں پہلے تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔" یوسف کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ دیبہ خاموش رہی۔

"دیبہ پلیز مجھے بتاؤ۔ تمہاری خاموشی سے میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر میری امی رشتہ لے کر آئیں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔" یوسف کے لہجے سے بے چینی ٹپک رہی تھی۔

دیبہ سے سر نہیں اٹھایا گیا۔ اُس نے جھکے سر کے ساتھ نفی میں گردن ہلائی۔ یوسف اُسکے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ دیکھ چکا تھا۔ اس سے زیادہ وہ یوسف کی قربت میں نہیں کھڑی ہو سکتی تھی۔ اُس نے اپنے ہاتھ چھڑوائے اور تیزی سے ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

یوسف کو اپنا آپ ہواؤں میں اُڑتا ہوا محسوس ہوا۔ ایسے لگا جیسے کل کائنات کے خزانے اُسے مل گئے ہوں۔ اُسکے چہرے کی مسکراہٹ دل کا حال عیاں کر رہی تھی۔

☆......☆......☆

دیبہ نے کتنے ہی فون کر کے فاریہ کو منایا تھا۔ پہلے تو وہ طلحہ سے ناراض تھی لیکن دیبہ کی خوشی دیکھ کر وہ دیبہ سے بھی ناراض ہو گئی تھی۔ دیبہ نے بڑی مشکل سے اُسے منایا تو وہ ڈھولکی پر آنے کو تیار ہوئی۔

دیبہ کا F-7 کے خاموش اور پُرسکون علاقے میں بنا پرانے طرز کا گھر تھا۔ گھر کا بڑا سا خوبصورت سالان تھا جسے رضا خاص اپنی نگرانی میں رکھتے تھے۔ سردی کی شدت اس دفعہ کچھ زیادہ ہی تھی اسلیے تمام پھول اور پودے جھڑ گئے تھے۔ درخت اور پودے گنجے ہو گئے

تھے۔گھاس البتہ ہری تھی۔اُن کے لان کی گھاس سردی، گرمی میں ہری ہی رہتی تھی۔سردی میں گھاس کچھ کم ہری ہو جاتی تھی۔لیکن تمام خشک، جھڑے ہوئے درختوں اور پودوں میں آنکھوں کو بھلی لگتی تھی۔اُن کے گھر کے دونوں طرف لمبائی میں پورچ تھا۔اور بڑا سائیز کے گملوں سے بھرا ہوا تھا۔ جہاں بڑی سی چھتری والے میز اور کرسیاں لگی ہوئیں تھیں۔گھر پرانی طرز کا تھا لیکن بہت صفائی سے بہت خوبصورتی سے رکھا گیا تھا۔

فاریہ جب گیٹ کے سامنے اتری تو اُسکی نظر اندر سے آتے طلحہ پر پڑی وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔فاریہ کا دل ایک لمحے کے لئے تیز دھڑکا۔پھر اُس نے اپنے دل کو ڈپٹا۔

"بھائی میں کال کر دوں گی جب پک کرنا ہوگا۔" فاریہ نے دروازہ بند کر کے دانیال کے کھڑکی کھولنے پر کہا۔

"بہت دیر نہیں کرنا۔مجھے صبح جلدی آفس جانا ہے اسلیے جلدی سونا چاہتا ہوں۔اوکے؟"

"ٹھیک ہے بھائی۔"

اس سے پہلے کہ دانیال گاڑی لے جاتا اُسکی نظر طلحہ اور طلحہ کی نظر اُس پر پڑ چکی تھی۔

"اسلام علیکم۔۔۔" دانیال گاڑی سے باہر نکل آیا۔طلحہ نے بھی فون بند کر دیا۔فاریہ نے دونوں کو علیک سلیک کرتے دیکھا تو خاموشی سے گاڑی کے سامنے سے گھوم کر اندر چلی گئی۔طلحہ نے ٹیڑھی نظر سے اُسے جاتے دیکھا۔

"وعلیکم اسلام۔" وہ خوشدلی سے دانیال سے گلے ملا۔"اندر آئیں پلیز۔"

"نہیں تھینک یو۔مجھے ذرا جلدی ہے۔" دانیال نے معذرت کی۔

"ایسے نہیں ہو سکتا کہ آپ آئیں اور باہر سے ہی چلے جائیں۔ایک کپ چائے پلیز۔"

"اس تکلف کی بالکل ضرورت نہیں ہے طلحہ۔"

"پلیز آئی اِنسسٹ۔۔۔"

جواباً دانیال انکار نہیں کر سکا تو گاڑی لاک کر کے اُس کے ساتھ اندر چلا گیا۔طلحہ اُسے ڈرائنگ روم کے دروازے سے لے جانے کے بجائے لاؤنج کے دروازے سے لے گیا۔کیونکہ اُسکی گاڑی جس گیٹ کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی تھی۔وہ لاؤنج کی سائیڈ تھی۔

"طلحہ۔طلحہ۔۔۔" وہ دونوں ابھی لاؤنج کے سامنے پہنچے ہی تھے کہ طلحہ کی بڑی خالہ کی بیٹی دانیہ نے اُسے روک لیا۔

"جی باجی۔" طلحہ نے اُسے تیزی سے آتے دیکھا تو تحمل سے بولا۔

"ثوبیہ کی مہندی کے دوپٹے کو پیکو کروانی تھی۔وہ تم لے گئے تھے۔۔۔لائے نہیں؟"

طلحہ کے برابر میں کھڑے دانیال کی نظر لاؤنج کی طرف اٹھی تو وہاں ساری لڑکیاں گول دائرے میں بیٹھی پُر جوش انداز میں

http://kitaabghar.com

تالیاں بجا رہی تھی۔ اور گول دائرے کے اندر دیبہ ڈانس کر رہی تھی۔ ہوٹنگ، سیٹیاں بجانا، تالیاں بجانا، گانے کے ساتھ اونچی اونچی آواز میں گانے گانا۔۔۔ سری لڑکیاں خوب انجوائے کر رہی تھیں۔ دیبہ کے لمبے بال کھلے ہوئے تھے۔ اُس نے سویٹر اُتار رکھا تھا۔ جس سے اُسکی جسامت عیاں ہو رہی تھی۔ اُس نے بلیو کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی اور گولڈن چوڑی دار پاجامہ۔ ڈوپٹے کے بغیر ڈانس کرتے ہوئے اُس نے دانیال کو پوری طرح سے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

"آجائیں۔۔۔" طلحہ کی آواز ایک دم دانیال کو ہوش کی دنیا میں واپس کھینچ لائی۔

"جی۔۔۔" دانیال، طلحہ کے برابر چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔

طلحہ نے دانیہ کو چائے بھجوانے کا کہہ دیا تھا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد دونوں اپنی اپنی جاب کی باتیں کرنے لگے۔

"فرگوسن تو انٹرنیشنل فرم ہے نا۔ بڑی مانگ ہے اُسکی۔ آپ یقیناً آؤٹ اسٹینگ ہونگے ورنہ وہاں جاب ملنا اور اِس عمر میں سنئیر مینجر بننا کوئی آسان نہیں ہے۔" طلحہ اُسکی تعریف میں بولا۔

"آپ ماڈل بن رہے ہیں ورنہ گوگل میں ہر ایک کو آفر نہیں آتی۔ آپ چھ مہینے تک جائیں گے؟" دانیال نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارادہ میرا چھ مہینے تک کا ہی تھا لیکن انہوں نے کہا کہ میں تین مہینے میں جوائننگ دے دوں۔ میرا خیال ہے کہ دیے دیتا ہوں۔"

"آئی ٹی میں اچھا خاصا سکوپ ہے۔"

"ہاں سکوپ تو بہت ہے اور مزے کی جاب ہے آپ کی۔۔۔ آڈیٹنگ وغیرہ تو بہت مشکل ہے۔"

طلحہ نے سوال نما انداز میں کہا۔

"مشکل تو نہیں ہے۔ لیکن ہر چیز میں پرفیکٹ ہونا بہت ضروری ہے۔ چھوٹی سی غلطی بڑی مہنگی پڑ سکتی ہے۔" دانیال دھیمے سے ہنسا۔

"جہاں لاکھوں، کروڑوں کی آڈیٹنگ ہو رہی ہو، آئم شیور وہاں ایک دم میچ ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔"

دانیہ نے چائے بھجوادی دونوں نے اپنی اپنی جاب کے حوالے سے باتیں کرتے ہوئے چائے ختم کی اور دانیال اجازت لے کر چلا گیا۔

☆......☆......☆

فاریہ کو پیاس لگ رہی تھی اور دیبہ کہیں دیکھنے میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مہوش بری طرح سے کھانے میں مصروف تھی۔ فاریہ نے سوچا کہ وہ خود ہی کچن سے پانی پی آتی ہے۔ مہوش کو کہہ کر کہ "میں پانی پی کر آئی" وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔ کچن گھر سے ذرا الگ تھا۔ اور اس وقت کچن میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ لائٹ آن تھی۔ اسلیے فاریہ اندر چلی گئی۔ وہ پانی پی رہی تھی کہ اُسے کچن میں کسی کے آنے کی آواز آئی۔ طلحہ

برتن کچن کے کاؤنٹر پر رکھ کر مڑا تو اُسکی نظر فاریہ پر پڑ گئی۔ دل کو بے انتہا خوشی ہوئی اُسے دیکھ کر۔ وہ کب سے اُس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

''اسلام علیکم۔'' فاریہ کو اُس نے سلام کیا۔ فاریہ گلاس پہلے ہی ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔ اس وقت وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔ اعتماد یک دم ہوا ہو گیا تھا۔

''وعلیکم اسلام۔'' فاریہ نے سپاٹ انداز میں کہا اور طلحہ کے قریب سے گزری۔ لیکن وہ شدید حیرت سے رکی جب طلحہ نے اُسے جانے سے روکنے کے لئے اُسکے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

''آپ آگے سے ہٹیں۔'' لہجے میں گرم ہو جانے والی فاریہ کو اس وقت بھی لمحہ ہی لگا گرم ہونے میں۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' طلحہ اپنے پورے قد کے ساتھ اُسکے سامنے کھڑا رہا۔

''لیکن مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' فاریہ نے آواز دھیمی لیکن لہجہ گرم رکھا۔

''کیوں؟'' طلحہ نے اپنے بازو سینے پر باندھے اور غور سے فاریہ کو دیکھا۔

''میری مرضی۔۔۔'' فاریہ کو طلحہ کے رویئے پر حیرت ہوئی۔ ''آپ آگے سے ہٹیں۔''

''وہ تو میں نہیں ہٹوں گا۔'' طلحہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا۔

''یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔ آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔''

''تم میری بات سن لو تو میں جانے دونگا۔''

''جی کہیے۔'' فاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔

''مجھ سے ناراض ہو؟''

''تو کیا نہیں ہونا چاہیے؟'' فاریہ کھڑک کر بولی۔

''اوں ہوں۔۔۔'' طلحہ نے نفی میں سر ہلایا۔ فاریہ نے اُسے صرف گھورا، کہا کچھ نہیں۔

''اچھا آئم سوری۔'' طلحہ نے اُسکے گھورنے پر ہاتھ اُٹھا دیئے۔ ''فاریہ۔۔۔'' طلحہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ اگر تمہیں میرے اظہار کا انداز پسند نہیں آیا تو آئم سوری لیکن میں تم سے فلرٹ نہیں کر رہا میں واقعی تمہیں پسند کرتا ہوں۔''

فاریہ اسی سچویشن کو نظر انداز کرنا چاہتی تھی کیوں کہ اتنے دنوں سے طلحہ کے بارے میں ہر بار سوچنے پر دل انوکھی لے میں دھڑکنے لگتا تھا اور تصور میں اُسکا چہرا آنے پر لبوں پر خود بخود ہی مسکراہٹ آ جاتی تھی۔

''تو؟'' فاریہ نے دل کی تیز ہوتی دھڑکن کو نظر انداز کرتے ہوئے لہجے کو سخت ہی رکھا۔

''تو کچھ نہیں۔'' طلحہ جانتا تھا کہ اتنی آسانی سے وہ یہ سب قبول نہیں کرے گی۔ ''میں صرف تمہیں اپنے دل کے حال سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اور تمہارے دل کا حال جاننا چاہتا ہوں۔ کیا تم نے مجھ پر غور کیا؟'' طلحہ نے گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے غور سے فاریہ کو دیکھا۔

''آپ مجھے جانے دیں۔'' فاریہ کی آنکھیں خود بخود ہی جھک گئی تھی۔ اُسے لگا کہ کچھ دیر مزید کھڑی رہی تو ٹانگیں ساتھ چھوڑ دیں گی۔

''میرے سوال کا جواب دیئے بغیر نہیں جا سکتی۔'' طلحہ کچھ قریب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ فاریہ مزید کنفیوژ ہوئی۔

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔۔۔'' فاریہ نے جھکی نظروں کے ساتھ کہا۔

''کیوں؟'' طلحہ نے قریب ہو کر اُسکا ہاتھ پکڑنا چاہا۔

''فاطمہ آنٹی۔'' فاریہ نے سر اٹھایا اور دروازے کی طرف دیکھ کر ایک دم کہا تو طلحہ بھی ایک دم ایک طرف ہو کر مڑا۔ اُسی لمحے فاریہ اُسکے قریب سے تیزی سے نکل گئی۔ اُسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور دروازہ خالی تھا۔

طلحہ نے نفی میں سر ہلایا اور مسکراہٹ کھل کر اُسکے چہرے کو چھو گئی۔

''دیبہ، فاریہ کا بھائی کتنا ہینڈسم ہے نا'' رات کافی دیر سے جب ثوبیہ اور دیبہ سونے کے لئے لیٹی تو، لیٹے لیٹے اچانک ثوبیہ نے کہا۔

''کون؟ دانیال؟'' دیبہ نے بند ہوتی آنکھیں کھولیں۔

''ہاں یار میں سوچتی ہوں وہ کیسی لڑکی سے شادی کرے گا۔ خود اتنا ہینڈسم ہے لڑکی بھی خوبصورت ہی چوز کرے گا۔''

''بہت روڈ ہے وہ۔'' دیبہ نے منہ بنالیا۔

''تم بھی ناڈفر ہی ہو۔ کوئی سیٹنگ ہی کر لیتی اُسکے ساتھ۔ اُسکی بہن تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو آپی۔'' دیبہ کا موڈ خراب ہوا ''وہ مجھے سخت زہر لگتا ہے اتنا روڈ ہے کہ تمہاری سوچ ہے۔''

''اب اتنا ہینڈسم ہے تو تھوڑا بہت روڈ بھی ہو گا نا۔''

''تھوڑا بہت نہیں۔ بہت زیادہ روڈ ہے۔ کالج والا قصہ یاد ہے۔''

''کون سا والا۔'' ثوبیہ نے یاد کرنے کی کوشش کی۔۔۔

''وہی۔۔۔ جب طلحہ بھائی مجھے لینے نہیں آئے تھے اور فاریہ میڈم مجھے اپنے ساتھ لے گئیں۔۔۔ آؤ۔۔۔ آؤ تمہیں ہم ڈراپ کر دیں گے۔'' دیبہ نے منہ بنا کر فاریہ کی نقل اُتاری۔

''اور اُس نے تمہارے منہ پر ڈراپ کرنے سے انکار کر دیا اور تمہیں ہمارے گھر کے بجائے اپنے گھر ڈراپ کر دیا اور کہا میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔'' ثوبیہ کو اچانک سب یاد آ گیا وہ زور سے ہنسی سب یاد کر کے۔ جب اُسے گھر آ کر دیبہ نے بتایا تھا تب بھی وہ ایسے ہی ہنسی تھی۔

http://kitaabghar.com

''خواہ مخواہ ذلیل کرا کر رکھ دیا تھا فاریہ نے مجھے۔ اُس بندے کو تو بیسک مینرز بھی نہیں ہیں۔ لحاظ اور اخلاق تو دور کی بات ہے۔''

دیبہ نے ہمیشہ کی طرح دانیال کو کوسا۔

''یار اب اتنا حسین ہے تو اتنے نخرے تو چلتے ہیں نا۔''

''ویسے آدھی رات میں تمہیں کیسے یاد آ گیا وہ۔''

''آج اُسے طلحہ کے ساتھ دیکھا تھا نا۔''

''ارے، آپی تمہیں ایک بات تو میں نے بتائی ہی نہیں۔'' دیبہ پُر جوش ہو کر اٹھ بیٹھی۔

''کیا؟'' ثوبیہ متجسس ہوئی۔

''طلحہ بھائی کو فاریہ پسند ہے۔'' دیبہ نے جوش سے مٹھیاں بھینچیں۔

''تمہیں کیسے پتہ؟'' ثوبیہ بھی اٹھ بیٹھی۔

''مجھے طلحہ بھائی نے خود بتایا ہے۔ پتہ ہے جب طلحہ بھائی مجھے فاریہ کے گھر سے پک کرنے آئے تھے تب ہی اُنہوں نے فاریہ کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ تب ہی سے وہ فاریہ کو پسند کرتے ہیں۔''

''یار یہ تو سالوں پہلے کی بات ہے۔ تم تب فرسٹ ائیر میں تھی۔''

''دیکھو آپی۔ میں جب بھائی کو کسی ایسی جگہ لے جانے کا کہتی ہوں جہاں فاریہ کے آنے کا تھوڑا سا بھی امکان ہوتا ہے بھائی کبھی انکار نہیں کرتے۔''

''اوہ۔'' ثوبیہ نے کھینچ کر لمبا سا اوہ کیا۔ ''تو یہ چکر ہے۔'' اُسے سارا معاملہ سمجھ آ گیا۔

''کیا چکر ہے؟'' دیبہ کا انداز ایک دم بدل گیا۔ ''کوئی چکر نہیں۔ میں سو رہی ہوں۔''

دیبہ فوراً منہ دوسری طرف کر کے لیٹ گئی۔

''ادھر مڑو۔'' ثوبیہ نے اُسے اپنی طرف کھینچا۔ دیبہ کو ناچار اُسکی طرف مڑنا پڑا۔

''یہ جوڑے کا کیا چکر ہے؟ امی نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ عطیہ آنٹی نے لیا تھا لیکن عطیہ آنٹی نے تو نہیں لیا تھا۔''

ثوبیہ گھور کر اُسے دیکھ رہی تھی۔

''آپی گھورنا تو بند کرو۔'' دیبہ نے منہ پھولایا۔ اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ '' اُس روز جب تم اور آنٹی شاپنگ کر رہے تھے تو مجھے ایک جوڑا پسند آ گیا تھا۔ یوسف نے وہ خود ہی خرید کر دے دیا کہ گفٹ ہے۔ میں نے نہیں کہا تھا۔'' دیبہ نے غائب دماغی سے کہا۔

''کس چکر میں؟'' ثوبیہ نے بھوئیں اچکائی۔

http://kitaabghar.com

''آپی وہ۔'' دیبہ سے کہا نہیں گیا اُس کا سر شرم کے مارے جھک گیا اور الفاظ نے ساتھ نہ دیا تو وہ خاموش ہو گئی۔

''بول بھی چکو۔'' ثوبیہ طبیعت کی بے صبری چند لمحوں کی خاموشی برداشت نہیں کر سکی۔

''آپی یوسف نے کہا تھا کہ وہ تمہاری شادی کے بعد اپنی امی کو بھیجیں گے۔'' دیبہ نے فکرمندی سے ثوبیہ کے تاثرات دیکھے۔

''سچی؟'' ثوبیہ خوشی سے چیخی۔ ''مزا ہی آجائے گا اگر تم میری دیورانی بن جاؤ گی۔'' ثوبیہ نے اُسے محبت سے گلے لگایا۔

''تم نے کیا جواب دیا؟'' ثوبیہ کو اچانک خیال آیا تو اُس نے تشویش سے پوچھا۔

''میں نے کچھ نہیں کہا۔ امی، بابا سے بات کریں تو امی، بابا ہی جواب دیں گے انہیں۔''

''شاباش۔۔۔بہت سمجھ دار ہو۔'' ثوبیہ نے محبت سے اُسے پھر گلے سے لگا لیا۔

☆......☆......☆

''اتنی ساری باتیں مجھ سے چھپائیں۔'' مہوش اور فاریہ برابر میں بیٹھی گانے گا رہی تھی کہ کچھ دیر کے بریک کے دوران فاریہ نے مہوش کو طلحہ کے بارے میں بتایا۔

''آہستہ تو بولو۔'' فاریہ نے اُسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ مہوش نے منہ پھولایا۔

''مجھے خود جیسے مہینے بھر سے پتہ تھا نا۔ یہ دیبہ ہے نا بڑی میسنی ہے اُسے اپنے بھائی کے بارے میں سب پتہ تھا مجھے کچھ بھی نہیں بتایا اُس نے۔'' فاریہ نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

''اور تم کون سا کم ہو۔ مجھے کیوں نہیں بتایا۔'' مہوش کی شکایت ابھی بھی اپنی جگہ قائم تھی۔

''بتا تو رہی ہوں۔ اور کیسے بتاؤں؟'' فاریہ نے غصہ کیا۔

''اُس دن فون پر طلحہ نے تم سے اظہارِ محبت کیا تھا؟''

''ہاں۔'' فاریہ کو شرم محسوس ہوئی۔

''میرے سامنے کیوں شرما رہی ہو۔'' مہوش نے جان کر اُسے چھیڑا۔

''دفع ہو جاؤ تم۔'' فاریہ حسبِ عادت گرم ہوئی۔

''آنٹی۔'' معیز نے فاریہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ '' میرا مطلب ہے چچی جان۔۔۔''معیز نے نہایت معصومیت سے کہا مہوش کی ایک دم ہنسی چھوٹ پڑی فاریہ نے معیز کو گھور کر دیکھا۔ بیچارہ بچہ سہم گیا اور جو کہنے آیا تھا وہ بھول بھال گیا اور موتیے کے گجرے اُسکی گود میں تقریباً پھینک کر بھاگ گیا۔ مہوش ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ فاریہ غصے سے گجرے لے کر اٹھی اور جس سمت معیز گیا تھا اُس سمت چل پڑی۔

http://kitaabghar.com

''چاچو اب چاکلیٹ دیں نا۔'' معیز طلحہ کی گود میں چڑھا چاکلیٹ، چاکلیٹ کی ضد کر رہا تھا۔ وہ کمرے کے سامنے لابی میں کھڑے تھے جو کہ لاؤنج سے تھوڑا اوجھل تھا۔

''تم نے گجرے پھینکے کیوں گود میں؟ ہاتھ میں کیوں نہیں دیئے۔'' طلحہ اسے لے کر کمرے کے اندر داخل ہو گیا، اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔

''چاچی ایسے دیکھ رہی تھی۔۔۔''معیز نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر طلحہ کو دکھائی تو طلحہ ہنسنے لگا۔'' مجھے ڈر لگ رہا تھا چاچی سے۔ چاچی گندی ہے۔''معیز نے معصومیت سے شکایت کی۔

''ہاں ہے تو لیکن تھوڑی سی اچھی بھی ہے۔''

''اب چاکلیٹ دیں۔''معیز نے ہاتھ پھیلایا۔ طلحہ نے قمیض کی جیب سے چاکلیٹ نکال کر اُسکے ہاتھ پر رکھ دی۔ اب وعدہ کیا تھا تو دینی تو تھی ہی۔ معیز اپنی چاکلیٹ لے کر خوشی خوشی بھاگ گیا۔ طلحہ چہرے پر بڑی مسکراہٹ سجائے مڑا تو فاریہ دروازے کے ٹھیک بیچ میں کھڑی تھی۔ طلحہ کی مسکراہٹ اُسکے تاثرات دیکھ کر فوراً غائب ہو گئی۔ فاریہ چند قدم دروازے سے اندر آ گئی۔

''ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتی آپکو۔'' فاریہ نے سنجیدگی سے بات شروع کی۔ طلحہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔''اپنے گھر میں آئے مہمان کے ساتھ ایسی حرکتیں کر کے کیا ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ بچے کے منہ سے ایسی بات کہلوا کر اور پھول بھجوا کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں نہ کہ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔'' طلحہ دھیمے سے مسکرایا۔

''کیا آپ کو فلرٹ کرنے اور بے عزت کرنے کے لیے اور کوئی لڑکی نہیں ملی۔ اور کسی بات کا نہیں تو اسی بات کا لحاظ کر لیں آپ کہ میں آپکی بہن کی دوست ہوں۔ آپکے والد کے بچپن کے ساتھی کی بیٹی ہوں۔ فیملی ٹرمز ہیں آپکی فیملی کے ہم لوگوں کے ساتھ۔۔۔'' فاریہ کو طلحہ کی حرکت ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ وہ غصے میں بولے چلی گئی۔ وہ طلحہ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ طلحہ کے چہرے پر نرم سے تاثرات تھے۔ چند قدموں کا فاصلہ پاٹ کر فاریہ طلحہ کے قریب گئی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسنے گجرے اُسکے ہاتھ میں رکھ دیئے۔'' مجھے ایسی حرکتیں بالکل پسند نہیں۔'' فاریہ کہہ کر مڑی لیکن مڑ نہیں سکی۔ طلحہ نے اُسے کلائی سے پکڑ لیا تھا۔

''یہ گجرے تمہارے لیے ہیں۔'' طلحہ نے سنجیدہ و گھمبیر آواز میں بات کا آغاز کیا۔ بیچ کا فاصلہ ختم کرنے کے لیے وہ فاریہ سے چند قدم قریب ہو گیا۔ فاریہ کا غصہ اور کانفیڈنس دونوں جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ گھبرا کر وہ اُلٹے قدموں طلحہ سے دور ہٹی لیکن طلحہ نے اُسکی کلائی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

''تمہارے ساتھ فلرٹ نہیں کر رہا۔ یہ تمہیں پہلے بھی بتایا تھا۔'' طلحہ مزید اُس سے قریب ہوا۔ اور فاریہ مزید پیچھے ہٹی۔ وہ دروازے کے برابر دیوار کے ساتھ جا لگی طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کر دیا۔

''دروازہ کیوں بند۔۔۔'' فاریہ نے دروازے کی طرف بڑھنا چاہا تو طلحہ نے دیوار پر ہاتھ رکھ کر اُسکا راستہ روک لیا۔فاریہ کی کلائی ابھی بھی طلحہ کے دوسرے ہاتھ میں تھی فاریہ کو شدید گھبراہٹ ہونے لگی۔اُسے غصے میں طلحہ کی طرف آنے پر پچھتاوا ہونے لگا۔

''تم سے محبت کرتا ہوں۔'' طلحہ فاریہ کی طرف جھکا۔فاریہ کا سر خود بخود جھک گیا۔طلحہ اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بول رہا تھا۔فاریہ کا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ فاریہ کو لگا کہ وہ پسلیاں توڑتا ہوا باہر آجائے گا۔اُسے اپنی ٹانگیں کمزور محسوس ہو رہی تھی۔''ابھی سے نہیں،بہت سالوں سے محبت کرتا ہوں تم سے۔تمہاری پڑھائی ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔تمہاری عمر کا بھی خیال تھا۔چیپ قسم کا آوارہ لڑکا نہیں ہوں میں۔نہ ہی دل پھینک ہوں۔لیکن اگر تم اس دل پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی ہو تو اس میں میرا کوئی قصور بھی نہیں ہے۔''

فاریہ کی سانسیں تیز ہونے لگی تھی۔اور وہ مسلسل اپنی کلائی طلحہ کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔جس میں مسلسل ناکام رہی۔

''مجھے جانے دیں۔'' اُس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

''میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔''طلحہ پرسکون انداز میں بولا۔''اور تمہیں میری بات سننے تک ہی رُکنا ہو گا۔''

''یہ بہت غلط بات ہے۔'' فاریہ کا غصہ ہوا ہو چکا تھا اُس نے التجائیہ انداز میں طلحہ کو دیکھا۔

''اوں ہوں۔''طلحہ نے نفی میں سر ہلایا۔''تمہیں ذلیل نہیں کرنا چاہتا،اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں۔تم میری بہن کی دوست ہو۔اور ابو کی دوست کی بیٹی اسی لیے اتنے سالوں میں پہلے کچھ نہیں کہا۔خاموشی سے بہت سال انتظار کیا ہے۔تمہیں بے عزت کرنے کے لیے نہیں۔اپنی زندگی میں عزت اور محبت کے ساتھ شامل کرنے کے لیے۔'' فاریہ اُسکی نظروں کی تاب نہ لا سکی۔

''آئی لو یو۔''طلحہ نے جھک کر اُسے کہا۔وہ طلحہ کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کر سکتی تھی۔اُسکے جسم سے آتی باڈی کلون کی مہک مدہوش کن تھے۔فاریہ کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اُسکے کمرے میں کھڑی تھی۔

''یہ گجرے میری محبت کا تحفہ ہیں تمہارے لیے۔'' طلحہ نے نرمی سے گجرے فاریہ کی کلائی میں ڈالے۔فاریہ احتجاج بھی نہ کر سکی۔طلحہ نے اُسکا ہاتھ چوما اور اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔

''آپ۔۔۔'' کچھ لمحے طلحہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔فاریہ نے ہمت پکڑ کر سر اٹھایا تو طلحہ کو اپنی طرف گہری نظروں سے دیکھتا پا کر وہ مزید آگے کچھ نہ بول سکی۔

''میں؟''طلحہ نے اپنے بازو سینے پر باندھے۔

''آپ بہت برے ہیں۔'' فاریہ نے تیزی سے کہا۔

''ثوبیہ کی شادی کے بعد اپنے پرنٹس کو تمہارے گھر بھیجوں گا۔تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟''

طلحہ نے اُسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے پوچھا۔

''بھیجنے پر ہی پتہ چلے گا۔'' فاریہ نے شرارتی انداز میں کہا۔اوراس سے پہلے کہ طلحہ اُسے پھر سے پکڑتا وہ کمرے سے بھاگ گئی۔ طلحہ کے لبوں پرحسین سی مسکراہٹ تھی۔

''تم کدھر چلی گئی تھی؟'' فاریہ، مہوش کے پاس آ کر بیٹھی تو مہوش نے تشویش سے پوچھا۔''اتنا بلش کیوں کر رہی ہو؟'' مہوش نے اُسے مشکوک انداز میں گھورا۔

''گھورنا بند کرو۔'' فاریہ کو اُسکا گھورنا پسند نہیں آیا۔مہوش کی نظر اُسکی کلائی میں پڑے گجرے پر پڑی جسے فاریہ نرمی سے چھو رہی تھی۔

''اوہ۔۔۔'' مہوش نے معنی خیز سے کہا اور ہنسنے لگی۔اب اُسے پوری تفصیل سننی تھی۔

☆......☆......☆

ثوبیہ اور فیصل کی مہندی کا فنکشن جوائنٹ تھا۔بہت زیادہ باہر کے لوگ نہیں تھے۔قریبی دوست اور رشتے دار تھے۔لیکن اُن کی تعداد بھی اچھی خاصی ہوگئی تھی۔ماریہ، دانیال، اور فاریہ سبھی آئے تھے۔مہوش بھی آئی ہوئی تھی۔ثوبیہ کی تین دوستیں بمعہ فیملی آئی تھی۔اونچی آواز میں چلتا میوزک سب کا خون گرما رہا تھا۔مہندی کا فنکشن گھر کے بڑے سے لان میں ہی ارینج کیا گیا تھا۔جہاں تمام سیٹنگ بہت خوبصورتی سے کی گئی تھی جو کہ سارے کا سارا، سارہ بھابھی کا کمال تھا۔سارہ نے ڈیزائننگ میں ڈگری کی ہوئی تھی۔ ہر چیز بہت ہی خوبصورت اور پرفلیکٹ تھی۔دولہے والے آ چکے تھے۔

''سنیں۔''یوسف جو بہت دیر سے دیبہ کی تلاش میں تھا بالآخر اُسکے مل جانے پر جلدی سے اُسکے پاس گیا۔

''اسلام علیکم۔'' دیبہ نے اُسے دیکھتے ہی سلام جھاڑا۔کچھ دیر پہلے ہی وہ تمام دولہے والوں سے مل کر آئی تھی۔

''وعلیکم اسلام۔یہ پھولوں کی جیولری آپکے لیے اور یہ ثوبیہ بھابھی کے لیے۔'' یوسف نے دو پیکٹ دیبہ کی طرف بڑھائے۔وہ گہری نظروں سے دیبہ کو دیکھ رہا تھا۔دیبہ اُسکی نظروں کی تاب نہ لاسکی تو پیکٹ پکڑ کر تھینک یو بول کر پلٹ گئی۔اگرچہ وہ تیار ہو چکی تھی لیکن ثوبیہ کو اُسکی جیولری پہنچا کر اُس نے اپنی پہنی ہوئی جیولری اُتار دی اور موتیے اور گیندے کے بالے اُسنے اپنے کانوں میں ڈال لیے اور گجرے بھی پہن لیے۔

''بھائی آپ نے پلیز تصویریں بنانی ہیں اپنے موبائل میں، خاص کر میری، دیبہ اور مہوش کی۔'' تیسری دفعہ فاریہ نے دانیال کو یاددہانی کروائی۔

''اچھا بابا'' دانیال مسکرایا۔فاریہ، دیبہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔رضا انہیں باہر ہی مل گئے تھے۔اندر فاطمہ اُس نے انتہائی خلوص سے ملی۔مکس گیدرنگ تھی اس لیے دانیال اور ماریہ ساتھ ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ناساز طبیعت کی وجہ سے خرم آ نہیں پائے تھے۔

''چاچی۔چاچی۔۔۔''فاریہ، دیبہ کے کمرے کے قریب پہنچی تھی کہ اُسے معیز نے پیچھے سے آواز دی۔اس دفعہ بیچارے بچے کو

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

گھورنے کے بجائے فاریہ نے طلحہ کی تلاش میں نظر دوڑائیں جو کہ اُسے کوریڈور کے آخر میں کھڑا نظر آ گیا۔ معیز نے اُسے گجرے پکڑا دیئے اور تیزی سے بھاگ گیا۔ طلحہ نے دور سے ہی پیار کرنے کے انداز میں ہونٹ بنائے۔ فاریہ فوراً شرما کر مڑ گئی اور دیبہ کے کمرے میں جاتے ہوئے اُس نے گجرے اپنی کلائی میں پہن لیے۔

''تم اِدھر کھڑے کیا کر رہے ہو؟ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں تمہیں۔'' طاہر نے طلحہ کو کھڑے دیکھا تو بے دردی سے جھاڑا۔

''جی بھائی؟'' طلحہ سر کھجاتا ہوا اُن کے ساتھ چل پڑا۔

''ثوبیہ آپی آپ اتنی حسین لگ رہی ہیں کہ فیصل بھائی کے تو آج ہوش ہی اُڑ جائیں گے۔'' فاریہ نے تیار بیٹھی ثوبیہ کو دیکھ کر کہا۔

''آپ بھی کسی کا ہوش اُڑانے کو تیار ہیں۔'' ثوبیہ شرارت سے بولی تو فاریہ جھینپ گئی۔

''چلو بھئی دلہن کو لے آؤ۔'' سارہ نے کمرے میں انٹری دیتے ہی حکم دیا۔

آگے سے ڈوپٹہ دیبہ اور فاریہ نے پکڑا اور پیچھے سے لائن میں تمام کزنز اور دوستوں نے۔ ثوبیہ خوبصورتی سے، دھیمے دھیمے چلتے ہوئے لان میں داخل ہوئی۔ بہت سارے کیمروں کے فلش ایک ساتھ چمکے تھے۔ فاریہ نے دانیال کی تلاش میں نظر دوڑائی اور اُسے کھڑے تصویریں بناتے دیکھ کر اُسے تسلی ہو گئی۔ دانیال بہت ساری تصویریں بنا رہا تھا فاریہ کی ہدایت کے عین مطابق۔

''میں بھی آ گئی۔'' مہوش فاریہ کے برابر آ کر چلنے لگی۔

''دیر سے آئی ہو۔'' فاریہ نے جھڑکا۔ مہوش جواباً صرف مسکرائی۔

☆......☆......☆

فاطمہ کا رات سے جو رونے دھونے کا پروگرام شروع ہوا تھا وہ صبح تک جاری رہا۔

''امی آپ ابھی بھی رو رہی ہیں۔'' دیبہ کچن کا کام نپٹا کر آئی جو کہ نپٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ کسی نہ کسی کا ناشتہ چل ہی رہا تھا۔

اُس کمرے میں فاطمہ اور ثوبیہ کو بیٹھے روتے دیکھا تو تشویش سے بولی۔

''نہیں رو رہی بیٹا۔'' فاطمہ نے ڈوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کیے اور بھاری آواز میں کہا۔

''کیا فلمی انداز ہے نا آپکا امی۔'' دیبہ شرارت سے بولی۔ ''پلو سے آنسو بھی صاف ہو رہے ہیں اور آپ رو بھی نہیں رہی ہیں۔''

فاطمہ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ دیبہ نے پیچھے سے جا کر فاطمہ کے گرد اپنے بازو پھیلائے۔

''اب پلیز رونا دھونا بند کر دیں اور آپی کو بھی ریلیکس کرنے دیں۔ یہ انشاءاللہ آپکی تمام نصیحتوں پر عمل کریں گی۔ اب آپ ٹینشن نہ لیں۔'' دیبہ نے محبت سے ماں کے گالوں پر پیار کیا۔

"میری شہزادی ہو۔" ایسا بہت کم ہوا تھا کہ فاطمہ نے دیبہ سے کھُل کر محبت کا اظہار کیا ہو۔ زیادہ تر وہ صرف دعائیں دیتی تھی۔ وہ تینوں باتیں کر رہی تھی۔ دیبہ نے کافی حد تک ماحول کو لائٹ کر دیا تھا۔ دروازہ کھُلا اور رضا کمرے میں داخل ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" انہوں نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

"رونا دھونا۔۔۔" دیبہ نے منہ بنا کر جواب دیا تو رضا کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ ثوبیہ بیڈ سے تھوڑا سا ایک طرف کو کھسکی تا کہ رضا کو جگہ دے سکے۔ رضا اُسکے برابر بیٹھ گئے اور انہوں نے ثوبیہ کو ماتھے پر پیار کیا۔

"بیٹا اب وہ گھر تمہارا گھر ہے اور اُن کی عزت تمہاری عزت۔" رضا نے بردباری سے سمجھانا شروع کیا۔ "اپنی ساس کو ماں کے جیسا احترام دینا، بڑوں کی کڑوی باتوں کو درگزر کرنا چھوٹوں کی اعلیٰ تربیت کی نشانی ہوتی ہے۔ کوشش کرنا محبت ہی بانٹو کیوں کہ محبت بانٹنے سے، محبت ہی ملتی ہے۔" رضا نے ثوبیہ کو اپنے ساتھ لگایا۔ دیبہ اُن کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر خود بھی اُداس ہو گئی۔

☆......☆......☆

دانیال کے تمام دوستوں کا لنچ پر ملنے کا پروگرام بنا تھا۔ اُنہوں نے خاص اصرار سے دانیال کو بُلایا تو دانیال انکار نہیں کر سکا۔

دانیال دو بجے مونال پہنچا تو موسم میں اچھی خاصی خنکی تھی۔ اُس نے گاڑی سے نکل کر اپنی جیکٹ کی زِپ بند کی اور اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔ اپنا موبائل نکال کر اُس نے ٹائم دیکھا اور گاڑی کی چابی ویلے پارکنگ میں دے کر ریسٹورنٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

مونال پہاڑی پر بنا خوبصورت ریسٹورنٹ تھا۔ جہاں سے پورے اسلام آباد کا ویو نظر آتا تھا۔ رات کے وقت جب اسلام آباد کی لائٹس آن ہوتی تھی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے زمین پر ستارے چمک رہے ہوں تمام شہر اپنے پاؤں میں محسوس ہوتا تھا۔ دن کے وقت بھی وہاں سے ویو غضب ناک تھا۔ پورے شہر کا ایک ایک حصہ واضح نظر آتا تھا۔

اس وقت مونال سردی کے ساتھ ساتھ بادلوں کی بھی لپیٹ میں تھا۔ بادل اِردگرد ایسے گزر رہے تھے کہ چند لمحے کے لئے محسوس ہوا جیسے وہ کئی بادلوں میں اُڑ رہا ہو۔ خوبصورت وسیع ریسٹورنٹ کے خوبصورت ماحول میں دانیال کا موڈ بھی بہت اچھا ہو گیا تھا۔

اُس نے ریسٹورنٹ میں نظر دوڑائی تو اوپن ائیریا میں لگے ٹیبلز میں سے ایک پر اُسے اپنا گروپ دکھائی دیا جو کہ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"ہیلو ہینڈسم۔۔۔" عرفان نے اُسے دیکھ کر خوشدلی سے کہا اُسکے دائیں ہاتھ میں سگریٹ تھا اُسنے بائیں ہاتھ سے ہی دانیال کو گریٹ کیا۔

"یہ آج کیسے بھٹک گیا۔۔۔" شاہد اُٹھ کر اُس سے گلے ملا۔ احمد اور وقاص بھی اُس سے گلے ملے۔

"اُس دن سینٹورس میں ملا مجھے، تو مجھے یاد آیا کہ ہمارا ایک دوست اور بھی ہے۔" عرفان کہہ کر ہنسا۔

''بہت کمینے ہو تم۔'' دانیال نے اُسے کندھے پر مُکا مارا۔

''یار، بہت عرصے سے غائب ہو۔'' وقاص نے گلہ کیا۔

''تمہیں پتہ ہے فرم میں کیسے کام ہوتا ہے۔انسان سے گدھا بن جاتا ہے بندا کام کرتے کرتے۔''

''جناب سنئیر مینجر ہو گئے ہیں۔کام تو کرنا ہی ہے۔''عرفان نے لقمہ دیا۔''تم کب تک مجھے سنئیر مینجر کے طعنے دو گے۔'' دانیال نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا۔اُسکے پاس انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی اس لیے وہ آرام دہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

''طعنے نہیں دے رہا یار۔چل کر۔''

''ویسے اس کا مارکیٹ میں واقعی بڑا نام ہے۔''احمد نے ستائشی انداز میں کہا۔

''اور اسے اپنے ساتھ مارکیٹ لے جانے کا بھی بڑا فائدہ ہے۔'' عرفان زور سے ہنسا۔

''وہ کیسے؟''شاہد نے پوچھا۔

''لڑکیاں اسے دیکھ کر کھچی چلی آتی ہیں۔''عرفان نے کہا تو سب نے زور سے قہقہہ لگایا۔

اُسکا گروپ کالج کے زمانے سے اُسے استعمال کرتا آ رہا تھا۔ویسے تو گروپ میں سب ہی ہینڈسم تھے لیکن دانیال بہت زیادہ حسین سراپے کا مالک تھا۔

''باز نہ آنا۔۔'' دانیال نے ہنستے ہنستے کہا۔

☆......☆......☆

''دیبہ ذرا معیز کو سنبھالو سارہ تیار ہو رہی ہے۔'' دیبہ بامشکل کاموں سے فرصت پا کر تیار ہونے کمرے میں آئی تو طاہر اُسے معیز دے گئے۔معیز کی کئی راتوں سے نیند ڈسٹرب تھی، وہ تھکا ہوا تھا۔اور آج دن میں نہ وہ سویا تھا نہ اُس نے کھانا کھایا اسلیے وہ سخت چڑچڑا ہو رہا تھا۔

دیبہ اُسے گود میں لے کر بیٹھ گئی لیکن معیز روئے چلا جا رہا تھا۔

''تم نے کچھ کھانا ہے۔چپس، سینڈوچ۔'' دیبہ نے اُسے بہلانا چاہا لیکن معیز اُسکی گود میں منہ چھپا کر روئے چلا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا اسے؟'' ثوبیہ نہا کر نکلی تو اُس نے شدت سے روتے معیز کو دیکھ کر فکرمندی سے پوچھا۔

''پتہ نہیں آپی۔صبح سے اسی طرح رو رہا ہے۔''دیبہ پریشانی سے بولی۔

''سارہ بھابھی کو بھی فرصت نہیں اپنے ششکوں سے۔'' ثوبیہ کا موڈ آف ہو گیا۔''تم نے میرے ساتھ جانا بھی ہے۔تیار کب ہو گی۔''

''میں بعد میں تیار ہو جاؤں گی۔یار پھر پارلر میں ہی تیار ہو جاؤں گی۔کتنی دیر میں نکلنا ہے؟''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''پندرہ، بیس منٹ میں ڈرائیور آئے گا۔''

''بس ٹھیک ہے اتنی دیر میں، میں معیز کو کچھ کھلا دیتی ہوں۔'' دیبہ روتے ہوئے معیز کو گود میں اٹھا کر باہر لے گئی۔

☆......☆......☆

''بھائی آپ کتنی دیر سے آئے ہیں۔'' دانیال گھر پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔ فاریہ تیار کھڑی تھی اُس نے دانیال کو دیکھتے ہی شکایت کی۔

''تم ابھی تک گئی نہیں۔'' دانیال نے گھڑی دیکھی جہاں آٹھ بج رہے تھے۔ ''تم تو جلدی جانا چاہتی تھی نا۔''

''کیسے جاتی؟ ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ بابا اور ماما دونوں نہیں جا رہے اور آپ کا فون مسلسل بند ہے۔''

''بیٹری ڈاؤن ہے یار، میں تیار ہوتا ہوں تم اسے چارج پر لگاؤ۔ پھر چلتے ہیں۔'' دانیال نے اُسے موبائل پکڑایا۔

''بھائی آپ کا فون بند ہے تو تصویریں کیسے بنے گیں؟'' فاریہ نے ہمیشہ کی طرح منہ پھلایا۔ ''کچھ تو چارج ہو جائے گا میرے تیار ہونے تک۔ باقی گاڑی میں چارج کر لیں گے۔''

''گھنٹے تک نکلتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟''

''اوکے۔'' فاریہ نے پھولے منہ کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا۔

☆......☆......☆

معیز کھانا کھانے کے بعد گاڑی میں بیٹھتے ہی سو گیا تھا۔ دیبہ اُسے گود میں اٹھا کر پارلر میں بیٹھی رہی۔

''تم کب تیار ہوگی؟'' ثوبیہ نے دیبہ کو دیکھ کر فکرمندی سے پوچھا۔

''آپی، تمہیں ہال چھوڑ کر میں گھر چلی جاؤں گی اور خود تیار ہو کر اور معیز کو تیار کر کے آجاؤں گی۔''

''لیٹ ہو جاؤ گی۔'' ثوبیہ کو دیبہ کا پلان بالکل پسند نہیں آیا۔

دیبہ جواباً صرف دھیمے سے مسکرائی۔ ثوبیہ کو ہال میں چھوڑ کر وہ گھر آئی اور خود تیار ہو کر اور معیز کو تیار کر کے ڈرائیور کے ساتھ خود بھی ہال آگئی۔ دیبہ کو ڈرائیور نے ہال کی پارکنگ میں اُتارا اور خود گاڑی لے گیا۔

دانیال فاریہ کو ہال کی انٹرنس کے سامنے اُتار کر خود پارکنگ میں گاڑی لگا کر ہال کی طرف بڑھا۔

دیبہ کو گاڑی سے اُترنے اور ڈرائیور کے چلے جانے کے بعد خیال آیا کہ اُسے انٹرنس کے سامنے اُترنا چاہیے تھا یا پھر چیزیں جن میں ثوبیہ کی ہدایت کے مطابق اُسکا تکیہ تھا، اُسکے لئے فاطمہ نے چادر لانے کو کہا تھا، قرآن پاک تھا، اور پھولوں کے چند ہار تھے، ڈرائیور کے ذریعے اندر بجھوانی چاہیے تھے۔ دیبہ نے اپنے بھاری کام والے جوڑے کے ساتھ معیز کو سنبھالتے ہوئے بامشکل چیزیں سنبھالی ہوئی تھی جب اُسے احساس ہوا کہ اُسکی ہائی ہیل کی سٹرپ کھل گئی تھی۔ اس لمحے اُسے سخت غصہ آیا۔ مجبور سی ہو کر وہ تیز چلتی ہوا میں ڈوپٹہ اور

http://kitaabghar.com

چیزیں سنبھالتی اندر ہی پارکنگ میں کھڑی سوچ رہی تھی کہ اب کیا کرے۔

''آپ کو ہیلپ کی ضرورت ہے؟''

دیبہ نے چونک کر دیکھا تو سامنے کھڑے دانیال کو دیکھ کر اُسے اطمینان ہوا۔

''نہیں۔۔۔ہاں۔۔۔'' دیبہ نے نہیں کہہ کر فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاں کہا۔''آپ یہ چیزیں پکڑ لیں۔'' دیبہ نے سوچا اس وقت تکلف نہیں کرنا چاہیے۔

''اوکے۔۔۔'' دانیال نے ہاتھ پھیلائے تو دیبہ نے اُسکے پھیلے ہاتھوں پر ایک ایک کر کے چیزیں رکھی جنھیں دانیال نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

''میری بہن کی فرمائش ہے کہ میرا تکیہ ضرور پہنچانا اُسکے بغیر میں سو نہیں سکتی۔''

دیبہ دانیال کی نظروں کی حیرت پہچان گئی تھی تو اُسنے وضاحت کرنا مناسب سمجھا۔دانیال دھیمے سے مسکرایا۔دیبہ نے پاؤں کے بل بیٹھ کر اپنا سٹرپ بند کیا۔

''تھینک یو۔۔۔'' و دیبہ نے چیزیں واپس لینے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔تیز ہوا میں اُسکا ڈوپٹہ اُڑتا ہوا دانیال کے سر پر جا پڑا۔

''اوہ۔سوری۔آئم سوری۔۔۔'' دیبہ شرمندہ ہوگئی۔لیکن ڈوپٹہ اُتارنے کے لئے آگے نہیں بڑھی۔

''آئی تھینک۔یہ میرے سر سے آپکو ہی اُتارنا پڑے گا۔'' دانیال نے دیبہ کی کنفیوژن دیکھ کر مشورہ دینے والے انداز میں کہا۔

''آئم سوری۔'' دیبہ نے آہستگی سے ڈوپٹہ اُسکے سر سے اُتارا۔''آئم رئیلی سوری۔'' ڈوپٹہ ابھی بھی دیبہ کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔بار بار اُڑ رہا تھا۔

''اٹس اوکے۔۔۔''

''آپ یہ چیزیں مجھے دے دیں۔۔۔'' دیبہ نے ہاتھ بڑھائے۔

''نو پرابلم۔یہ میں آپ کے ساتھ اندر لے جاتا ہوں۔ویسے اگر آپ یہ چیزیں کسی شاپنگ بیگ میں ڈالتی تو کافی آسانی ہوتی۔'' ہمیشہ کی طرح دانیال نے دیبہ کو نصیحت کی۔

''جی۔۔۔'' دیبہ چڑ ہی گئی۔اس لیے مزید کچھ نہیں بولی۔

''آیئے۔۔۔'' دانیال چلنے لگا تو دیبہ،معیز کو ہاتھ پکڑ کر اور دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹہ سنبھالتی اُسکے برابر چلنے لگی۔

ہال کی انٹرنس میں کھڑی سارہ نے خاصے مشکوک انداز میں دیبہ کو دانیال کے برابر چلتے دیکھا۔

''آپکی بہن کو جانے کب عقل آئے گی۔'' اپنے ساتھ کھڑے طاہر کے تاثرات سارہ نوٹ کر چکی تھی اسلیے اُس نے جلتی پر تیل

کا کام کیا۔" "اور یہ دانیال کے ساتھ کیسے آئی ہے؟" سارہ کا انداز پُرسوچ تھا۔

"تم جا کر معیز کو سنبھالو۔" طاہر نے آف موڈ کے ساتھ کہا اور مڑ گئے۔

☆......☆......☆

گھر پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی تھی۔ فاریہ نے پہلے ہی دانیال کہ کہہ دیا تھا کہ جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی وہ واپس نہیں آئے گی اسلیے دانیال نے اُسے رخصتی سے پہلے بلایا ہی نہیں۔ گھر آتے ہی فاریہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دانیال کی نیند اُڑ چکی تھی اسلیے کمرے میں جانے کے بجائے وہ ٹی۔ وی آن کر کے بیٹھ گیا۔ گھر کے سارے افراد سو چکے تھے۔ گھر میں خاموشی اور اندھیرا تھا۔ کچھ دیر چینل سرفنگ کے بعد جب دانیال کا کچھ دیکھنے کا دل نہیں چاہا تو وہ بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ چینج کر کے وہ اپنے بستر میں لیٹ گیا۔ رضائی اُس نے سینے تک کھینچ کر اپنے موبائل پر فیس بک چیک کیا اور فون سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اُسے تصویریں دیکھنے کا خیال آیا۔

دانیال نے اپنے فون گیلری کھولی اور شادی کی تصویریں دیکھنے لگا۔ اُس نے مہندی کی بہت ساری تصویریں بنائی تھی اور ہر تصویر میں دیبہ موجود تھی۔ پیلے اور سبز رنگ کا جوڑا پہنے، لمبے بالوں کی چٹیا بنائے اور پھولوں کے گہنے پہنے وہ انتہائی دلکش لگ رہی تھی۔ اور اپنے گرم بستر میں بیٹھ کر تصویریں دیکھنا دانیال کو اچھا لگ رہا تھا۔ تصویریں سلائڈ کرتے کرتے ایک تصویر پر دانیال کی انگلی رُک گئی۔ اسکرین پر دیبہ اور فاریہ کی تصویر تھی۔ یہ رخصتی کے بعد کی تصویر تھی۔ بھاری کام دار جوڑے میں، نفاست سے کیے گئے میک اپ اور جیولری سے مزّین بال۔ دیبہ انتہائی دلکش اور حسین لگ رہی تھی۔ اُسکی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے اور گال بھی بھیگے ہوئے تھے۔ فاریہ قریب ہو کر اُسے کچھ کہہ رہی تھی جس پر دیبہ کے چہرے پر بڑی جاندار مسکراہٹ آئی تھی۔ آنکھوں میں چمکتے آنسو اور چہرے پر حسین مسکراہٹ ایک عجیب سا امتزاج تھا ایسے جیسے برستی بارش میں چمکتی دھوپ نکل آئی ہو اور سارے دھنک رنگ چہرے پر دیکھائی دے رہے ہوں۔ دانیال اس تصویر کر دیکھے چلے گیا۔ اُسکی نظر اور ہاتھ اسی تصویر پر رک گئے۔ دانیال کے لب سے ہلکی سی مسکراہٹ کے انداز میں پھیلے ہوئے تھے اور آنکھوں میں روشنی سی بھر گئی تھی۔ وہ مسلسل اس تصویر کو دیکھتا رہا۔

☆......☆......☆

ثوبیہ کے جانے سے گھر جیسے ایک دم خاموش اور اُداس ہو گیا تھا۔ شاید یہ دیبہ کو ہی زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ روزانہ رات میں اکیلے سوتے ہوئے اُسے ثوبیہ کی یادشدت سے آتی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر جاتے تو دل سے بے اختیار اُسکی خوشی اور سلامتی کے لئے بے انتہا دعائیں نکلتی۔ یوسف کا خیال دیبہ کے لبوں پر مسکراہٹ لے آتا۔ کالج میں اکیلے بیٹھے ہوئے ایسی ہی مسکراہٹ دیکھ کر مہوش مشکوک ہو گئی۔ اُس نے دیبہ سے پوچھا تو دیبہ نے کچھ مسکراتے ہوئے، کچھ شرماتے ہوئے اُسے یوسف کے بارے میں سب بتا دیا۔ مہوش پر جوش ہو گئی۔ فاریہ تین دن سے کالج نہیں آ رہی تھی اُسے سخت بخار اور فلو تھا۔ دیبہ فون پر اُسکے گھر والوں سے ہی خیریت دریافت کرتی رہی۔

ثوبیہ ہنی مون سے واپس آئی تو اپنے ساری فیملی کے ساتھ فاطمہ نے اُسے کھانے پر بُلایا۔کھانے پر آنے سے تو اُنہوں نے معذرت کر لی البتہ وہ شام کی چائے کے لئے تیار ہو گئے۔ دیبہ نے بڑی محنت اور خوشی سے چائے کی مکمل تیاری کی۔ سارہ بھابھی کا موڈ آجکل کافی اچھا تھا اس لئے وہ تمام مہمانوں سے خوشدلی سے ملیں۔ طاہر اور طلحہ بھی گھر تھے۔ثوبیہ کو دیکھ کر رضا کے چہرے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی چمک آ گئی۔

فاطمہ نے روائتی ماؤں کی طرح ثوبیہ کا تفصیلی جائزہ لیا کہ وہ کتنی خوش ہے۔خوش ہے بھی کہ نہیں۔

سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب دیبہ چائے کی ٹرالی لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ یوسف کی نظریں یک ٹک اُسے گھور رہی تھی جس پر دیبہ اچھا خاصا کنفیوژ محسوس کر رہی تھی۔

''اِدھر آؤ بیٹا میرے پاس۔'' دیبہ نے چائے سرو کرنی چاہی تو عطیہ آنٹی نے اُسے اپنے پاس بُلا لیا۔اُس نے کنفیوژن میں فاطمہ کی طرف دیکھا۔فاطمہ نے آنکھوں سے جانے کا اشارہ کیا۔

''یہاں بیٹھو۔'' عطیہ نے اپنے پاس جگہ بنائی۔''بھائی صاحب آپ کی ایک بیٹی کو اپنے گھر لا کر میں اور میرا بیٹا بہت خوش اور مطمئن ہیں۔ ماشاءاللہ بھابھی آپ نے اعلیٰ تربیت کی ہے بچیوں کی۔'' عطیہ نے مسکرا کر بات کا آغاز کیا۔دیبہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

''بہت شکریہ بہن۔'' فاطمہ نے عاجزی سے کہا۔

''بھائی صاحب اور بھابھی، میں آپکی دوسری بیٹی کو بھی گھر کی زینت بنانا چاہتی ہوں۔آپکی بیٹی کو اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں۔'' عطیہ کے کہنے پر سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ثوبیہ کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ عطیہ اس طرح کی بات، اتنی اچانک کر دے گی۔

دیبہ کا پہلے سے جھکا سر اور بھی جھک گیا۔یوسف جذب سے دیبہ کو دیکھ رہا تھا۔

جسے سارہ بھابھی مسلسل نوٹ کر رہی تھی۔

''میں انکار کسی صورت نہیں سنوں گی۔ اسلیے میں انگوٹھی ساتھ ہی لائی ہوں۔'' عطیہ نے اپنے پرس میں سے ایک ڈبیہ برآمد کی جس میں ہیرے کی انگوٹھی تھی۔''آپ کی اجازت ہو تو میں یہ دیبہ کو پہنا دوں؟'' اُن کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں محبت تھی۔

فاطمہ اور رضا کہنا چاہتے تھے کہ انہیں سوچنے کا موقع دیا جائے لیکن بیٹی کا نیا نیا سسرال تھا اور سچویشن اتنی اچانک بنی تھی کہ وہ کچھ کہہ ہی نہیں سکے۔

''جی ضرور۔'' اللہ پر بھروسہ کر کے کہا۔

عطیہ نے دیبہ کا ہاتھ پکڑ کر اُسکی انگلی میں انگوٹھی ڈال دی۔دیبہ کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔

''آج سے دیبہ ہماری امانت ہے۔'' عطیہ نے دیبہ کو پیار کر کے کہا تو سب نے ایک دوسرے کو مبارک باد دینا شروع کی۔

http://kitaabghar.com

یوسف کے چہرے پر دل کو چھو لینے والی مسکراہٹ تھی اور وہ دیبہ سے نظر نہیں ہٹا رہا تھا۔

''بیٹا منہ میٹھا کرواؤ۔'' طلحہ اور طاہر اُٹھ کر یوسف سے گلے ملے۔فاطمہ نے کسی قدر شاک میں بیٹھی سارہ کو کہا۔

''امی میں جاؤں؟'' دیبہ نے دھیمی آواز میں پوچھا تو یوسف کا دل چاہا کہ اُسے جانے سے روک لے۔

''ہاں بیٹا۔۔۔'' فاطمہ نے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر کہا۔سارہ نے سب کو چائے سرو کرنا شروع کی۔ثوبیہ کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔

☆......☆......☆

فون مسلسل بج رہا تھا۔ماریہ اور خرم گھر نہیں تھے۔اپنے کمرے میں رضائی میں بیٹھے،لیپ ٹاپ پر مصروف دانیال کو پتہ تھا کہ اس وقت دیبہ یا مہوش کا فون ہوگا لیکن حیرت اُسے اس بات پر تھی کہ فاریہ فون نہیں اُٹھا رہی تھی۔فون بج بج کر بند ہو گیا۔لیکن دو منٹ بعد ہی دوبارہ کال آنے لگی۔

دانیال جھنجلا کر اپنے بستر سے نکلا۔فون اٹینڈ کرنے پر معلوم ہوا کہ دیبہ کا فون ہے۔

''میں دیبہ بول رہی ہوں۔فاریہ کا موبائل بند ہے۔پلیز اُسے بلا دیں۔'' دیبہ کا انداز التجایا تھا۔

''ہولڈ کریں۔'' کہہ کر دانیال فاریہ کے کمرے میں گیا۔''تمہاری دوست کا فون ہے۔'' دانیال نے دروازے پر ناک کیا اور ہلکا سا دروازہ کھول کر سر اندر کر کے فاریہ سے کہا۔

''مجھے بات نہیں کرنی اُس سے۔'' فاریہ کے جواب پر دانیال کو ٹھیک ٹھاک شاک لگا۔

''تو کیا کہوں اُس سے؟'' دانیال نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی کہ مجھے بات نہیں کرنی اُس سے۔'' فاریہ نے ناراضگی سے کہا۔

''او کے۔۔۔'' دانیال دروازہ بند کر کے فون کے پاس گیا۔یہ کہنا کہ فاریہ نے بات نہیں کرنی،اُسے مناسب نہیں لگا۔

''فاریہ سو گئی ہے۔'' دانیال نے دیبہ کو مخاطب کر کے بتایا۔

''میں جانتی ہوں وہ نہیں سوئی،وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔'' دیبہ نے جھٹ جواب دیا۔دانیال کو غصہ آیا کہ لحاظ کی خاطر ایک جھوٹ بولا،اوپر سے منہ پر جواب مل گیا کہ وہ نہیں سو رہی۔

''وہ مجھ سے ناراض ہے۔آپ پلیز اُسے بُلا دیں۔پلیز۔۔۔'' دیبہ کا التجائیہ انداز اُسے اب سمجھ آیا۔

''آپ ہولڈ کریں۔۔۔'' دانیال نے ریسیور ٹیبل پر رکھا اور دوبارہ فاریہ کے کمرے کی طرف گیا۔

''تمہاری دوست کہہ رہی ہے آ کر بات کرو۔''

http://kitaabghar.com

''میں کوئی اُسکی ملازمہ ہوں کہ اُسکا حکم مانو۔'' فاریہ غصے میں اکھڑی۔

''اتنا غصہ۔۔۔'' دانیال شرارت سے مسکرایا۔

''آپ بتادیں اُسے کہ مجھے بات نہیں کرنی۔'' فاریہ کا انداز دوٹوک تھا۔دانیال کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کس طرح سے دوٹوک انداز میں کہے۔

''میرا خیال ہے۔فاریہ کافی ناراض ہے۔'' دانیال کو یہی کہنا مناسب لگا۔

''دانیال بھائی پلیز اُسے بُلا دیں۔اگر اُس نے مجھ سے بات نہیں کی تو مجھے رات میں نیند بھی نہیں آئے گی۔'' دیبہ نے اصرار کیا۔دانیال کا دل چاہا کہ وہ رسیور کریڈل پر ڈال کر اپنے کمرے میں چلا جائے لیکن لحاظ کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ چاروناچار آخری بار فاریہ کے روم میں گیا۔

''تمھاری دوست کا اصرار ہے کہ تم آکر بات کرو۔اب بات کرنی ہے تو کرو۔ورنہ میں اپنے کمرے میں جارہا ہوں اور تمھاری دوست ہولڈ پر ہے۔'' دانیال نے سختی سے کہا اور حقیقتاً اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆......☆......☆

بہت کوشش کے باوجود فاریہ نہیں مانی تو دیبہ نے طلحہ سے صبح میں اُسے فاریہ کے گھر لے جانے کا کہا جس پر طلحہ فوراً مان گیا۔

گیٹ دانیال نے کھولا جس نے پہلی چیز، دیبہ کے ہاتھ میں انگوٹھی کے اضافے کو نوٹ کیا۔

اُسکے سلام کا جواب دے کر اُس نے دیبہ کو اندر آنے کا راستہ دیا اور خوشدلی سے طلحہ کو گلے ملا۔اُسکے اندر آنے پر اصرار کیا۔

''اسلام علیکم آنٹی۔'' دیبہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو ماریہ اپنی کتاب میں مصروف تھی۔اُسے دیکھ کر اُن کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔

''آنٹی فاریہ کدھر ہے؟'' اُن سے مل لینے کے بعد دیبہ نے پوچھا۔

''بیٹا اپنے کمرے میں ہے۔چلی جاؤ۔'' ماریہ نے مسکرا کر کہا اور دیبہ کے جانے کے بعد کچن میں چلی گئی۔

دیبہ دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی تو اُسے دیکھ کر فاریہ کے لبوں پر مسکراہٹ تک نہیں آئی۔

''یار کب تک ناراض رہو گی۔اتنا اچانک ہوا یہ سب کہ ہمیں بھی سمجھ نہیں آئی۔'' دیبہ مسلسل فاریہ کو منا رہی تھی۔

''اور وہ جو تم نے مہوش کو سب بتایا ہوا تھا۔مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی۔'' فاریہ، دیبہ سے ناراض تھی کہ یوسف کے بارے میں اُس نے فاریہ کو کچھ نہیں بتایا۔

''تم کتنے دنوں سے کالج نہیں آرہی ہو۔روزانہ رات میں تمہارے بھائی جان سے تمہاری خیریت دریافت کر رہی تھی۔اب اُن کے ہاتھ کیا پیغام پہنچاتی کہ فاریہ کو بتائیں یوسف نے میرے سے پسندیدگی کا اظہار کیا ہے؟''

http://kitaabghar.com

دیبہ کے سمجھانے پر فاریہ نے منہ پھلا لیا جس کا مطلب تھا کہ وہ آدھے سے زیادہ مان گئی ہے۔

"شادی کی مصروفیت میں وقت ہی نہیں ملا اور پھر تم کالج نہیں آرہی تھی اور کل انہوں نے آکر اچانک انگوٹھی پہنا دی۔ یوسف نے بھی ایک ہی دفعہ بات کی تھی۔ اُسکے بعد نہ کوئی اُن کی فون کال اور نہ کوئی اور چیز اور پھر کل ایک دھماکہ۔۔۔" دیبہ مسکرائی۔ "اب پلیز مان جاؤ۔ میں تم سے کوئی چیز راز نہیں رکھ سکتی۔"

"سچی؟" فاریہ نے پھولے منہ کے ساتھ کہا۔

"مچی۔" دیبہ مسکرا کر اُس کے گلے لگ گئی۔ تو فاریہ بھی ناراضگی بھول گئی پھر پُرجوش ہو کر اُس سے تفصیل سننے لگی۔

طلحہ بار بار بے چینی سے ڈرائنگ روم کے اندرونی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اُس نے دیبہ کو خاص ہدایت کی تھی کہ فاریہ کو لے کر ڈرائنگ روم میں لازمی آئے لیکن دیبہ تو جیسے بھول ہی گئی تھی۔

طلحہ نے اپنے امریکہ شفٹ ہونے کے پلان کے بارے میں دانیال کو آگاہ کیا پھر کچھ دیر وہ جاب کی باتیں کرتے رہے۔ جب دیبہ اور فاریہ ڈرائنگ روم سے اندر داخل ہوئی۔ طلحہ کی بے چینی ایک دم ختم ہوگئی اور لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" طلحہ نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" فاریہ کا انداز قدرے سپاٹ تھا۔ اُس نے جواباً طلحہ کا حال نہیں پوچھا بلکہ اُسے یکسر نظر انداز کر دیا اور دیبہ سے باتیں کرنے لگی۔ دانیال کا فون بجا تو وہ ایکسکیوز کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اُسکا موبائل کمرے میں تھا۔ دیبہ "میں آنٹی کی ہیلپ کرتی ہوں"، کہہ کر کچن کی طرف چلی گئی۔

"فاریہ۔۔۔" فاریہ نے اٹھنا چاہا تو طلحہ نے اُسے آواز دے کر روک لیا۔

"جی۔" فاریہ نے اُسکی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے میری باقی زندگی آپکو یہی سکھاتے گزر جائے گی کہ کسی کا حال احوال دریافت کرنا اچھی مہمان نوازی اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔"

"آپ مجھے ہر وقت اخلاق کی کلاس کیوں دیتے رہتے ہیں؟" فاریہ کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"آپ کو کوئی اور کلاس لینی ہے؟" طلحہ مسکرایا۔

"نہیں۔ بہت شکریہ۔" فاریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"فاریہ۔" طلحہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ "ناراض ہو؟"

"آپکو کوئی پرواہ ہے؟" فاریہ کے لہجے سے ناراضگی ٹپک رہی تھی۔

http://kitaabghar.com

''میری جان اٹکی ہے تم میں اور تم پوچھ رہی ہو مجھے پرواہ ہے؟''

''جب ہی میں ہفتے سے بیمار ہوں اور آپ نے پوچھا تک نہیں۔'' فاریہ طلحہ کی طرف مڑی۔

''کیسے پوچھتا، روزانہ دیبہ کے کال کرنے پر پتہ چلتا کہ تم بات نہیں کرسکتی۔'' طلحہ نے پریشانی سے بتایا۔ فاریہ جواباً چپ رہی۔ دل میں اچانک خوشی ہوئی تھی۔

''یہ تمہارے لیے۔'' طلحہ نے ڈبیہ اُسکی طرف بڑھائی جس میں گولڈ کا بریسلٹ تھا۔

''یہ۔ یہ۔ تو بہت مہنگا ہے۔'' فاریہ نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔

''تم سے زیادہ نہیں۔'' طلحہ نے مسکرا کر اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُس پر ڈبیہ رکھ دی۔

''میں یہ کیسے لے لوں؟'' فاریہ پریشان ہوئی۔

''میری محبت کا تحفہ سمجھ کر۔ آئی لو یو۔'' طلحہ نے اُسکے قریب ہو کر دھیمی آواز میں کہا تو فاریہ کے گال فوراً سرخ ہو گئے۔

''میں دیبہ کے پاس جاتی ہوں۔'' وہ شرم کے مارے فوراً ڈرائنگ روم سے بھاگ گئی۔

☆......☆......☆

دیبہ اپنی پڑھائی کر رہی تھی جب اُسے فون بجنے کی آواز آئی۔ گھر پر اس وقت وہ اکیلی تھی۔ باقی سبھی لوگ ثوبیہ کے گھر گئے ہوئے تھے۔ دیبہ نے کتابیں ایک طرف رکھی اور فون اٹینڈ کرنے چلی گئی۔

''دیبہ پلیز دروازہ کھولو۔'' فون کی دوسری طرف یوسف تھا جس نے سلام کے بعد دیبہ سے کہا تو دیبہ نے حیرت سے جی اچھا، کہہ کر فون رکھ دیا۔ دل میں اُسے سخت پریشانی ہوئی کہ اکیلے گھر میں یوسف کو کیسے آنے دے۔ اور اگر اوپر سے کوئی آ گیا تو کیسا لگے گا۔ اُس نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں چار بج رہے تھے۔ اس وقت کام والی برتن دھونے آتی تھی۔ اور گھر والوں کو گھر سے گئے تقریباً گھنٹہ ہو چکا تھا۔

پریشانی کے عالم میں دیبہ نے دروازہ کھولا اور یوسف کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

یوسف، دیبہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔

''کیسی ہو؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ کیسے آنا ہوا؟'' دیبہ کو گھبراہٹ ہو رہی تھی دل کے کسی کونے میں خوشی بھی تھی لیکن گھر والوں کا ڈر بھی تھا۔

''تمہیں معلوم ہے نا کہ میں کل جا رہا ہوں۔'' یوسف نے گہری نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ دیبہ کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا۔

''جی۔ مجھے پتہ ہے۔'' دیبہ دھیمے لہجے میں بولی۔

''تم سے جانے سے پہلے اکیلے میں ملنا چاہتا تھا۔ تمہارے گھر والے اس بات کی اجازت نہیں دیں گے اسلیے میں نے سوچا آج

http://kitaabghar.com

آ کر اُن کی غیر موجودگی میں مل لوں۔"

"""میں آپکے لیے چائے بناؤں؟" دیبہ نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا۔

نہیں، اسکی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"یوسف کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ دیبہ کو اُسکے لہجے سے پریشانی ہوئی۔

"خیریت؟"

"سب خیریت ہے۔ تمہیں اپنے بارے میں تھوڑا بتانا چاہتا ہوں۔ میں کل جاؤں گا تو عین ممکن ہے میں اگلے دوسال تک واپس نہ آؤں۔ میں نے بہت سارے ملکوں میں کافی سفر کیا ہے۔" یوسف نے دھیمے، سنجیدہ انداز میں بات کا آغاز کیا۔"دیبہ تمہیں پہلے نظر دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ یہی وہ لڑکی ہے جو میرے لئے بنی ہے۔اس احساس میں سب سے زیادہ عمل دخل تمہارے چہرے اور شخصیت سے آتے پاکیزگی کے احساس کا ہے۔ مجھے کھوٹ اور ملاوٹ سے سخت نفرت ہے۔ میں کسی چیز میں ناپاکی برداشت نہیں کرسکتا۔" دیبہ دھیان سے اُس کی باتیں سن رہی تھی۔"تم سے جب میں نے پوچھا کہ تمہیں میری امی کے آنے پر کوئی اعتراض تو نہیں تو تم نے بنا سوچے ہی نفی میں سر ہلا دیا۔اُس سے مجھے یقین ہو گیا کہ تمہاری زندگی میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔" دیبہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یوسف اُسے یہ سب کچھ کیوں بتا رہا ہے۔

"تم یقیناً سوچ رہی ہوگی کہ میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہا ہوں۔"یوسف دھیمے سے مسکرایا۔"تمہیں یہ سب اس لئے بتا رہا ہوں دیبہ کہ دوسال بعد جب میں واپس آؤں گا تو انشاءاللہ تم میری زندگی میں پوری طرح شامل ہو جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں میرے واپس آنے پر مجھے میری یہ پاکیزہ دیبہ ملے، جس کی زندگی میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

"میں برے کردار کی مالک نہیں ہوں یوسف۔" دیبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں اور تمہاری یہی چیز مجھے بے انتہا پسند ہے۔ بس ایسے ہی رہنا۔ میں تم سے جرمنی جا کر رابطہ نہیں کروں گا، جیسے میں نے تم سے یہاں رابطہ نہیں کیا۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ مجھے تمہاری یاد نہیں آئے گی یا میں تم سے محبت نہیں کرتا۔"یوسف کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا۔"بس میں تمہیں مکمل طور پر شادی کے بعد جاننا چاہتا ہوں۔ تمہاری یاد سے میرا دل بے قرار رہے گا لیکن فراق میں جو لطف ہے وہ کبھی کبھی قربت میں بھی نہیں ہوتا۔"یوسف کہہ کر خود ہی ہنسنے لگا۔"تمہیں شاید میں تھوڑا سا پاگل لگوں۔"یوسف مسکراتے ہوئے بولا۔" لیکن تمہاری پاکیزگی اور تمہاری معصومیت میں چاہتا ہوں اسی طرح رہے جب تک ہماری شادی نہیں ہو جاتی۔ اور شادی کے بعد۔ ۔"یوسف کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔"شادی کے بعد کی کہانی، تمہیں شادی کے بعد سناؤں گا۔اب تم بتاؤ، تم اپنے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہو، کوئی خواہش، کوئی پلان یا میرے بارے میں کچھ جاننا چاہتی ہو۔"یوسف نے لائٹ سے انداز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے شادی کے بعد جاننے کا آئیڈیا اچھا ہے۔" دیبہ کہہ کر مسکرائی تو یوسف بھی ہنس دیا۔

''اب میں چلتا ہوں۔میرا انتظار کرنا۔مجھے بھی بے قراری سے ان دوسالوں کے ختم ہونے کا انتظار رہے گا۔'' یوسف اٹھ کھڑا ہوا تو دیبہ بھی کھڑی ہوگئی۔یوسف چلتے ہوئے دروازے کے پاس آیا۔دیبہ دروازے کے پاس رکھے صوفے کے قریب کھڑی تھی۔یوسف اُس کے قریب آکر رُکا۔

''میں تمہیں مس کرونگا۔'' یوسف نے گھمبیر انداز میں کہا دیبہ نے شرم سے سر جھکا لیا۔''آئی لو یو دیبہ۔۔'' یوسف محبت سے کہہ کر رُکا نہیں۔دیبہ نے اُسے جاتے دیکھا۔

☆......☆......☆

''ماما میں لیٹ آؤں گا۔'' دانیال نے گھر سے نکلتے ہوئے ماریہ کو بتایا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' ماریہ نے باہر نکلتے دانیال کو روکا۔

''میں ذرا دوستوں کے ساتھ باہر۔۔۔''

''کہاں باہر؟''

''ماما اتنی تفتیش کیوں کر رہی ہیں؟'' دانیال کو ماریہ کے پوچھنے پر حیرت ہوئی۔

''آج تمہاری تیاری کچھ خاص ہے اسلیے۔'' ماریہ نے اُسے اوپر سے نیچے تک گھورا اور انہیں بے اختیار اپنے بیٹے پر پیار آیا۔

''ہم مری جا رہے ہیں رات تک آجائیں گے۔'' دانیال نے عام سے انداز میں بتایا۔

''ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔'' ماریہ دانیال سے گلے ملی اور دانیال چابیاں گھوماتا ہوا نکل گیا۔

صبح گیارہ بجے وہ مری پہنچ گئے تھے۔عرفان کا ڈونگا گلی میں ذاتی گھر تھا لیکن چونکہ وہ سب چند گھنٹوں کے لئے جا رہے تھے تو کوئی بھی ڈونگا گلی جانے کو تیار نہیں تھا۔

''یار ساری لڑکیاں مری میں ہوتی ہیں ہم ڈونگا گلی جا کر کیا کریں گے؟'' شاہد زور سے ہنس کے بولا۔وہ عرفان کی جیپ میں بیٹھے تھے۔

''کچھ پیئے پلائیں گے۔کچھ ہنگامہ کریں گے۔'' عرفان نے لالچ دینے کے انداز میں کہا۔

''ایسا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ہم مری جا رہے ہیں۔'' دانیال نے دوٹوک انداز میں کہا۔وہ عرفان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔اسکے بعد ڈونگا گلی اور مری کے بیچ کوئی بحث نہیں ہوئی اور وہ گانے گاتے، ہنستے مسکراتے، انجوائے کرتے مری پہنچ گئے۔مری ہمیشہ کی طرح صبح گیارہ بجے خالی تھا۔لوگ زیادہ تر سکون سے سو رہے تھے۔سردی شدید تھی، برف باری بھی ہوئی تھی۔پورا مری سفید ہو رہا تھا۔

''یار کافی پیتے ہیں۔'' احمد نے سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے کہا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''اچھا آئیڈیا ہے۔ یہاں چائینیز ریسٹورنٹ میں بہترین کافی ملتی ہے۔ وہیں چلتے ہیں۔'' وقاص کے کہنے پر سب چلتے ہوئے ریسٹورنٹ آ گئے۔ اندر آگ جل رہی تھی اور ریسٹورنٹ کوزی سا گرم ہوا ہوا تھا۔ اندر آ کر اُنہیں سکون آیا۔ انہوں نے کافی کے ساتھ سینڈوچز بھی منگوا لیے۔ انہوں نے قہقہوں کے دوران کافی اور سینڈوچز کھائے۔ ریسٹورنٹ میں ان کے علاوہ صرف چند لوگ اور تھے جو کہ اُن کے قہقہوں اور عجیب غریب باتوں پر کبھی انہیں گھورتے اور کبھی مسکرا دیتے۔

☆......☆......☆

''باجی۔'' کام والی سارہ کے کمرے میں صفائی کے لئے آئی تو اُس نے سارہ کو مخاطب کیا۔

''ہوں۔۔۔'' سارہ اپنے فون پر مصروف تھی وہ اس وقت کام والی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''آپ کو ایک بات بتاؤں؟'' اُس نے تجسس پھیلانے والے انداز میں بات کا آغاز کیا۔

''جو بات تم نے بتانی ہے وہ تو تم بتا کر ہی رہو گی۔ بتاؤ۔'' سارہ نے موبائل سے نظر نہیں ہٹائی۔ کل شام جب میں آپکے برتن دھونے آئی تو باجی آپ لوگ گھر نہیں تھے۔

''اور تمہیں لگتا ہے راحیلہ یہ مجھے نہیں پتہ کہ ہم گھر نہیں تھے۔''

''ارے باجی سنیں تو سہی۔ لیکن میرا نام نہیں لینا آپ نے۔'' اس جملے نے سارہ کی توجہ حاصل کر لی۔ فون سے نظر ہٹا کر اُس نے راحیلہ کی طرف دیکھا۔

''دیبہ باجی گھر میں اکیلی تھی اور میں نے ایک مرد کو آپکے گھر سے نکلتے دیکھا۔''

''طلحہ ہو گا وہ ہمارے ساتھ نہیں گیا تھا۔'' سارہ نے مشکوک انداز میں کہا۔

''نہیں باجی۔ طلحہ صاحب کو تو میں پہچانتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے میں نے اُس بندے کو شادی پر دیکھا ہے۔''

''کون؟'' سارہ کی مکمل توجہ اب راحیلہ پر تھی۔

''نام تو نہیں جانتی میں باجی۔''

''دیکھنے میں کیسا تھا؟''

''باجی دیکھنے میں بہت حسین تھا کوئی شہزادہ لگ رہا تھا۔ گورا چٹا، لمبا چوڑا، جوان تھا۔'' ''بہت ہی حسین'' سے سارہ کا خیال سب سے پہلے دانیال کی طرف گیا۔

''بال کیسے تھے؟''

''اب اتنا غور نہیں کیا میں نے باجی۔ البتہ گاڑی بہت مہنگی لگ رہی تھی۔''

http://kitaabghar.com

سارہ کا ذہن دانیال کی BMW کی طرف گیا۔ جسے دیکھ کر اُسے ہمیشہ جلن ہوتی تھی۔

''اور بتاؤ؟''

''باجی، بس میرا نام مت لینا۔ اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے، اپنا کام کرو۔'' سارہ کی دلچسپی اب موبائل سے بالکل ختم ہوگئی تھی۔

☆......☆......☆

''بھائی، آپی کی بھی شادی ہوگئی ہے اور آپ بھی جانے والے ہیں۔ میں آپ کے بغیر کتنا بور ہونگی۔'' دیبہ نے شام کے وقت اُداسی سے طلحہ سے کہا۔

''لیکن تم سے جان چھوٹ جانے پر میں بہت خوش ہونگا۔'' طلحہ نے اُسے چھیڑا۔

''جانتی ہوں میں۔'' دیبہ ناراضگی سے بولی۔ کچھ لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

''سچ بھائی۔ آپ خوش ہونگے؟'' دیبہ کے لہجے میں اس قدر معصومیت تھی کہ طلحہ کو بے اختیار اُس پر ٹوٹ کر محبت آئی اُس نے دیبہ کو گلے لگا لیا۔

''تم میری چھوٹی سی شہزادی ہو۔'' اُس نے دیبہ کے ماتھے پر پیار کیا۔

''ہم کل جا رہے ہیں آپکے رشتے کے لئے۔'' دیبہ نے خوش ہو کر بتایا۔

''مجھے پتہ ہے اور میں نے امی سے کہا ہے کہ ڈائریکٹ نکاح کی بات کریں، تمہاری بے وقوف سی دوست کا مجھے بالکل بھروسہ نہیں ہے۔''

''میری دوست کی برائی نہیں کریں آپ۔'' دیبہ ناراض ہوئی۔

''برائی نہیں کر رہا۔ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔''

''اگر بے وقوف ہے تو شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں آپ؟''

''دل کو اچھی لگ گئی ہے یار۔''

''تو آپکا دل بے وقوف ہوا نا۔'' دیبہ نے اپنی دوست کے دفاع میں کہا طلحہ زور سے ہنسا۔

''تم جب نند بن جاؤ گی نا تو پھر اپنی بھابھی کی خوب برائیاں کرو گی۔'' طلحہ نے دیبہ کو شرارتی انداز میں کہا۔

''اب یہ تو نند کا حق ہے۔'' دیبہ بھی شرارتی انداز میں بولی طلحہ ایک دفعہ پھر زور سے ہنسا۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں بہن بھائی میں۔'' فاطمہ نے دونوں کو باتیں کرتے سنا تو اُن کے پاس لاؤنج میں آ بیٹھی۔

http://kitaabghar.com

''میں بھائی کو بتا رہی تھی کہ ہم کل اِن کا رشتہ لے کر جا رہے ہیں۔''

''ہم میں کیا تم بھی شامل ہو؟'' فاطمہ کے انداز سے دیبہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ دیبہ کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں رکھتی ہیں۔

''امی، میں نے بھی ساتھ جانا ہے۔'' دیبہ نے احتجاج کیا۔

''تمہارا کیا کام ہے؟'' فاطمہ ابھی بول ہی رہی تھی رضا بھی آ گئے اور دیبہ کے برابر صوفے پر بیٹھ گئے۔

''ابو مجھے بھی جانا ہے پلیز۔'' دیبہ رضا کے گلے لگی۔ جانتی تھی فاطمہ کو منانا بہت مشکل ہے البتہ رضا کو صرف گلے لگانے کی دیر ہوتی تھی اور وہ مان جاتے تھے۔

''اچھا۔ تم بھی آ جانا۔'' رضا نے فاطمہ کی طرف دیکھنے سے پرہیز کیا۔ جانتے تھے فاطمہ ناراض ہو گی۔

''تھینک یو ابو'' دیبہ خوش ہو گئی۔ طلحہ نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

☆......☆......☆

''اسلام علیکم۔۔۔ پلیز آئیے۔۔'' دانیال نے تینوں کو خوشدلی سے ویلکم کیا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ لوگ طلحہ کے لئے فاریہ کا رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔

دانیال نے احترام سے انہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھایا۔ وہ ابھی ڈرائنگ روم میں داخل ہی ہوئے تھے کہ خرم اور ماریہ بھی آ گئے اور خوشدلی سے اُن سے ملے۔

''بیٹا تم چلی جاؤ فاریہ کے پاس۔'' ماریہ دیبہ کی بے چینی پہچان کر بولی۔ دیبہ فوراً اٹھ کر اندر چلی گئی اور ڈرائنگ روم کے دروازے سے کچھ فاصلے پر آئے دانیال سے ٹکرا گئی۔ چونکہ وہ کافی تیزی سے آ رہی تھی اسلیے ٹکر بھی شدید تھی۔

''آئم سوری۔'' دانیال نے فوراً کہا حالانکہ غلطی دیبہ کی تھی جو کہ بنا دیکھے چل رہی تھی اور دانیال کو اچھا خاصا غصہ بھی آیا لیکن مہمان داری کا لحاظ کرتے ہوئے اُس نے معذرت کرنے میں پہل کی۔ دیبہ نے اپنا ماتھا پکڑ رکھا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' دانیال نے اُسے خاموش دیکھا تو اُسے تشویش ہوئی۔ دیبہ کا دل چاہا کہ کہے اتنے سالِڈ ہو کہ لگتا ہے پتھر سے ٹکر ہو گئی ہے۔

''آئم سوری۔ میری غلطی تھی میں ذرا زیادہ ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی۔'' دیبہ نے اپنی غلطی مانی۔

''وہ تو دِکھ رہا ہے۔'' دانیال کا انداز دیبہ کو خاصا روڈ لگا۔ اُس نے ایک دم دانیال کو گھور کر دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں اور سائیڈ سے ہو کر فاریہ کے روم کی طرف بڑھ گئی۔

دانیال نے اُسے پیچھے سے دیکھا اور مسکرا کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

دانیال اندر داخل ہوا تو اُسے احساس ہوا کہ تکلفات کی منزل طے ہو چکی ہے اور رشتے کی بات ہو چکی ہے۔ دونوں فیملیز خوشگوار ماحول میں ایک دوسرے سے گپ شپ کر رہے تھے۔

''آپ طلحہ کو بھی ساتھ لے آتے۔'' ماریہ نے کہا۔

''انشاء اللہ اب تو اُسکا آنا جانا لگا رہے گا۔ ہم نے سوچا آپ رشتہ منظور کرلیں تو ہم نکاح کی تیاریاں کر لیتے ہیں۔ پھر تو رشتے داری کے بعد آنا جانا رہے گا۔'' فاطمہ نے مسکرا کر کہا۔

''انشاء اللہ بھابھی۔ میں اور خرم، فاریہ سے پوچھ کر بہت جلد آپکو جواب دیں گے۔ لیکن آپکو نکاح کی کافی جلدی ہے۔''

''طلحہ اصل میں دو مہینے میں امریکہ جا رہا ہے۔ گوگل میں اُسکی جاب ہوگئی ہے۔ اُسکا ویزہ وغیرہ بھی آگیا ہے۔ نکاح کی جلدی اسلیے ہے کہ وہ پیپر وغیرہ جمع کرادے تو فاریہ بیٹی کا بھی ویزا آجائے۔ تاکہ شادی کے بعد ماشاء اللہ دونوں ساتھ ہی چلے جائیں۔''

''اچھا۔ چھا۔ ماشاء اللہ ذہین بیٹا ہے تمہارا رضا۔'' خرم نے شائستگی انداز میں کہا۔

''ماشاء اللہ تمہارے بچے بھی میں نے سنا بڑے لائق ہیں۔ دانیال بیٹا اس عمر میں فرگوسن کا سنئیر مینجر ہے بڑی بات ہے۔''

''اللہ کا شکر ہے یار۔ اُس نے عزت رکھی ہوئی ہے۔''

وہ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ فاریہ اور دیبہ دونوں چائے لے کر آگئی۔ فاطمہ نے محبت سے فاریہ کو گلے لگایا۔ خوشگوار ماحول میں باتوں کے دوران انہوں نے چائے پی۔ خلافِ معمول دیبہ کافی چہک رہی تھی۔ تقریباً سب نے ہی یہ نوٹ کیا۔

☆......☆......☆

''آپکو اپنی بہن پر نظر رکھنی چاہیے۔'' رات کو جب طاہر اور سارہ سونے لیٹے تو سارہ نے بات کا آغاز کیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' طاہر کا موڑ فوراً خراب ہوا۔

''میرا مطلب ہے ابھی وہ بچی ہے، نا سمجھ ہے۔۔۔ اُسے اکیلے گھر چھوڑنا، یا کہیں بھیجنا مناسب نہیں ہے۔''

''تم جو کہنا چاہتی ہو۔۔ سیدھے سیدھے کہو۔'' طاہر کو دیبہ کے بارے میں کچھ بھی سننا کبھی بھی گوارہ نہیں ہوتا تھا۔

''جب ہم لوگ ثوبیہ کے گھر گئے تھے۔ گھر میں کوئی مرد آیا تھا اُس سے ملنے۔'' سارہ کے کہنے کی دیر تھی کہ طاہر بستر میں اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے سائیڈ لیمپ آن کیا۔

''الزام لگا رہی ہو میری بہن پر؟'' طاہر کا انداز جارحانہ تھا۔

''الزام نہیں لگا رہی۔ حقیقت بتا رہی ہوں۔ وہ بھی آپکی بھلائی کے لئے۔ وہ ابھی بچی ہے۔ میری چھوٹی بہن جیسی ہے۔ ہماری عزت سانجھی ہے طاہر۔ آپ میری پر غور کریں۔''

http://kitaabghar.com

''کس بات پر غور کروں اور کس نے بتایا تمہیں کہ گھر میں کوئی آیا تھا۔''

''کام والی نے دو تین دن پہلے بات کی تھی۔ میں نے جھڑک کر چُپ کروا دیا لیکن کب تک کسی کی زبان خاموش کروائی جا سکتی ہے۔''

''میں کام والی سے خود بات کرونگا۔''

طاہر کی بات سے سارہ گھبرائی لیکن اُس نے ظاہر نہیں کیا۔

''دل چاہے تو بے شک کیجیے۔ لیکن خیال رہے ہمارے اپنے گھر کی بیٹی کی عزت کی بات ہے۔ کہیں بات کا بتنگڑ نہ بن جائے۔''

''ہوں۔۔۔'' طاہر نے پُرسوچ انداز میں سر اثبات میں ہلایا۔

☆......☆......☆

''بیٹا کل فاریہ کے امی، ابو آرہے ہیں، میں چاہ رہی تھی کہ تم اور فیصل بھی آجاتے اپنی ساس کی اجازت سے۔'' فاطمہ نے ثوبیہ کو فون پر کہا۔

''امی، آنٹی کو بھلا کیا اعتراض ہوگا۔'' ثوبیہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

''اعتراض بے شک نہ ہو، بیٹا۔ لیکن وہ گھر کی بڑی ہیں ان کی اجازت سے آیا جایا کرو۔'' فاطمہ نے ہمیشہ کی طرح سمجھایا۔

''امی، آپ نے تو ہر وقت نصیحتوں کی پٹاری کھولی ہوتی ہے۔'' ثوبیہ کا انداز ابھی ہلکا پھلکا ہی تھا۔

''اور تم پر کبھی جو میری نصیحتوں کا اثر ہوا ہو۔'' فاطمہ اُسکے رویئے سے چڑی۔

''امی، اب تو مجھے ڈانٹنا بند کریں۔ میری شادی ہوگئی ہے۔'' ثوبیہ نے یاد دہانی کروئی۔

''اللہ تمہیں خوش اور آباد رکھے اپنے گھر میں میری بیٹی۔ اسی لیے تمہیں سمجھاتی ہوں۔''

''میری پیاری سی امی جان۔ میں نے آپکی ساری نصیحتیں پلو سے باندھ لی ہیں۔ میں ابھی جا کر آنٹی سے پوچھتی ہوں۔ پھر رات میں فیصل کو بھی بتا دونگی۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔۔۔''

''طلحہ کے ویزے کا کیا ہوا؟''

''آگیا ہے ویزا اُسکا۔ تمہیں بتایا نہیں اُس نے؟''

''کال کی تھی اُس نے، میں ذرا مصروف تھی۔ گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے میری بات نہیں ہو سکی تھی۔''

''اچھا، ماشاءاللہ سے ویزا آگیا ہے اُسکا۔ ہم نے سوچا ہے کہ ہم اُس کا نکاح ہی کر دیتے ہیں پھر چھ مہینے سال میں شادی کر دیں گے۔''

''اتنی جلدی کیا ہے نکاح کی امی؟'' ثوبیہ کو کچھ حیرت ہوئی۔

''تمہارے بھائی کو ہی جلدی ہے۔ اُس کا بس چلے تو کل ہی جا کر نکاح پڑھوا آئے۔''

''محبت۔۔۔امی جان محبت۔۔۔'' ثوبیہ ایک ادا سے بولی اور ہنسنے لگی۔

''چلو، اب میں بند کر رہی ہوں۔ اپنی آنٹی سے پوچھ کر مجھے پھر اپنے پروگرام کا بتا دینا۔''

''ٹھیک ہے امی۔''

''اور بیٹا اگر انہیں کوئی اعتراض ہو یا کوئی مصروفیت ہو تو قطعاً منہ نہ بنانا یا ناراض مت ہونا'' فاطمہ نے پھر سمجھایا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ا۔۔۔می۔۔۔ثوبیہ نے کھینچ کر کہا۔''

''خدا حافظ بیٹا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔'' فاطمہ نے محبت سے دعا دی۔

''خدا حافظ امی۔''

☆......☆......☆

دانیال، ماریہ اور خرم تیار ہو کر گھر سے نکلے تو فاریہ کا دل چاہا کہ وہ کہے کہ اُسے بھی ساتھ لے جائیں۔ لیکن اُسکی کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔ ایک تو وہ جانتی تھی کہ یہ ناممکن ہے۔ دوسرے اُسے اندازہ تھا کہ ماریہ اُسے ایسی بات پر شدید جھاڑ پلا سکتی ہے۔ اسی لیے وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔ اُن کے جانے کے بعد اُس نے مہوش کا نمبر ملایا۔

''تمہیں پتہ ہے۔ میری تاریخ طے ہو گئی ہے۔'' مہوش نے چھوٹتے ہی کہا۔

''سچ میں۔ یہ تو زبردست خبر سنائی ہے تم نے۔'' فاریہ پر جوش ہو گئی۔

''ہاں۔ فاز نے بالآخر ہمت پکڑی اور اپنی امی کے سامنے ڈٹ گیا۔''

''یعنی تمہاری خالہ کے سامنے۔'' فاریہ نے بات کاٹی۔

''ہاں وہی نا۔ میری ہونے والی ساس کے سامنے اور اُس نے کہا یہ شادی ہو کر رہے گی۔'' مہوش نے خاصے فلمی انداز میں کہا۔

''ابھی سے بدل گئی ہو۔ ظالم ہو۔'' فاریہ اُسکے فلمی انداز پر ہنسی۔

''تمہارا کیا بنا؟''

''ابھی امی، بھائی اور ابو گئے ہیں۔''

''اور تمہارا دل چا رہا ہے کہ تمہیں بھی ساتھ لے جائیں۔'' مہوش اُسکے لہجے سے سمجھ گئی۔

''پہنچ گئی ہو دل کی بات تک۔'' فاریہ مسکرائی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''یار، تمہیں نہیں لگتا کہ آجکل دیبہ تھوڑا بدل گئی ہے۔'' مہوش کے کہنے پر فاریہ کچھ حیران ہوئی۔

''کیسے؟''

''مجھ کچھ پریشان لگتی ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اُسکا منگیتر دو سال کے لئے چلا گیا ہے نہ تو اُداس ہوگی۔'' فاریہ نے مذاق کے انداز میں کہا۔

''ویسے اُسکا منگیتر کچھ کھسکا ہوا لگتا ہے مجھے۔''

''ہائے تم نے تو دل کی بات کہہ دی ہے۔'' فاریہ نے کہا۔ ''سچی بتاؤں تو میرا ہمیشہ سے دل چاہتا تھا کہ دیبہ میری بھابھی بنے۔''

''اور دیکھو۔ تم اُسکی بھابھی بننے والی ہو۔'' مہوش ہنسی۔

اسی طرح دونوں مزید کافی دیر باتیں کرتی رہی۔

☆......☆......☆

''طلحہ تم کس لئے تیار ہو رہے ہو؟'' ثوبیہ نے طلحہ کو لاؤنج کے شیشے کے سامنے کھڑے کنگھی کرتے دیکھا تو پوچھا۔

''میرے سسرال والے آرہے ہیں۔ میں تیار نہ ہوں کیا آپی؟'' طلحہ نے اُسے مشکوک انداز میں گھورا۔ ''تمہیں پتہ نہیں ہے کہ لڑکا اپنے سسرال والوں سے اور منگیتر سے شادی سے پہلے نہیں ملتا۔'' ثوبیہ کے لہجے میں مکمل سنجیدگی تھی۔

''اگر تمہیں لگتا ہے نا آپی کہ میں تمہارے چکروں میں آجاؤں گا تو بھول جاؤ۔'' طلحہ کے کہنے پر ثوبیہ ہنس پڑی۔ اُسی لمحے بیل بجی۔ طلحہ فوراً سے پہلے دروازہ کھولنے چلا گیا۔

''اسکی بے تابی دیکھو۔'' ثوبیہ نے دیبہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ دیبہ مسکراتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔ چائے کا سارا انتظام اُس نے اکیلے کیا تھا۔ سارہ بھابھی کا موڈ آف تھا۔ وہ خفا تھی اس بات پر کہ فاریہ کے گھر اُسے لے جانے کے بجائے دیبہ کو لے گئے۔ اس لئے وہ مہمانوں کی طرح آخری وقت میں اوپر سے نیچے اُتری۔ دیبہ نے چائے پر اچھا خاصا تکلف کیا ہوا تھا۔ مہمانوں سے ملنے کے بعد وہ دوبارہ کچن میں آگئی تھی۔ موسم قدرے معتدل ہو گیا تھا۔ کچن چولہے جلنے سے کافی گرم ہو رہا تھا۔ اسلیے دیبہ نے اپنا سویٹر اتار دیا۔ کچھ مزید دیر کام کرنے کے بعد وہ ٹرالی سجا کر ڈرائنگ روم میں لے گئی اور سارے لوازمات اُس نے سینٹرل ٹیبل پر رکھ دیئے۔ ڈرائنگ روم کا ماحول خاصا خوشگوار تھا سب لوگ ہی گفتگو میں مصروف تھے۔ ہنسنے، بولنے، قہقہے لگانے کی آوازوں سے ماحول میں گرمائش سی تھی جس سے اپنائیت کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ دیبہ تمام چیزیں رکھ کر چلی گئی۔ سرونگ کا کام سارہ بھابھی اور ثوبیہ نے کیا۔ دیبہ نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھایا ہوا تھا۔ اُس نے چائے تیار کی اور ایک بار پھر برتن اور چائے ٹرالی میں سجائے اور ڈرائنگ روم میں آئی۔

''آنٹی آپ کتنی چینی لیں گی؟'' دیبہ نے چائے بناتے ہوئے ماریہ سے پوچھا۔

''بیٹا میں ایک چمچ لیتی ہوں۔اور انکل دو چمچ لیں گے۔'' ماریہ نے ہمیشہ کی طرح مسکرا کر کہا۔

دیبہ نے انہیں اور خرم کو چائے دینے کے بعد، دانیال کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

''آپ کافی میں کتنی چینی لیں گے؟''

''میں بنا چینی کے کافی پیتا ہوں۔'' دانیال نے نرمی سے جواب دیا۔سارہ جس نے خاص طور پر نوٹ کیا تھا کہ سب کے لئے چائے اور دانیال کے لئے کافی بنائی ہے، اُس نے طاہر کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا۔طاہر خود بھی یہ بات نوٹ کر چکے تھے۔ثوبیہ اُسکی ہیلپ کرنے کے لئے آ گئی تھی۔فاریہ کے دن رات دانیال کے ذکر سے دیبہ کو ازبر ہو چکا تھا کہ دانیال چائے پسند نہیں کرتا اُسے کافی پسند ہے، اسلیے وہ اُسکے لئے کافی ہی بنا لائی تھی۔

چائے سب نے ختم کی تو رضا نے سب کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی۔

''بھابی آپ ہمارے بیٹے سے تو مل ہی چکی ہیں۔اب آپ جلد از جلد ہمیں نکاح کی تاریخ دے دیں۔'' رضا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بھائی میرا خیال ہے ابھی منگنی وغیرہ کا سوچ لیتے ہیں۔''

''بھابی آپکو پتہ ہے کہ طلحہ امریکہ جانے والا ہے۔ہم چاہ رہے تھے کہ اگر نکاح ہو جائے تو وہ پیپرز وغیرہ کے لئے اپلائی کر دیے گا۔اور انشاءاللہ فاریہ کا ویزا آتے ہی ہم شادی کر دیں گے۔''

''بات تو مناسب ہے آپکی بھائی، خرم آپ کیا کہتے ہیں؟'' انہوں نے بات خرم پر ڈال دی۔

''میرا خیال ہے جب رشتے پر ہم سب رضا مند ہیں تو پھر دیر کس بات کی۔مناسب تاریخ دیکھ کر رکھ لیتے ہیں نکاح۔''

''یہ تو بہت اچھی بات کی ہے تم نے خرم۔مبارک ہو بھئی۔بیٹا منہ میٹھا کرواؤ۔''

رضا نے خوشی سے کہا۔دیبہ نے سب کو مٹھائی پیش کی۔

''بھائی بڑی خوشی ہو رہی ہے؟'' دیبہ نے نہایت دھیمی آواز میں جھک کر طلحہ کو مٹھائی دیتے ہوئے چھیڑا۔

''تو نہ ہو کیا؟'' اُس نے بھی مکمل ڈھٹائی سے پورے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے جواب دیا۔

''بھنگڑا وغیرہ ڈالو نا۔''

''وہ بھی ڈالوں گا وقت تو آنے دو۔'' طلحہ مسکرایا تو دیبہ بھی مسکرا دی۔

☆......☆......☆

طلحہ اور فاریہ کے نکاح کی تاریخ مہینے بعد کی طے پائی تھی۔رات میں اکیلے کمرے میں سوتے ہوئے دیبہ کو ثوبیہ کی بے تحاشا یاد

http://kitaabghar.com

آئی۔ثوبیہ کی یاد کے ساتھ یوسف کی بھی یاد آ گئی۔

دیبہ، یوسف سے آخری ملاقات کے بعد سے خاصی پریشان تھی۔ وہ ایک باکردار لڑکی تھی۔اُسکی زندگی میں یوسف سے پہلے کوئی نہیں آیا اور نہ ہی اُسکا کوئی ایسا ارادہ تھا کہ وہ یوسف کے جانے کے بعد کسی سے فلرٹ کرے گی۔ یوسف کی کہی باتوں نے اُسے پریشان کر دیا تھا۔

اسلیے نہیں کہ وہ اُسکے کردار میں کوئی کمی تھی بلکہ اسلیے کہ یوسف کی اتنی بڑی بڑی امیدیں۔

یا اُسے حکم کہا جائے، میں اگر ذرا بھی اونچ نیچ ہوگئی تو کیا ہوگا۔شادی کوئی چند دن کی تو ہوتی نہیں ہے عمر بھر کا ساتھ ہوتا ہے۔کئی وہ شکی مزاج تو نہیں ہوگا۔

اور اتنا ان رومینٹک تھا کہ منگنی کی انگوٹھی پہنانے کے بعد سے اُس نے کبھی ایک دفعہ بھی کال نہیں کی۔صرف ایک دفعہ آیا، اور اپنے تمام تحفظات بتا گیا۔حالانکہ اگر وہ یہ سب نہ بھی کہتا تو بھی دیبہ کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آتی۔نہ تو اُس نے پہلے کبھی اپنی اور اپنے گھر والوں کی عزت کے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اُسکا ایسا کرنے کا ارادہ تھا۔

☆......☆......☆

''کیسی ہو؟'' فاریہ گہری نیند سو رہی تھی جب آدھی رات میں اُسکا موبائل بجا۔اُسکے 'ہیلو' کے جواب میں جو آواز آئی وہ اُسے قطعاً پہچان نہیں پائی۔

''کون؟'' فاریہ نے سوتی سوتی آواز میں پوچھا۔

''کیا بات ہے جناب، آپ تو ابھی سے مجھے بھول گئی۔'' طلحہ کے انداز میں شوخی تھی۔فاریہ کو ایک دم جھٹکا لگا وہ بستر میں سیدھی ہو بیٹھی۔اُسکی نیند ایک دم اُڑ گئی۔

''اوہ، آپ، کیسے ہیں آپ؟''

''ماننا پڑے گا کہ کمپنی کا اثر ہوتا ہے دیکھیں ابھی تو صرف بات طے ہوئی اور آپ نے خیریت دریافت کرنا شروع کر دی ہے۔'' طلحہ کا انداز ہنوز شوخ رہا۔

''آپ نے آدھی رات میں مجھے طعنے دینے کے لئے جگایا ہے کیا؟'' وہ فاریہ ہی کیا جو فوراً گرم نہ ہو جائے۔

''ارے ہماری مجال۔۔۔ہم تو آپکے بغیر سو نہیں پا رہے تھے اسلیے سوچا آپ نہ سہی آپکی آواز ہی سہی۔''

''شاعر ہو گئے ہیں آپ۔'' فاریہ ہنسی۔

''ہم تو دیوانے ہو رہے ہیں۔آپ نے شاعر کہہ دیا۔''

http://kitaabghar.com

''بس کر دیں آپ۔اور بتائیں مجھے آدھی رات میں کیوں جگایا ہے؟'' فاریہ کے لب ابھی بھی مسکرا رہے تھے۔

''تمہاری یاد آرہی ہے یار، سوچ رہا ہوں کہ مہینے بعد نکاح کے بجائے ڈائریکٹ شادی ہی رکھ لوں۔''

''منہ دھو رکھیں۔''

''منہ دھو لوں تو پھر شادی کرو گی؟'' طلحہ کے الفاظ میں مسکراہٹ ٹپک رہی تھی۔فاریہ جواباً زور سے ہنسی۔

''تمہارے بغیر نیند نہیں آرہی۔''

''مجھے بھی نہیں آرہی۔''فاریہ ابھی بھی ہنس رہی تھی۔وہ مذاق کے انداز میں بولی۔

''کتنی جھوٹی ہو لڑکی۔گہری نیند سے میں نے جگایا ہے اور مجھے کہہ رہی ہو کہ نیند نہیں آرہی۔''طلحہ کھڑک کر بولا۔

''میں نے کب کہا کہ میں گہری نیند نہیں سو رہی تھی۔میں نے کہا کہ مجھے اب نیند نہیں آرہی۔''

فاریہ نے بھی فوراً جواب دیا۔

''ہوں۔بہت تیز ہو۔تم نے ذرا مس نہیں کیا مجھے؟''طلحہ کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

''مس کرنا تھا کیا؟''فاریہ نے معصومیت سے پوچھا۔

''اب یہ بھی میں بتاؤں۔چلو ظالم حسینہ تم مجھے ستا لو۔جتنا دل چاہے۔چند مہینوں کا فراق ہے۔پھر قربت میں تمہیں داستان دل سنائیں گے۔''

''تب کی تب دیکھی جائے گی۔'' فاریہ کنفیوژ ہوئی۔اُس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ طلحہ ٹریک سے اُترے فون بند کر دینا چاہیئے۔

''سنو۔۔۔'' طلحہ سمجھ گیا کہ فاریہ فون بند کرنا چاہ رہی ہے۔اس لیئے جلدی سے اُس نے فاریہ کو مخاطب کیا۔

''جی۔''

''امی جان نے حکم دیا ہے کہ کل آپکو لے کر مارکیٹ جایا جائے اور مشترکہ طور پر پسند کیا جائے کہ آپ کس جوڑے میں میری دلہن بنے انتہائی حسین لگو گی۔حالانکہ میں نے امی کو بہت سمجھایا کہ بس آپ دلہن مجھے لا دیں۔جوڑے کی فکر نہ کریں۔لیکن کیا کریں۔آخر دنیا کو بھی منہ دیکھانا ہے نا۔''

''تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ مجھے جوڑا نہیں دلانا چاہتے۔''فاریہ کا لڑائی کے لیے تیار ہو جانا،طلحہ کے حسبِ توقع رویہ تھا۔

''تمہیں میری چاہت نہ نظر آئی، جوڑا ہی نظر آیا۔''طلحہ ہنسا۔

''مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ آدھی رات کو اتنے فریش کیسے ہیں؟اور اتنی لمبی لمبی تمہید باندھ کر کیسے بات کر سکتے ہیں؟''

''یہ تمہاری یاد ہے پاروجوہمیں رات میں بھی ہوش کھونے میرامطلب ہے سونے نہیں دیتی۔'' طلحہ کے فلمی انداز پر فاریہ کوہنسی آ گئی۔

''اچھا مذاق کے علاوہ۔'' طلحہ سنجیدہ ہوا۔''تم کل شام میں تیار رہنا میں اور امی آئیں گے تمہیں لینے۔آنٹی سے پوچھ لینا اوکے۔؟''

''ٹھیک ہے۔''

''تمہیں نہیں لگتا تمہیں مجھ سے کچھ کہنا ہے۔'' طلحہ کا انداز گھمبیر ہوگیا۔فاریہ کے دل کی دھڑکن اُسکی آواز اور لہجے کی تبدیلی سے بے اختیار تیز ہوئی۔

''نہیں۔'' اُس نے خودکوکنٹرول کیا۔

''چلوپھر میں کہہ دیتاہوں۔آئم میڈلی اِن لووِدیواورتمہارے بغیر یہ پل اب گزرتے نہیں ہیں۔''

''طلحہ اب آپکوسوناچاہیے۔مجھے بھی نیند آرہی ہے۔'' گال شرم کے مارے سرخ ہوگئے تھے۔لیکن فاریہ نے آواز سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

''کیاتمہیں مجھ سے محبت نہیں؟'' طلحہ کالہجہ شاکی ہوا۔فاریہ کادل گویادھڑکنا بھول گیا۔

''ایسا کیوں سوچا آپ نے؟'' اُس نے فوراً احتجاج کیا۔

''تم مجھ سے ایسے دور بھاگتی ہوتو۔۔۔'' فاریہ نے طلحہ کی بات پوری نہیں ہونے دی۔''میں آپ سے دور نہیں بھاگتی طلحہ۔آئی لو یوٹو۔'' وہ فوراً جذباتی ہوکر بول گئی۔لیکن پھراچانک اُسے طلحہ کی چالاکی کا احساس ہوا۔اُس نے کتنی چالاکی سے اُسکے منہ سے لویونکلوایا تھا۔

آئی لویوٹوسویٹ ہارٹ کہنے کے ساتھ طلحہ کی کِس کی آوازفون سے آئی تو مارے شرم کے فاریہ نے فون بند کردیا۔

☆......☆......☆

دانیال روزانہ رات کوجاگنگ کیلیئے جاتا تھا۔منیر کا گھر اُسکے گھر سے کچھ ہی دور تھا۔وہ وارم اپ کرتے ہوئے اُسکے گھر پہنچتا اور پھر دونوں وہاں سے جاگنگ کے لیئے جاگنگ ٹریک پر چلے جاتے۔آدھا گھنٹہ جاگنگ کر کے پندرہ منٹ وارم ڈاؤن کرتے ہوئے وہ واپس گھر آجاتے۔

منیراوروہ واک کرتے ہوئے ٹریک تک پہنچتے ہوئے باتیں کرتے جارہے تھے۔

''تم آجکل عرفان وغیرہ سے کافی کلوز ہوگئے ہو؟'' منیر نے کچھ تشویش سے کہا۔

''ہاں۔گیٹ ٹوگیدر ہوجاتی ہے۔کیوں؟''

تمہیں پتہ ہے نااُن کی کمپنی اچھی نہیں ہے۔''' منیر نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

http://kitaabghar.com

''تم ساری زندگی میری اماں بنے رہنا۔'' دانیال زور سے ہنسا۔ منیر اُسکا بیسٹ فرینڈ تھا۔ دونوں بچپن سے ساتھ تھے۔

''بکواس نہیں کرو۔'' منیر نے اُسے کندھے پر مکا مارا۔

''یار میں بڑا ہو گیا ہوں۔ اب اُن کی کمپنی میں خراب نہیں ہونگا۔''

''خراب ہونے کی کوئی عمر نہیں ہوتی ایڈیٹ۔ اور تم جانتے ہو۔ ڈرنک وغیرہ کافی کرتے ہیں اور پھر اُن کے لڑکیوں کے شوق سے بھی تم خوب واقف ہو۔''

''یار ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ ہی کرتے ہیں۔ اور تمہیں پتہ ہے وہ جتنا بھی ڈرنک کرلیں میں ایسے کاموں سے دور رہتا ہوں۔''

''بس بھائی بچ کر ہی رہنا۔ اور تمہیں یہ تو پتہ ہی ہوگا کہ تمہاری لکس کو یوز کرتے ہیں وہ لڑکیاں اٹریکٹ کرنے کے لئے۔''

''اب جناب ہیں ہی اتنے ہنڈسم کہ کیا کہنا۔'' دانیال نے اپنے فرضی کالر اٹھائے۔

''یار ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے تم نے آج تک کسی لڑکی سے چکر نہیں چلایا۔ حالانکہ لڑکیاں خود تیرے اوپر مرتی ہیں۔''

''مجھے ہر لڑکی پسند نہیں آتی۔ وہ کوئی اسپیشل ہی ہوگی جو دل میں اُترے گی۔ باقی فلرٹ واٹ کے لئے ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔''

''اور وہ اسپیشل لڑکی ملے گی کہاں تجھے؟''

''ملی تو نہیں ابھی تک۔ لیکن دل کے پاس سے ہو کر گزری ضرور ہے۔''

''نہیں کر۔ سیریسلی؟'' منیر پُرجوش ہو کر اُسکے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

''چل چھوڑ یار۔'' دانیال نے اُسے کندھوں سے پکڑ کے گھما کر اپنے برابر لا کھڑا کیا۔

''کون ہے؟'' منیر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ دانیال آگے بڑھ گیا۔

''کوئی نہیں۔ قصہ ہی شروع نہیں ہوا اُسکے ساتھ۔'' دانیال نے بنا رکے چلتے چلتے کہا۔ منیر بھاگ کر اُسکے برابر آ گیا۔

''یہ کونے والی لڑکی روز اس وقت ٹیرس پر آتی ہے تمہارے لئے۔۔ کتنا گھور کر دیکھتی ہے تمہیں۔ اسکے بارے میں سوچ لے۔'' منیر نے کونے والے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ F-8 میں اپنی گلی میں واک کر رہے تھے۔ جہاں کچھ پرانی اور کچھ نئی طرز کے گھر تھے۔ بڑے بڑے پرانے درخت سڑک پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ کچھ درخت سردی میں جھڑ گئے تھے۔ خاموش اور پُرسکون گلی میں واک کرنا دانیال کو ہمیشہ سے ہی بہت پسند تھا۔ گھر سے کچھ دور بنے پارک کے جاگنگ ٹریک پر وہ پہنچ چکے تھے۔

''ایسا کرو اُسکا دل تم بہلا لو۔ میرے سے اُمید نہ رکھنا۔'' دانیال نے مکمل سنجیدگی سے کہا۔

''مانا تم بہت ہینڈسم ہو۔ لیکن اتنا غرور۔'' منیر نے ہمیشہ کی طرح حیرت سے کہا۔

http://kitaabghar.com

''اب تک تو تمہیں عادی ہو جانا چاہیے تھا۔'' دانیال ہنسا اور دونوں جاگنگ کرنے لگے گویا اُسے یہ ماننے میں کوئی عار نہیں تھی کہ وہ مغرور ہے۔

☆......☆......☆

''آنٹی میں امی کے گھر جانا چاہ رہی ہوں۔'' ثوبیہ اور فیصل عطیہ کے کمرے میں بیٹھے ناشتے کے بعد باتیں کر رہے تھے جب ثوبیہ نے عام سے انداز میں عطیہ سے کہا۔

''بیٹا تم ضرور اپنی امی کے گھر جاؤ۔ تمہاری نئی نئی شادی ہوئی ہے میں تم پر کوئی پابندی نہیں لگانا چاہتی۔ لیکن تمہیں اپنی بیٹی کے طرح سمجھا رہی ہوں کہ اتنا زیادہ میکے نہیں جانا چاہیے۔ تمہاری اور فیصل کی عزت بھی کم ہو گی اور تمہارا دل بھی یہاں کے بجائے وہی لگا رہے گا۔'' عطیہ نے بردباری سے کہا۔

ثوبیہ سمجھ گئی کہ وہ اُسے جانے سے روک رہی ہے۔ اُسے برا تو بہت لگا لیکن اُس نے اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔

''آنٹی اگر آپکو نہیں پسند تو میں نہیں جاؤں گی۔ لیکن وہاں سب فیصل کی بہت عزت کرتے ہیں۔ بہت محبت کرتے ہیں۔ پتہ نہیں آپکو ایسا کیوں محسوس ہوا کہ فیصل کی عزت کم ہے وہاں۔'' ثوبیہ نے طریقے سے بات کی۔

''نہیں بیٹا یہ مطلب نہیں تھا میرا۔'' عطیہ نے بات سمجھداری سے سنبھالی۔ ''میں تو صرف تمہیں محبت سے اپنی بیٹی کی طرح سمجھا رہی تھی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں یہ برتن کچن میں لے جاتی ہوں۔'' وہ چائے کی پیالیاں لے کر اٹھ گئی۔

''معاف کرنا بیٹا، ثوبیہ تو برا ہی مان گئی۔'' ثوبیہ کے جانے کے بعد عطیہ نے کہا۔

''ارے امی کیسی باتیں کرتی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔'' فیصل کا انداز معذرت خوانہ تھا۔ وہ کچھ دیر عطیہ سے باتیں کرنے کے بعد کمرے میں آ گیا جہاں ثوبیہ بیٹھی اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگا رہی تھی۔

''تمہیں امی سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔'' فیصل نے اندر آتے ہی کہا۔

''کیسے؟'' ثوبیہ نے فیصل کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جیسے تم نے کی ہے۔'' فیصل اُسکے ساتھ بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ''تمہارے اسطرح اُٹھ کر آنے پر وہ سمجھی کہ تم ناراض ہو کر آئی ہو۔''

''ناراض ہو کر نہیں آئی فیصل۔ اور کوئی ایسی غلط بات بھی نہیں کی میں نے۔ میں نے صرف یہ کہا تھا کہ آپ کی عزت ہے میرے میکے میں۔ اگر آپکو میرا کہنا غلط یا برا لگا ہے تو آئم سوری۔ میں آنٹی سے بھی معافی مانگ لیتی ہوں۔'' ثوبیہ نے صلح جو انداز میں کہا۔

''نہیں۔۔نہیں۔'' فیصل نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔''

http://kitaabghar.com

''ادھر آؤ۔'' فیصل نے اُسے ساتھ لگا لیا اور نرمی سے اُسکی پیشانی چومی۔ ''ہم آج نہیں جاتے آنٹی کی طرف۔ کسی اور دن چلے جائیں گے ورنہ امی کو برا لگے لگا۔ ٹھیک ہے؟''

''ہوں۔'' ثوبیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اتنے عرصے میں اُسے سمجھ آ گئی تھی کہ عطیہ کا گھر پر مکمل ہولڈ ہے یہاں ہر چیز اُن کی مرضی سے ہوتی ہے۔ وہ روایتی ماؤں اور ساسوں کی طرح لڑتی یا چیختی چلاتی نہیں ہیں لیکن گھر میں جو بھی ہوتا ہے اُن کی مرضی سے ہوتا ہے اور اُن کے دونوں بیٹے اُن کی ہر ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

☆......☆......☆

فاریہ، مہوش اور دیبہ، تینوں دوستیں جاتی سردیوں کی دھوپ انجوائے کر رہی تھی۔ خلافِ معمول تینوں ہی خاموش تھی۔ اُن کی آخری کلاس تک آدھے سے زیادہ کالج خالی ہو جاتا تھا۔ اپنے کالج کے بڑے سے گراؤنڈ میں لگے بڑے بڑے درختوں کے درمیان وہ گھاس پر بیٹھی تھی۔

''یار مجھے تو گرمی لگ رہی ہے وہاں سائے میں بیٹھتے ہیں۔'' مہوش نے خاموشی توڑی

''ہاں چلو۔'' فاریہ نے کہا اور تینوں اُٹھ کر درخت کے سائے میں بیٹھ گئی۔ دیبہ ابھی بھی خاموش رہی۔

''تمہاری شادی کی تیاریاں کیسی جا رہی ہیں؟'' فاریہ نے مہوش سے پوچھا۔

''ٹھیک ہیں تیاریاں، آجکل زیادہ تر وقت شاپنگ میں ہی گزر جاتا ہے۔''

''اور باقی وقت فاز سے گپیں لگانے میں۔'' فاریہ نے لقمہ دیا۔

''تم طلحہ سے باتیں نہیں کرتی کیا؟'' مہوش نے فوراً پوچھا۔

''ہاں تو میں نے کب کہا یہ کوئی بری بات ہے۔'' فاریہ نے منہ پھلا کر کہا تو مہوش نے دیبہ سے کہا جو کہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا تمہیں؟'' فاریہ نے اُسے ٹہوکہ دیا۔

''ہوں۔'' دیبہ یک دم اپنے خیالوں سے چونکی۔ ''کچھ کہا تم نے؟''

''تم تو دن میں ہی سپنے دیکھنے لگی پیا کے۔'' فاریہ اور مہوش دونوں ہنسی تو دیبہ بھی دھیرے سے مسکرائی۔

''اپنے لانگ ڈسٹنس رومینس کے بارے میں۔'' مہوش نے فوراً بات مکمل کی۔

''میرا کوئی لانگ ڈسٹنس رومینس نہیں ہے۔'' دیبہ نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کتنی گھنی ہو۔۔۔ دوستوں کے ساتھ کچھ شیئر کرنے کو تیار نہیں ہو۔'' مہوش نے اُسے لتھاڑا۔

http://kitaabghar.com

''کیا شیئر کروں جب کچھ ہے ہی نہیں۔'' دیبہ نے اُسے مکمل سنجیدگی سے دیکھا۔

''سچ کہہ رہی ہو؟ یوسف تمہیں کال وال نہیں کرتا جرمنی سے۔''

''اوں۔ہوں۔'' دیبہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''وہ تو تمہیں پسند کرتا ہے۔اُسکی طرف سے تو یہ لو میرج ہے نا؟'' مہوش بے یقینی سے بولی۔

''وہ جاتے جاتے مجھے کہہ گئے تھے کہ وہ کال نہیں کریں گے۔فراق میں لطف زیادہ ہے اور انہیں پاکیزگی سے بہت محبت ہے وہ شادی کے بعد جاننا چاہتے ہیں۔'' دیبہ کی آواز بے تاثر تھی۔

''ان سب باتوں کا کیا مقصد ہوا؟'' فاریہ سمجھنے سے قاصر رہی۔

''پتہ نہیں یار۔ بھائی آ گئے ہونگے۔چلو چلیں۔'' دیبہ بے دلی سے کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔فاریہ اور مہوش نے اُسے کچھ عجیب سے انداز میں دیکھا۔

''تم اُداس ہو؟'' فاریہ نے اُسکے برابر چلتے ہوئے پوچھا۔

''اُداس کیوں؟'' دیبہ کو حیرت ہوئی۔

''یوسف تمہیں فون نہیں کرتے اسلیے۔''

''نہیں اُداس نہیں ہوں۔ پہلے تھوڑی پریشان تھی۔ پھر میں نے سوچا جب میرے کردار میں کوئی کمی نہیں ہے تو مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔'' دیبہ نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن یوسف ہے تھوڑا کھسکا ہوا۔'' مہوش نے جان بوجھ کر کہا تو دیبہ نے حسبِ توقع اُسے پیٹھ پر تھپڑ رسید کیا۔مہوش جواباً زور سے ہنسی۔فاریہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

☆......☆......☆

عرفان کی فیملی امریکہ گئی ہوئی تھی۔اُس نے ہلا گلہ کرنے کے لیے سارے دوستوں کو گھر پر دعوت دی۔دانیال آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا جب اُس کا موبائل بجا۔

''یار تم آئے نہیں ابھی تک؟'' اُسکے ہیلو کی آواز کے جواب میں عرفان کی آواز آئی۔

''میں ابھی آفس میں ہوں۔'' دانیال نے مصروف سے انداز میں کیا۔

''یار اتنی محنت نہ کیا کر۔تھوڑا انجوائے منٹ کے لئے بھی ٹائم نکالو۔''

''ابھی تو بہت مشکل ہے۔آج بہت ضروری فائلز نکالنی ہیں۔''

''کتنی دیر کا کام ہے تمہارا؟'' عرفان کے پیچھے سے میوزک اور قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھی۔

''دو گھنٹے لگ جائیں گے۔'' دانیال اُس سے جلد از جلد جان چھڑا کر واپس کام میں مصروف ہونا چاہتا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے دو گھنٹوں بعد تم سیدھا اِدھر ہی آنا۔''

''اوکے۔'' دانیال نے کہہ کر مزید کوئی بات سنے بغیر فون بند کر دیا اور واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اگلے دو گھنٹے کس تیزی سے گزر گئے دانیال کو پتہ بھی نہیں چلا وہ کام میں مگن تھا جب فون کی بیل سے چونک دیا۔

''تم آئے نہیں ابھی تک۔'' عرفان کی آواز فون میں گونجی۔

''یار بزی ہوں میں۔'' دانیال چڑ گیا۔

''چھوڑ نہ کام کو۔ آ جاؤ یار۔'' عرفان ہر صورت اُسے بلانا چاہتا تھا۔

''آتا ہوں۔'' دانیال نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ اُسے مزید آدھا گھنٹہ لگ گیا کام ختم کرنے میں۔

کام ختم کر کے اُس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور گہرا سانس خارج کیا۔ کلائی پر بندھی گھڑی پر اُس نے نظر ڈالی جہاں رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ ایسا اکثر ہوتا تھا کہ وہ رات میں دیر سے گھر جاتا۔ اپنے آفس سے نکلتے ہوئے وہ منیر کے آفس کی طرف گیا۔ منیر جا چکا تھا۔ دانیال ابھی کوریڈور میں ہی تھا کہ عرفان کا فون پھر سے آیا۔

اس وقت دانیال کا اُسکے گھر جانے کا بالکل موڈ نہیں تھا۔ وہ گھر جانا چاہتا تھا تا کہ سو سکے۔

لیکن عرفان کے فون پر فون آ رہے تھے۔

وہ جب گاڑی میں بیٹھا تو عرفان کا فون پھر سے آیا۔

''یار آ رہا ہوں۔ ابھی گاڑی میں بیٹھا ہوں۔''

''آ جاؤ۔ آ جاؤ۔'' عرفان کا لہجہ خوشگوار تھا۔ دانیال سخت تھکن محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اب اُسے عرفان کی طرف لازمی جانا تھا ورنہ وہ ناراض ہوتا۔

بیس منٹ کے اندر وہ عرفان کے گھر پہنچ چکا تھا۔ چوکیدار نے اُسے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا۔ دانیال نے گاڑی پارک کر کے لاک کی۔ اور اُسکے گھر داخل ہو گیا۔

''وہ دیکھو ہمارا شیر آ گیا ہے۔'' دانیال نے گلے میں ٹائی ڈھیلی کر رکھی تھی۔

کوٹ وہ گاڑی میں ہی چھوڑ کر آیا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی عرفان نے کہا۔

''آ جاؤ۔ بیٹھو۔'' اُس نے دانیال کو اپنے برابر بیٹھنے کی دعوت دی۔ شاہد اور وقاص تیز میوزک پر جھومتے ہوئے خوب ہنس رہے تھے۔

''اکبر۔ڈرنک لا یار۔'' عرفان نے اونچی آواز میں اپنے ملازم سے کہا۔ کچھ لمحوں میں ہی اکبر بیئر کی بوتل لے آیا۔

''میں نہیں پیتا۔ مجھے سادہ پانی لا دو۔'' دانیال نے شائستگی سے اُسے منع کیا۔ شاہد، وقاص اور عرفان تینوں کے ہاتھوں میں بیئر تھی۔ وہ ہلکے ہلکے نشے میں تھے۔اسی لیئے بے تحاشا جھومنے کے ساتھ، زور زور سے بات بے بات قہقہے بھی لگا رہے تھے۔ ملازم فوراً ہی پانی لے آیا۔

''یہ احمد تو غائب ہی ہو گیا ہے۔'' عرفان نے شاہد اور وقاص کی توجہ چاہی۔

''سبین کے ساتھ گیا ہے۔ اتنی جلدی نہیں آئے گا۔ اب رات گزار کر ہی آئے گا۔'' شاہد نے کہنے کے ساتھ ہی ہنسنا شروع کر دیا۔

''میں چلتا ہوں۔'' دانیال سخت تھکا ہوا تھا۔اور وہ اس وقت ان کی کمپنی بالکل انجوائے نہیں کر رہا تھا خاص طور پر جب وہ نشے میں تھے۔

''ارے بیٹھو۔'' دانیال کے کھڑے ہونے پر عرفان نے اُسے روکنا چاہا۔

''پھر ملتے ہیں۔'' دانیال بنا رکے باہر نکل گیا۔۔

''یار اس کا بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟'' وقاص نے دانیال کے جانے پر کہا۔''یہ شریف بہت ہے یا مغرور بہت ہے؟'' وہ ہنستے ہنستے بولا۔

''یہ شریف مغرور ہے۔'' عرفان کہہ کر زور سے ہنسا۔ باقی دونوں بھی ہنسنے لگے۔

☆......☆......☆

''آپی رہنے آجاؤ پلیز۔ جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے تم رہنے بھی نہیں آئی۔'' دیبہ نے فون پر ثوبیہ سے شکایت کی۔

''فیصل میرے بغیر رہ نہیں سکتے۔'' ثوبیہ نے فلمی انداز میں کہا۔

''کتنا بدل گئی ہو۔'' دیبہ ناراض ہوئی۔

''تمہاری شادی ہو گی نا پھر پوچھوں گی۔''

''پرسوں بھائی کا نکاح ہے اور تم تیاری میں بھی شامل نہیں ہوئی۔''

''سارہ بھابھی کو کر و نہ تیاری میں شامل۔'' ثوبیہ نے شرارت سے مشورہ دیا۔

''وہ تو ناراض سی ہیں۔ پتہ ہے وہ طوبیٰ (سارہ کی بہن) کی شادی کرنا چاہتی تھی طلحہ بھائی سے۔ مجھ سے تو خواہ مخواہ خار کھائے رہتی ہیں۔'' دیبہ کی عادت نہیں تھی شکوے شکایت کرنے کی۔ لیکن بہت دنوں سے سارہ کا رویہ اُسکے ساتھ ٹھیک نہیں تھا اس لیے کہہ گئی۔

''ہاں تو تم نے اُن کی بہن کی لائن کاٹی ہے۔ اپنی سہیلی بیچ میں لے آئی ہو۔'' ثوبیہ کا انداز ذرا بھی سنجیدہ نہیں تھا۔

''بھائی کا خود ہی دل آ گیا تھا فاریہ پر۔ اس میں میرا کیا قصور؟'' دیبہ کا انداز ثوبیہ کو مختلف لگا۔

''تم ٹھیک ہو؟''اس دفعہ ثوبیہ سنجیدگی سے بولی۔

''تمہیں بہت مس کرتی ہوں میں آپی۔'' دیبہ اُداسی سے بولی۔

''میں بھی تمہیں مس کرتی ہوں۔ میں آج فیصل سے پوچھوں گی۔تم سے وعدہ نہیں کر رہی کیونکہ چانسز ہیں کہ وہ نہیں آنے دیں گے۔پھر بھی پوچھوں گی۔اوکے۔''

''ٹھیک ہے آپی۔اپنا خیال رکھنا۔''

''تم بھی۔خدا حافظ۔''

''دیبہ دو کپ چائے بنا دو۔'' دیبہ نے ریسیور کریڈل پر ڈالا ہی تھا کہ طاہر نے آ کر کہا۔

''جی بھائی۔''

''میرا دوست آیا ہے،ساتھ کچھ کھانے کو بھی لانا۔'' طاہر کہہ کر مڑ گیا۔دیبہ نے صرف اثبات میں سر ہلایا۔

چائے بنا کر دیبہ ڈرائنگ روم میں لے گئی۔چائے سرو کرنے کے بعد دیبہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔وہ بیٹھی پڑھ رہی تھی جب طاہر دروازہ ناک کر کے اُسکے کمرے میں داخل ہوئے۔

''بھائی بیٹھیں۔'' دیبہ اُسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

''تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔'' طاہر اُسکے بیڈ پر بیٹھ گئے۔

''جی بھائی۔'' دیبہ نے اپنی کتاب ایک طرف رکھ دی۔

''دیبہ تم ماشاء اللہ بڑی ہو گئی۔'' دیبہ کو فوری طور پر اس تمہید کا مقصد نہیں سمجھ آیا۔وہ خاموشی سے سنتی رہی۔''آئندہ میرے دوستوں کے سامنے تم اس طرح سے پلیز مت آنا۔اور اب ماشاءاللہ تمہاری منگنی ہو گئی ہے۔ثوبیہ اور تمہارا سسرال مشترکہ ہے۔اگر ایک کے ساتھ مسئلہ ہو تو دوسری کے ساتھ خواہ مخواہ زیادتی ہو گی۔'' طاہر کچھ لمحوں کے لئے خاموش ہوئے۔دیبہ ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھتی رہی۔''گھر پر کون آتا ہے ہماری موجودگی اور غیر موجودگی میں تمہیں خیال رکھنا چاہیے۔تم سمجھ رہی ہو نا۔'' طاہر نے کہا۔دیبہ کنفیوژن میں انہیں دیکھتی رہی وہ بالکل سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ طاہر کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

''ہمارے اِرد گرد پڑوس والے ہیں۔کام والی ملازمہ ہیں۔ہماری غیر موجودگی میں اگر گھر کوئی آتا ہے تمہاری تنہائی میں تو لوگ باتیں بناتے ہیں۔تمہیں اِن چیزوں کا اب خیال رکھنا چاہیے۔'' طاہر کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔''سمجھدار ہو تم۔آئندہ مجھے شکایت کا موقع مت دینا۔'' طاہر نے کہہ کر اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور کمرے سے نکل گئے۔دیبہ شاک کے عالم میں اُنہیں دیکھتی رہ گئی۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

طلحہ بڑی مشکل سے فاریہ کو منا پایا تھا کہ وہ باہر کہیں چائے یا لنچ پر ملیں۔ فاریہ کسی صورت آنے کو تیار نہیں تھی۔ بالآخر طلحہ کے اتنے اصرار پر وہ مان گئی۔اُس نے ماریہ سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ دیبہ بھی ساتھ ہوگی۔

''دیبہ کہاں ہے؟'' گاڑی میں بیٹھتے ہی فاریہ نے پوچھا۔

''گھر۔۔۔'' طلحہ نے گاڑی چلادی مبادا کہیں فاریہ گاڑی سے اُتر نہ جائے۔

''آپ نے کہا تھا وہ آپ کے ساتھ آئے گی۔''

''اُس نے کہا وہ کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتی۔ میں نے اُسکی سمجھداری پر اُسے خوب داد دی۔''' طلحہ شوخ ہوا۔

آپ نے غلط کہا تھا مجھ سے۔'' فاریہ ناراض ہوئی۔

''میری جان۔۔۔'' طلحہ نے فاریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت سے دبایا اور پھر اُسے لبوں سے لگالیا۔ فاریہ اپنی جگہ سمٹ کر رہ گئی۔

''طلحہ ہاتھ چھوڑیں۔''

''چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑا۔'' طلحہ نے اُسکی طرف دیکھا اُسکی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔

'اِردگرد لوگ ہیں۔۔۔سب کے سامنے۔۔۔''

''کہیں اکیلے میں چلیں؟'' طلحہ نے انتہائی شرارت سے کہا۔تو فاریہ نے اُسے ناراضگی سے گھورا۔

''کل ہمارا نکاح ہے یار۔آج چل کرو۔ ساری زندگی پڑی ہے گھوریاں مارنے کو۔'' طلحہ نے اُسکی کوشش کے باوجود اُسکا ہاتھ نہیں چھوڑا۔اپنے ہاتھ میں تھامے وہ ایک ہاتھ سے گاڑی چلاتا رہا۔

''کہاں جا رہے ہیں؟'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد فاریہ نے پوچھا۔

''جہاں صرف میں اور تم ہوں۔'' طلحہ کا موڈ اچھا خاصا رومینٹک ہو رہا تھا۔

''آپ نے کہا تھا چائے خانہ چلیں گے۔'' فاریہ کا لہجہ شکایتی تھا۔

''میری جان تم کتنی سیدھی ہو۔ میری ہر بات پر یقین کر لیتی ہو۔'' طلحہ نے زور سے قہقہہ لگایا۔ فاریہ کا موڈ ایک منٹ میں خراب ہو گیا اُس نے اپنا ہاتھ طلحہ کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔

''آپ مجھے بے وقوف کہنا چا رہے ہیں۔'' اُس نے حسبِ عادت منہ پھلایا۔

''ارے نہیں یار۔ میری ایسی جرات۔'' طلحہ کا موڈ خوشگوار ہی رہا۔

''آپ مجھے گھر چھوڑ دیں۔''

http://kitaabghar.com

''اب تو آپ میرے گھر میں آئیں گی۔دل میں تو جانے کب سے قبضہ جمائے بیٹھی ہیں۔'' طلحہ کا لہجہ لمحوں میں بدل گیا۔وہ پیر سوہاوہ جانے والی روڈ پر چڑھ چکا تھا۔روڈ کے دونوں طرف پہاڑیاں تھی جو کہ درختوں سے بھری ہوئی تھی۔روڈ کے سائیڈ میں جہاں کئی ریلنگ کے ساتھ ساتھ جگہ تھی وہاں بینچ لگے ہوئے تھے۔

''تم جانتی ہونا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔'' طلحہ نے بات جاری رکھی۔فاریہ کی گھبراہٹ شروع ہوگئی۔اب گاڑی میں سے کوئی بھاگنے کا طریقہ بھی نہیں تھا۔اور اس رومینٹک ڈرائیو میں، طلحہ کا رومینٹک لہجہ۔فاریہ کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔

''تمہاری یاد دن رات دل میں بسی رہتی ہے۔اور میں بے چین سا ہو کر نہ سو پاتا ہوں نہ جاگ پاتا ہوں۔کاش کل میں تمہاری رخصتی بھی کرواسکتا۔'' طلحہ نے گھمبیر آواز میں کہا۔فاریہ کا سر جھک گیا۔طلحہ نے گاڑی روڈ کے ایک سائیڈ پر کھڑی کردی۔وہاں سے نیچے اسلام آباد کا ویو آتا تھا۔گاڑی کے سامنے ایک بنچ لگا ہوا تھا جو کہ درختوں میں ڈھکا ہوا تھا۔طلحہ گاڑی سے اُتر آیا۔فاریہ کو گاڑی سے اُترنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

''آجاؤ میری جان۔'' طلحہ نے اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسے گاڑی سے باہر آنے کو کہا۔

دونوں بینچ پر ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔طلحہ نے اپنا بازو فاریہ کے گرد پھیلا لیا۔فاریہ کچھ اور بھی اپنے آپ میں سمٹ گئی۔

''طلحہ پلیز آپ کچھ دور ہو کر بیٹھیں۔'' فاریہ نے جھکے سر اور جھکی پلکوں کے ساتھ کہا۔

''اب تم سے دور نہیں ہوسکتا میں۔'' طلحہ نے اُسکی طرف جھکتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''طلحہ پلیز۔'' فاریہ نے سر اُٹھایا۔طلحہ کا چہرا اُسکے چہرے کے انتہائی قریب تھا۔اُسکی گھبراہٹ دیکھ کر طلحہ نے تنگ کرنے ارادہ ملتوی کردیا۔اُس نے اپنا بازو ہٹالیا۔

''کوئی نہیں۔کل مجھے شریعی لائسنس مل جائے گا۔پھر دور نہیں ہٹوں گا۔'' طلحہ نے اُسکا ہاتھ پکڑا فاریہ خاموش رہی۔

''جانتی ہو، میں نے پہلی بار تمہیں کہاں دیکھا تھا؟'' طلحہ نے پوچھا۔فاریہ نے نفی میں سر ہلایا۔''تم جب فرسٹ ائیر میں تھی میں دیبہ کو لینے آیا تھا تمہارے گھر۔تم تمام دنیا سے بے خبر، دیبہ کے ساتھ واک کرتی ہوئی زور زور سے ہنس رہی تھی۔تمہارے ہنسنے سے میرے دل میں گھنٹی بج گئی تھی۔اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تم ہی میری دلہن بنوگی۔میں نے کچھ دن بعد ابو کو بتایا تھا اور ابو نے غیر رسمی انداز میں تمہارے بابا سے بات کرلی تھی۔'' فاریہ نے کسی قدر حیرت سے سر اٹھا کر طلحہ کی طرف دیکھا۔

''یار چانس نہیں لے سکتا تھا۔اگر اُس وقت میرے انتظار کرتے کرتے تم کسی اور کی ہوجاتی تو؟''

''بابا نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔''

''تمہاری پڑھائی ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔پھر میرا امریکہ جانے کا ارادہ بن گیا سو میں نے سوچا تمہیں اپنے نام لکھوا کر

http://kitaabghar.com

سکون سے جاؤں۔"

"آپ نے کبھی مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" فاریہ نے معصومیت سے اُسکی طرف دیکھا۔

"تم چھوٹی تھی تب۔ ویسے تو ابھی بھی میری چھوٹی سی جان ہو۔ لیکن تھوڑی سی بڑی ہو گئی ہو۔"

"اور پھر میں بڑوں کے درمیان بات طے ہونے سے پہلے کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔"

"اور وہ جو آپ نے شادی پر کیا؟"

"تمہاری رضامندی جاننا چاہتا تھا۔ اپنے ابو سے میں پہلے ہی بات کر چکا تھا اور تمہارے بابا بھی ہاں بول چکے تھے۔"

"جو آپ نے کمرے میں میرے ساتھ کیا تھا انتہائی غیر شائستہ حرکت تھی۔" فاریہ نے منہ پھلایا۔

"میرے کمرے میں آ کر غصہ کر رہی تھی۔ میرا دل رومینٹک ہو کر میرے قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ اور ابھی بھی کچھ ایسا ہی رومینٹک ہو رہا ہے میرا دل۔" طلحہ فاریہ کی طرف جھکا۔

"طلحہ۔۔۔" فاریہ نے شکایتی انداز میں پکارا تو طلحہ ہنس پڑا۔

"آئی لو یو سویٹ ہارٹ۔" طلحہ نے اُسکے ہاتھ پر پیار کیا۔ فاریہ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆......☆......☆

طلحہ اور فاریہ کے نکاح کی رسم خوبصورتی مگر سادگی سے ادا ہو گئی تھی۔ مہینہ چٹکیوں میں گزر گیا اور طلحہ کے جانے کا وقت آ گیا۔ سب لوگ اُسے ائیر پورٹ رخصت کرنے آئے۔ کچھ مسکراہٹوں، کچھ آنسو میں طلحہ کو رخصت ہو گیا۔ یوسف کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ اپنے کہے کے مطابق اُس نے دیبہ سے کبھی رابطے کی کوشش نہیں کی۔ وہ دیبہ کی معصومیت کسی صورت خود بھی ختم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ طے در طے اُسے پرکھنا چاہتا تھا شادی کے بعد۔ طاہر کی بات کے بعد سے دیبہ اپنے رویئے میں اور بھی محتاط ہو گئی تھی۔ وہ پہلے ہی بولنے، سننے میں محتاط رہتی تھی۔ لیکن طاہر کی بات سے اُسکے دل کو گہری چوٹ لگی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ طاہر نے یوسف کے آمد کے بارے میں اشارہ کیا ہے۔ ثوبیہ اپنے سسرال میں خوش تھی۔ شادی کو تین مہینے گزر گئے تھے لیکن وہ ابھی تک اُمید سے نہیں ہوئی تھی۔ جس پر بے تحاشا فکر مند رہنے لگی تھی حالانکہ اُسے اپنے سسرال والوں سے کسی پریشانی کا سامنا نہیں تھا۔ مارچ کا مہینہ بھی گزر گیا تھا اپریل آ گیا تھا۔ اسی مہینے میں مہوش کی شادی تھی اور دیبہ کو اچھی خاصی پریشانی تھی کہ وہ کیسے جائے گی۔ پہلے تو طلحہ اُسے ہر جگہ لے جاتا تھا۔ اُسکے نہ ہونے سے سب سے زیادہ دیبہ کو آنے جانے کی پریشانی ہوتی تھی۔ دیبہ نے یہ مسئلہ فاریہ کے ساتھ شئیر تو اُس نے منٹوں میں حل نکال لیا۔

"میں اور بھائی تمہیں پک اینڈ ڈراپ دے دیں گے۔" دیبہ نے لاکھ منع کیا لیکن وہ فاریہ ہی کیا جو مان جائے۔ بالآخر دیبہ گھر والوں کی اجازت سے تیار ہو گئی۔ وہ ٹھیک وقت پر تیار تھی تاکہ دانیال کو کہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔ دیبہ نے سوچا کہیں انتظار کرنے پر ناراض

نہ ہو جائے۔حالانکہ دونوں گھروں کا فاصلہ محض پانچ سات منٹ کا تھا لیکن پھر بھر دیبہ کو فکر تھی۔

وہ فاریہ کے فون کرنے پر گیٹ پر آ گئی۔سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں دیبہ بے چینی سے اُن کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ایک آدھ منٹ کے بعد گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئی۔دیبہ گیٹ بند کر کے روڈ پر آ گئی۔گاڑی رکتے ہی فاریہ گاڑی سے اُتر آئی اور دیبہ سے محبت سے گلے ملی اور دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔دیبہ نے دانیال کو سلام کیا جس کا اُس نے رسمی سے انداز میں جواب دیا۔

''فاریہ میں تم لوگوں کا ڈرائیور ہوں کیا؟'' دانیال نے گاڑی نہیں چلائی تھی۔

''بھائی مجھے پیچھے بیٹھنا ہے۔'' فاریہ ہمیشہ کی طرح منہ پھلا کر بولی۔

''نہیں۔تم آگے جا کر بیٹھو۔دانیال بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔جاؤ جاؤ۔۔'' دیبہ نے جلدی سے فاریہ کو دھکیلا۔فاریہ اُسے گھورتے ہوئے گاڑی سے اُتر آئی اور آگے بیٹھ گئی۔

''سنو'' ہال کی پارکنگ میں گاڑی لگا کر دانیال نے فاریہ کو مخاطب کیا۔

''جی بھائی۔'' فاریہ اُترتے اُترتے رک گئی۔

''میں بہت دیر تک نہیں رکوں گا تمہیں پہلے بتا رہا ہوں۔جب چلنے کو کہوں تو چپ چاپ آ جانا۔او کے؟'' دانیال کے انداز میں سختی تھی۔

''بھائی پلیز نا۔۔'' فاریہ کا انداز ضدی ہوا۔

''یار، تمہاری دوست ہے۔میں آدھی رات تک کیوں بیٹھوں؟'' دانیال کے لہجے سے سختی ختم ہو گئی تھی لیکن وہ اپنے موقف پر قائم تھا۔

''آپ کا کیا خیال ہے دیبہ؟'' اس سے پہلے کہ فاریہ شور مچاتی۔دانیال نے کمال ہوشیاری سے دیبہ کو شامل کیا۔

''مجھے تو اجازت ہی اس صورت میں ملی تھی کہ میں بہت دیر تک نہیں رکوں گی۔'' دیبہ نے مہذب انداز میں کہا۔

''تم تو ہو ہی چمچی۔'' فاریہ مڑ کر دیبہ کو کاٹ کھانے کو دوڑی۔

''فاریہ'' دانیال نے تنبیہی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے آپ دونوں چلے جانا۔میں کلثوم (مہوش کی کزن اور فاریہ کے بالکل ساتھ والی پڑوسن) کے ساتھ آ جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' کلثوم وغیرہ سے بہت پرانے گھریلو تعلقات تھے اسلیئے دانیال کو تسلی تھی اس بحث کے بعد وہ گاڑی سے اُتر گئے۔

''میں تم سے ناراض ہوں۔'' فاریہ نے دیبہ کے برابر چلتے ہوئے کہا۔دانیال اُن سے ایک قدم ہی دور تھا۔

''پاگل ہو تم۔۔'' دیبہ کی بات سے دانیال سو فیصد متفق تھا۔

''ایک تم سمجھ دار، دنیا کے لئے کافی ہو۔میں پاگل ہی ٹھیک ہوں۔''

http://kitaabghar.com

''بیچارے طلحہ بھائی۔'' دیبہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''تم۔۔۔'' فاریہ ایک دم رُک گئی اور اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر لڑاکے انداز میں دیبہ کو گھورنے لگی۔

''اچھا بابا۔سوری۔۔۔'' دیبہ نے مسکراتے ہوئے فوراً معذرت کی اور اُسے بازو سے پکڑ کر چل پڑی۔دانیال نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

☆......☆......☆

دیبہ کھانا لگنے پر مہوش کے پاس آبیٹھی۔سب لوگ کھانے میں مصروف تھے۔فاریہ کہیں دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔وہ اکثر دیبہ کو اکیلے چھوڑ دیتی تھی اسلیے دیبہ کے لئے یہ بات بالکل حیرت کا باعث نہیں تھی۔

''یار فاریہ بھی باہر چلی جائے گی تم بھی کینیڈا جا رہی ہو۔'' دیبہ کو اُداسی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''تو تم نے کون سا ادھر رہنا ہے تم بھی تو جرمنی چلی جاؤ گی۔'' مہوش مسکرائی۔

''میں تو جانے کب جاؤں۔تم دونوں تو چھ، آٹھ مہینے میں ہی چلی جاؤ گی۔یعنی یونیورسٹی میں بالکل اکیلی ہونگی۔''

''اب تم بڑی ہوگئی ہو۔تم نئی دوستیں بنالینا۔''

''میں۔۔۔''

''تمہیں بھائی بُلا رہے ہیں ان کا فون آیا ہے۔'' دیبہ کی بات ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ فاریہ نے آکر اُسکی بات کاٹی۔

''تم جا رہی ہو۔ابھی سے؟'' مہوش حیرت سے بولی۔

''پلیز ناراض مت ہونا۔اگر طلحہ بھائی کے ساتھ آئی ہوتی تو پرابلم نہ ہوتا۔آجکل کچھ طاہر بھائی کو موڈ بھی اچھا نہیں ہے۔مجبوری ہے۔'' دیبہ نے پیار سے اُسے سمجھایا۔

''دس اس ناٹ فیئر۔میری شادی بار بار تو نہیں ہوگی نا۔''

''یار تم ٹینشن مت لو میں تو ادھر ہی ہوں۔'' فاریہ، مہوش کے بائیں طرف بیٹھی۔

''تم نہیں جا رہی؟'' اس دفعہ حیران ہونے کی باری دیبہ کی تھی۔

''میں نے گاڑی میں بتایا تھا نا۔''

''میں تمہارے بھائی کے ساتھ اکیلے کیسے جاؤں گی؟'' دیبہ کو نئی پریشانی لاحق ہوئی۔

''کھا نہیں جائیں گے وہ تمہیں۔۔۔''

''فاریہ ایسے مت کرو۔۔پلیز چلو ساتھ۔'' دیبہ نے منت کی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''اچھی کہی تم نے دیبہ۔خود تو جا رہی ہو اسے بھی لے جا رہی ہو۔'' مہوش نروٹھے پن سے بولی۔

''یار پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔میرے گھر کی سچویشن بہت مشکل ہے۔''

''اچھا اب تم جاؤ۔بھائی غصہ ہونگے۔انہیں انتظار بالکل پسند نہیں ہے۔'' فاریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔دیبہ نے اُسے التجائیہ نظروں سے دیکھا جس کا فاریہ پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔دیبہ، مہوش سے ملی اور فاریہ کے ساتھ چلتی ہال کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔

''فاریہ پلیز ساتھ آجاؤ۔میں اکیلے کیسے؟''

''سنو، پیچھے مت بیٹھنا، ورنہ بھائی تمہیں کچا بھی چبا سکتے ہیں پھر میری کوئی گارنٹی نہیں ہوگی۔'' فارہ نے چلتے چلتے ہدایت کی۔

''فاریہ۔۔۔''

''او کے خدا حافظ۔۔۔'' فاریہ نے اُسے پیار کیا، گلے ملی اور اُسکی التجائیہ نظروں کو مکمل طور پر نظر انداز کرتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

''چلیں۔'' دانیال جو کچھ دیر سے انتظار میں کھڑا تھا۔دیبہ کو کھڑے دیکھ کر اُسکی طرف آ گیا اور اُس نے شائستگی سے کہا۔

''جی۔'' دیبہ شش و پنج سے بولی۔

دانیال آگے چلنے لگا تو دیبہ کے پاس کوئی آپشن نہیں تھا سوائے اُس کے پیچھے جانے کے۔اُسے فاریہ پر بے تحاشا غصہ آیا۔ گاڑی میں پیچھے کا دروازہ کھولتے ہوئے اُسے اچانک خیال آیا تو وہ جھجکتے ہوئی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔دانیال نے اپنا کوٹ اُتار کر ہینگر پر ہینگ کیا اور پچھلا دروازہ کھول کر لٹکا دیا۔وہ ایکسپریس وے پر بائیں طرف اندر جانے والی روڈ پر مختلف مارکیٹس سے ایک میں آئے تھے۔اندر کی روڈ سے تقریباً پانچ سات منٹ کی مسافت طے کر کے مین ایکسپریس روڈ آتی تھی اور یہ روڈ اندھیری ہونے کے ساتھ ساتھ ویران بھی تھی۔وقتاً فوقتاً شادیاں اٹینڈ کرنے والوں کی گاڑیوں کا گزر رہتا تھا۔

دانیال نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک نظر کنفیوژن سے انگلیاں مڑورتی دیبہ کو دیکھا۔اُس نے اپنے بال خوبصورتی سے سجائے ہوئے تھے۔کچھ لٹیں بندھے بالوں سے نکل کر چہرے کو چھو رہی تھی۔اُسکی جھیل جیسی گہری آنکھوں میں انجانا سا خوف تھا۔وائٹ کلر کے فراک پر پنک کلر کے کام میں وہ انتہائی حسین لگ رہی تھی۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' دانیال نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

''جی۔۔۔'' دیبہ نے ایک نظر گردن موڑ کر اُسے دیکھا اور پھر سے باہر دیکھنے لگی۔

''میں نے کہا تھا فاریہ سے ساتھ چلنے کو، مگر وہ تیار نہیں ہوئی۔'' دانیال جانے کیوں وضاحت دے رہا تھا۔

''میں نے بھی کہا تھا۔'' دیبہ دھیمی آواز میں بولی۔اُسے اس طرح دانیال کے ساتھ اکیلے جانا کافی آکورڈ لگ رہا تھا۔

''ضدی ہے کافی۔میری ہمدردیاں طلحہ کے ساتھ ہیں۔'' دانیال کہہ کر دھیمے سے ہنسا تو دیبہ بھی مسکرائی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

''انشاءاللہ دونوں ساتھ میں خوش رہیں گے۔'' دیبہ نے دل سے دعا دی۔

''انشاءاللہ۔'' دانیال گاڑی ہال سے نکال کر روڈ پر لے آیا۔ دونوں کے درمیان اب خاموشی ہو چکی تھی۔

دانیال نے گاڑی آہستہ کرنے کے بعد روک دی۔

''کیا ہوا؟'' دیبہ نے کچھ گھبرا کر پوچھا۔

''ایک منٹ۔'' وہ کہہ کر گاڑی سے اُترا۔ دیبہ نے اُسے گردن موڑ کر دیکھا وہ گاڑی کا چاروں طرف سے جائزہ لے رہا تھا۔

''ٹائر فلیٹ ہے۔'' دانیال نے اُسکی طرف کا دروازہ کھول کر کہا۔ دیبہ یک دم چونک گئی۔

''پھر؟''

''پھر چینج کرنا پڑے گا۔ آپ پلیز باہر آجائیں۔''

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر ٹرنک کی طرف بڑھ گیا۔ دیبہ کی گھبراہٹ میں باہر نکل کر مزید اضافہ ہوا۔

بالکل ویرانے میں، اندھیری روڈ پر غیر شخص کے ساتھ کھڑے ہونے پر وہ سخت پریشان تھی۔

یہ دوطرفہ ٹریفک والی اس روڈ پر دانیال نے کنارے پر گاڑی کھڑی کی تھی۔ گاڑی کا بائیں طرف کا ٹائر ہی فلیٹ ہوا تھا۔ دانیال نے اپنی وائٹ شرٹ کے کف فولڈ کر لئے تھے۔ ٹرنک میں سے ٹائر اور آلات نکال کر دانیال پاؤں کے بل ڈرائیونگ سائیڈ سے دوسری طرف کے پچھلے ٹائر کے قریب بیٹھ گیا۔ دیبہ فرنٹ سیٹ کے برابر کھڑی تھی۔

''دیبہ کیا آپ یہ لائٹ پکڑ سکتی ہیں؟'' دانیال نے اپنے موبائل کی ٹارچ آن کر کے دیبہ سے پوچھا۔

''جی۔'' دیبہ گاڑی کے بونٹ سے پھر کر پچھلی طرف چلی گئی اور دانیال کے ہاتھ سے موبائل لے کر جھک کر کھڑی ہو کر اُسے لائٹ دینے لگی۔

وقتاً فوقتاً آتی گاڑیوں کی ہیڈ لائٹ میں دیبہ کا لمبا سراپا بہت پرکشش لگ رہا تھا۔

''آپ اس طرف آجائیں۔'' دانیال نے اُسے اپنے بائیں طرف آنے کا کہا۔ جہاں سے گاڑیوں کی روشنی سیدھی اُس پر نہیں پڑتی تھی۔

دیبہ سمجھ نہیں پائی کہ دانیال نے اُسے دوسری طرف کیوں بُلایا ہے لیکن وہ سر ہلا کر پھر سے گاڑی کے گرد سے گھوم کر دانیال کے بائیں طرف آگئی۔ دانیال نے تیزی سے ٹائر بدلا اور چیزیں ڈگی میں واپس رکھ کر گاڑی سے کپڑا نکال کر ہاتھ صاف کیے اور شکریہ کہہ کر دیبہ سے موبائل لے لیا۔ اور اُسے گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ کر فوراً ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ باقی کا راستہ دونوں کا خاموشی میں کٹا۔

گھر کے دروازے کے سامنے جب دانیال نے گاڑی روکی تو دیبہ شکریہ کہہ کر تیزی سے گاڑی سے نکلی اور اُس نے سکون سے

گہرا سانس خارج کیا۔ ٹیرس پر کھڑے طاہر نے دیبہ کو گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے اُترتے دیکھا تو اُسے غصہ اور مایوسی دونوں محسوس ہوئی۔

☆......☆......☆

وقت سست روی سے چل رہا تھا۔ ہر چیز روٹین میں ہو رہی تھی۔ مہوش فوری طور پر کینیڈا نہیں گئی وہ اپنے بی۔اے کے پیپر دینا چاہتی تھی۔ زندگی روٹین سے چل رہی تھی وہ کالج جانا، گھر آنا، کام کرنا، پڑھائی کرنا۔ سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ مہوش اپنے سسرال میں خوش تھی۔ فاریہ کو طلحہ بلاناغہ روز فون اور سکائپ کرتا تھا۔ فاریہ اور مہوش دونوں ہر وقت خوش رہتی تھی۔ لیکن دل خوبصورت سپنے بننے اور آنکھیں خواب دیکھنے سے کبھی نہیں رکتی۔ ہر رات سوتے ہوئے دیبہ اپنی یوسف کے ساتھ زندگی کے حوالے سے ہزاروں خواب دیکھتی۔ بے تحاشا خوبصورت جذبے دل میں اُبھرتے اور وہ لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں خواب سجا کر سو جاتی۔

☆......☆......☆

گرمی اچھی خاصی بڑھی گئی تھی۔ فاریہ کا ویزا آ گیا تھا۔ طلحہ کو گئے چھ مہینے گزر گئے تھے۔ فاریہ اب بی۔اے کے پیپرز سے فارغ ہو چکی تھی۔ سو گھر والوں سے طلحہ سے مشورہ کر کے شادی کی تاریخ طے کر دی۔ شادی اکتوبر کے اختتام پر طے پائی تھی۔ دیبہ ابھی سے پُر جوش تھی۔ شادی کی تیاریاں آدھی سے زیادہ پہلے ہی مکمل تھی۔

اکتوبر کا دوسرا ہفتہ تھا جب موسم بہتر ہو گیا۔ اگر چہ دھوپ میں اب بھی تیزی تھی لیکن سایہ اور رات آرام دہ تھی۔

دیبہ کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ وہ بحریہ یونیورسٹی سے MBA کر رہی تھی۔ ہفتے کا دن تھا۔

وہ لان میں درخت کے سائے میں خاموشی سے بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔ جب بیل بجی۔

گھر میں کوئی نہیں تھا اسلیے مجبوراً نہ چاہتے ہوئے وہ گیٹ تک گئی۔ اور گیٹ کھولنے پر جو چہرہ اُسے نظر آیا اُس سے اُسکی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ گیٹ پر طلحہ اپنے بیگ لئے کھڑا تھا۔

''طلحہ بھائی۔'' دیبہ خوشی سے اُسکے گلے جا لگی۔ طلحہ نے بھی مسکراتے ہوئے اُسکے گرد اپنے بازو پھیلا دیئے۔

''آپ نے اتنا زبردست سرپرائز دیا۔'' دیبہ پیچھے ہو کر بولی۔

''تم خوش ہو گئی نا۔'' طلحہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''اُف میری تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں نے آپکو اتنا مس کیا، اتنا مس کیا کہ میں آپکو بتا نہیں سکتی۔''

''اب ساری باتیں گیٹ پر ہی کرو گی یا اندر بھی آنے دو گی۔''

دیبہ مسکرا کر ایک طرف ہو گئی۔ طلحہ اپنے بیگ گھسیٹتا ہوا اندر بڑھنے لگا۔

''ایک بیگ مجھے دے دیں۔'' دیبہ نے گیٹ بند کر کے طلحہ کے پیچھے جاتے ہوئے کہا۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

’’تم رہنے دو۔‘‘ طلحہ رکے بنا اندر داخل ہو گیا۔ ’’سب لوگ کدھر ہیں؟‘‘ طلحہ نے لاؤنج میں آرام سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

’’امی، ابو کونے والی آنٹی کے گھر گئے ہیں انکل ریاض کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا انہیں دیکھنے اور بھائی بھابھی دونوں بھابھی کے میکے گئے ہیں آج اُن کی دعوت تھی۔‘‘

’’اور تم اکیلی؟‘‘

’’میں آپ کے لئے پانی لاتی ہوں۔‘‘

’’ہاں پلیز۔ یار اِدھر تو ابھی تک گرمی ختم نہیں ہوئی۔ وہاں تو اچھی خاصی سردی ہو گئی ہے۔‘‘

’’ابھی موسم بہتر ہو گیا ہے۔ آپ نے فاریہ کو بتایا؟‘‘ دیبہ کو اچانک یاد آیا۔ وہ طلحہ کے پاس کھڑی تھی۔

’’نہیں۔ اُسے سرپرائز دونگا۔ تم بھی مت بتانا۔‘‘

دیبہ نے زپ بند کرنے والے انداز میں ہونٹوں پر انگلی پھیری۔

’’میں پانی لاتی ہوں۔‘‘ وہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

شادی کے ہنگامے زور و شور سے شروع ہو گئے تھے۔ دیبہ کی یونیورسٹی ساتھ ساتھ جاری تھی اس لئے وہ رات تک خوب تھک جاتی تھی۔ دن بھر یونیورسٹی، پھر آ کر گھر کے کام، مہمان داری اور رات دیر تک پڑھائی۔ ان سب کاموں میں وہ اچھی خاصی گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ وہ بہت دیر تک طلحہ کے پاس بھی نہیں بیٹھ پاتی تھی۔ حالانکہ اُس کا بہت دل چاہتا تھا کہ وہ طلحہ کے ساتھ وقت گزارے۔ اگرچہ شادی کی تیاریاں بہت حد تک مکمل تھی اس کے باوجود روزانہ بازاروں کے چکر لگ رہے تھے۔ بہت سے رشتے دار بھی رہنے آ گئے تھے۔ بھاگنے دوڑنے میں پتہ ہی نہیں چلا اور طلحہ کی مہندی کا دن آ گیا۔ طلحہ کی مہندی ہال میں ارینج کی گئی تھی۔ پہلے تو اِن کا الگ الگ مہندی کا ارادہ تھا لیکن بعد میں دو فیملیز نے مشترکہ طور پر مہندی کرنے کا فیصلہ کیا۔ جمعے والے دن مہندی تھی۔

’’تمہیں آج تو چھٹی کرنی چاہیے یونیورسٹی سے۔‘‘ دیبہ جب یونیورسٹی کے لئے تیار ہوئی تو سارہ نے اُسے دیکھ کر اعتراض کیا۔

’’بھابھی آج میرا مِڈ ٹرم پیپر ہے میں چھٹی نہیں کر سکتی۔‘‘ دیبہ نے اپنی مجبوری بتائی۔

’’ویسے شادی کی تاریخ تمہارے پیپرز کے حساب سے رکھنی چاہیے تھی۔‘‘ سارہ نے کہا اور کچن میں چلی گئی۔

’’امی ڈرائیور نہیں ہے۔‘‘ شادی کے دنوں میں رضا نے خاص طور پر ڈرائیور اور گاڑی ارینج کر دی تھی تاکہ گھر کی عورتوں کو آنے جانے میں مسائل نہ ہوں۔ دیبہ کو جب پورچ میں ڈرائیور اور گاڑی نظر نہیں آئی تو اُس نے آ کر فاطمہ سے کہا۔

’’بیٹا آج ڈرائیور تو دیر سے آئے گا۔ اُسکی بیٹی بیمار ہے۔‘‘ فاطمہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

''تو میں یونیورسٹی کیسے جاؤں گی؟'' دیبہ نے مسئلہ بیان کیا۔

''تم آج چھٹی نہیں کر رہی۔'' فاطمہ کو حیرت ہوئی۔

''امی، آپکو بتایا تھا نہ کہ میرا مِڈ ٹرم پیپر ہے۔'' دیبہ نہ چاہتے ہوئے بھی جھنجلائی۔

طلحہ سو رہا تھا دیبہ نے اُسے جگایا۔

کیا ہوا؟ وہ بستر میں اٹھ بیٹھا۔

''بھائی میرا پیپر ہے مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔'' دیبہ نے منہ پھلایا۔

''تم میرے لئے چائے کا کپ بناؤ۔ میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔ چائے گاڑی میں پی لوں گا۔''

''ٹھیک ہے بھائی۔'' دیبہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

طلحہ اور دیبہ کا خاص تعلق تھا۔ دیبہ، طلحہ کو کبھی کوئی بھی بات کہتی تو طلحہ انکار نہیں کرتا تھا۔ طلحہ بے تحاشا دفعہ دیبہ کو کہہ چکا تھا کہ وہ اُسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ دیبہ چھیڑنے کی غرض سے پوچھتی،۔۔۔ فاریہ سے بھی زیادہ،۔۔۔ طلحہ محبت سے اُسے گلے لگا کر کہتا دنیا کے ہر انسان سے زیادہ۔ دیبہ کو بھی طلحہ بہت عزیز تھا وہ کبھی طلحہ کی کوئی بات نہیں ٹالتی تھی۔

''اگر کبھی تمہیں کسی نے تکلیف پہنچائی زندگی میں تو میں اُسے جان سے مار دونگا'' طلحہ نے ایک دن دیبہ کو جانے کس خیال میں کہا۔ دیبہ اُسکے لہجے کی سنجیدگی سے خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اُسکی خوف زدہ آنکھیں دیکھ کر طلحہ نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''تم میری چھوٹی سی شہزادی ہو۔'' اُس نے محبت سے کہا۔ دیبہ اطمینان سے مسکرا دی۔

دیبہ چائے بنا کر مڑی ہی تھی کہ طلحہ آ گیا۔ گاڑی میں چائے پیتے ہوئے اُس نے دیبہ کو یونیورسٹی پہنچایا اور تین گھنٹے بعد واپس پک کرنے کا کہہ کر گھر آ گیا۔

☆......☆......☆

مہندی کے فنکشن میں خوب ہنگامہ ہو رہا تھا۔ تیز میوزک پر لڑکے ناچ رہے تھے۔

''تم بھی آجاؤ۔'' طلحہ کے کزن راحیل نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا۔ سارے لڑکوں کے ساتھ طلحہ بھی بھنگڑے ڈالنے لگا۔ دانیال جو کہ مہمان نوازی میں مصروف تھا۔ اُسکے کچھ کولیگز بھی آئے ہوئے تھے۔ لڑکوں نے اُسے بھی کھینچ لیا۔ سارے لڑکے گول دائرے میں لوڈی ڈالنے لگے۔ اور تمام لڑکیاں اُن کے گرد گول دائرے میں کھڑی ہو کر تالیاں بجانے لگی۔ دیبہ، فاریہ کو بھی لے آئی۔ سب کے خون میوزک سے خوب گرم ہو رہے تھے۔

''تم بھی آؤ۔'' طلحہ نے اچانک دیبہ اور فاریہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں لڑکوں کے درمیان لے آیا۔ فاریہ جو کہ پہلے ہی ناچنے کو بے

http://kitaabghar.com

تاب تھی۔موقع سے فائدہ اٹھا کرنا چنے لگی۔دیبہ نے وہاں سے کھسک جانا بہتر سمجھا۔اس سے پہلے وہ وہاں سے نکلتی دانیال ڈانس کرتا اُس کے سامنے آ گیا۔اسطرح وہ لڑکوں کے درمیان آ گئی۔

”بھائی کی شادی پر ناچوں گی نہیں؟“ طلحہ نے اُسے ایموشنلی بلیک میل کیا اور وہ ہو بھی گئی۔

کچھ ہی لمحوں بعد باقی لڑکیاں بھی ڈانس میں شامل ہو گئی۔

لڑکیوں لڑکوں نے خوب ڈانس کیا، قہقہے لگائے۔ثوبیہ بھی خوب انجوائے کر رہی تھی۔فیصل تو ڈانس کرنے والوں میں سب سے پہلے تھا۔

کھانا لگنے کے بعد بہت سارے لوگ چلے گئے۔فیملی ممبرز نے فوٹو سیشن کروایا اور اپنی یادگار خوشی کو محفوظ کیا۔

☆......☆......☆

رخصتی ہونے کے بعد فاریہ کے ساتھ دانیال اور اُسکی کزن اُسے چھوڑنے آئے۔کچھ رسمیں گھر آ کر کی گئی۔

”بیٹا تم جا کر چائے بناؤ سب کے لئے۔“ فاطمہ نے رسموں کے بعد دیبہ کو کہا، وہ تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔جہاں اُن کی نئی ملازمہ پروین پہلے ہی چائے کے لئے پانی رکھ چکی تھی۔

”آنٹی ہمیں اجازت دیں۔“ دانیال نے کھڑے ہو کر کہا۔

”نہیں بیٹا۔بیٹھو، دیبہ چائے بنانے گئی ہے۔“

”آنٹی اس تکلف کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔“

”بیٹھو یار، تکلف کیسا؟“ طلحہ نے اُسے بے تکلفی سے کہا تو دانیال کو بیٹھنا ہی پڑا۔

”باجی آپ جائیں میں چائے لے آؤں گی۔“ دیبہ تمام برتن نکال چکی تو پروین نے کہا۔

”ٹھیک ہے، لیکن کوئی گڑبڑ نہ کرنا ورنہ امی مجھے قتل کر دیں گی۔“ دیبہ کے کہنے پر پروین نے گردن ہلائی تو دیبہ باہر آ گئی۔وہ صوفے پر فاریہ کے برابر بیٹھ گئی۔

”تم اگر تھک گئی ہو تو کمرے میں چلیں۔“ دیبہ نے بے تکلفی سے فاریہ سے پوچھا۔

”پتہ نہیں۔“ فاریہ اگرچہ سخت تھکی ہوئی تھی اتنی دیر سے بیٹھ بیٹھ کر لیکن وہ کہہ نہیں سکی۔

”امی، میں فاریہ کو کمرے میں لے جاؤں؟“ دیبہ نے فاطمہ سے پوچھا۔

”بیٹا فوٹو گرافر گروپ میں تصویر بنانا چا رہا ہے وہ بنا لے تو پھر لے جانا کمرے میں۔“

فاطمہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

http://kitaabghar.com

''ٹھیک ہے۔'' دیبہ نے سر ہلایا۔ اتنی دیر میں پروین سب کے لئے چائے اور مٹھائی لے آئی۔ جس میں ایک کپ کافی کا بھی تھا۔

''باجی کوفی (کافی) کس کو دینی ہے؟'' پروین نے دیبہ سے پوچھا۔

''دانیال بھائی کو۔'' دیبہ نے اُٹھ کر خود کافی کا کپ پکڑ لیا۔ ''چینی تو نہیں ڈالی؟'' اُس نے دانیال کو کافی کا کپ دینے سے پہلے پوچھا۔

''نہیں باجی۔'' کچھ نظروں نے عجیب سے انداز میں دیبہ کو دیکھا تھا جس کا اُسے احساس بھی نہیں تھا۔ چند لمحوں میں سب نے چائے ختم کر لی۔ دانیال اجازت لے کر اپنی کزن کے ساتھ چلا گیا۔ فوٹو گرافر بھی جا چکا تھا۔

''چلو بیٹا۔ فاریہ کو کمرے میں لے جائیں۔'' فاطمہ نے ثوبیہ اور سارہ سے کہا۔ دونوں نے ایک ایک طرف سے پکڑ کر فاریہ کی اٹھنے میں مدد کی۔

''اندر نہیں آسکتی۔'' دیبہ دروازہ روکے کھڑی تھی۔ سب نے اُسے حیرت سے دیکھا۔

''ویسے تو یہ رسم پیسے بٹورنے والی دیور کرتا ہے لیکن چونکہ تمہارا کوئی دیور نہیں ہے اسلئے یہ رسم کرنا میرا فرض ٹھہرا۔ نکالو پیسے؟'' دیبہ نے پیسوں کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ پیچھے کھڑا طلحہ مسکرا رہا تھا۔

''کتنے؟'' فاریہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''پورا پرس۔'' دیبہ نے مسکرا کر ڈیمانڈ کی۔

''پورا'' فاریہ کچھ حیرت سے بولی۔

''لڑکی نند کو پورا پرس نہیں دے سکتی کیا؟'' دیبہ کی بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ فاریہ نے اپنا سلامی سے بھرا پاؤچ اُسکی پھیلی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

''تمہارے لئے جان بھی حاضر ہے۔'' فاریہ مسکرا کر اُسکے گلے لگ گئی۔ دیبہ کی نظر طلحہ پر گئی۔ وہ بھی مسکرا رہا تھا۔ ثوبیہ کے چہرے پر بھی محبت بھری مسکراہٹ تھی۔ البتہ سارہ بھابھی کو محبت کا یہ ڈرامہ ایک آنکھ نہیں بھایا۔

☆......☆......☆

''یار، سوہاگ رات پر لوگ اپنی بیوی کی شان میں آسمان زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔ اور میرا شوہر، پتہ ہے اُس نے بات کا آغاز کیسے کیا؟'' ناشتے کے بعد فاریہ اور دیبہ دونوں گپیں لگا رہی تھی جب فاریہ نے کہا۔

''کیسے؟'' دیبہ کو تجسس ہوا۔

''کہنے لگے موصوف تمہاری اور دیبہ کی محبت مجھے پسند ہے اور میں چاہتا ہوں یہ ایسے ہی قائم رہے۔۔۔ میں نے کہا" انشاء

http://kitaabghar.com

اللہ"۔تو بولے دیبہ کے ساتھ زندگی میں کبھی نند والا سلوک نہ کرنا۔۔ وہ مجھے دنیا کے ہر انسان سے زیادہ عزیز ہے۔ مجھے بے انتہا پیاری ہے۔"

''اور تم تو جگہ پر ہی جیلس ہوگئی ہوگی نا۔'' دیبہ نے لقمہ دیا۔

''سنو تو، میں نے کیا کہا۔''

''کیا؟''

''میں نے کہا۔۔۔ مجھے بھی وہ دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ عزیز ہے۔آپ سے بھی زیادہ۔۔۔'' دیبہ کا بے اختیار قہقہہ نکلا۔ فاریہ بھی ہنس رہی تھی۔

''تو؟''

''تو کیا، سڑ گئے موصوف۔'' فاریہ نے ہنستے ہنستے کہا۔

''میری برائیاں ہو رہی ہیں۔'' اسی لمحے طلحہ کمرے میں داخل ہوا۔دونوں کو ہنستے دیکھ کر بولا۔

''میری اور میری سہیلی کی آپس کی بات ہے۔'' فاریہ نے دیبہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''ہوں۔ دیکھو اس لڑکی کو۔ ذرا نہیں شرماتی۔لڑکیاں تو سسرال میں پہلے دن شرماتے شرماتے کچھ بولتی ہی نہیں ہیں۔'' طلحہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فاریہ کو چھیڑا۔

''اور آپکا بڑا تجربہ ہے لڑکیوں کو شرماتے دیکھنے کا؟'' فاریہ نے جھٹ جواب دیا تو دیبہ ہنس پڑی۔

''بھائی اس سے نہیں جیت سکتے آپ۔''

''اس سے ہم جیتنا بھی نہیں چاہتے۔'' طلحہ نے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اُسکا ہاتھ تھاما۔

''آپ باتیں کریں، میں جا کر برتن وغیرہ سمیٹ لوں۔'' دیبہ کہہ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

''آپ کچھ دیبہ کا ہی خیال کریں۔'' فاریہ نے ناراضگی سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

''کیا کہا میں نے؟'' طلحہ حیران ہوا۔

''بہن کے سامنے رومینس۔''

''اب تو بہن چلی گئی ہے۔اب ادھر آؤ۔'' طلحہ نے فاریہ کو اپنی طرف کھینچا۔

☆......☆......☆

ہنستے مسکراتے دو ہفتے گزر گئے۔ طلحہ کی چھٹی ختم ہونے والی تھی۔ان دونوں کا امریکہ کا ٹکٹ آ گیا تھا۔دونوں ڈھیر ساری دعاؤں

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

اور آنسوؤں میں رخصت ہو گئے اور زندگی ایک بار پھر اپنی ڈگر پر چلنے لگی۔ دیبہ کی زندگی میں بالکل وقت نہیں تھا۔ بوریت کے لئے، یا کسی کو مس کرنے کے لئے۔ البتہ اُسے اپنے کالج کے دن بہت یاد آتے تھے۔ مہوش بھی اپنے میاں کے پاس کینیڈا میں سیٹل ہو گئی تھی۔

دیبہ صبح میں یونیورسٹی جاتی، دن میں آتی، آکر کچن دیکھتی، پھر شام میں پڑھائی کرتی، اور رات میں ثوبیہ، طلحہ اور فاریہ سے سکائپ پر گپیں لگاتی اور پھر نیا دن اسی طرح شروع ہو جاتا۔ اُسکا یونیورسٹی کا ایک سال مکمل ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنی کلاس میں ایک بار پھر ٹاپ کیا تھا۔

''بھائی آپ کب پاکستان آئیں گے، آپکو گئے سال ہونے والا ہے۔'' دیبہ نے رات میں طلحہ سے بات کرتے ہوئے پوچھا۔

''یار، ابھی تو بہت مشکل ہے چھٹی ملنا، لیکن میں ٹرائی کرونگا۔'' طلحہ نے وعدہ نہیں کیا۔ لیکن اُمید ضرور دلائی۔

''تم اس چھٹیوں میں کیا کر رہی ہو؟'' طلحہ نے اُسکے نئے سمیسٹر شروع ہونے سے پہلے ہونی والی چھٹیوں کے بارے میں پوچھا۔

''کچھ نہیں کر رہی۔''

''ایسا کرو نار دن ایریا گھوم آؤ۔''

''میں کس کے ساتھ جاؤں؟''

''میں طاہر بھائی سے بات کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' دیبہ خوش ہو گئی۔

☆......☆......☆

دیبہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی جب ثوبیہ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

''کیا ہوا آپی؟'' دیبہ ایک دم ڈر کر سیدھی ہوئی۔

''میں بہت خوش ہوں دیبہ۔ بہت خوش۔'' ثوبیہ نے اُسے گلے سے لگایا۔

''آپی بیٹھیں تو۔'' دیبہ نے اُسے پکڑ کر بیڈ پر بیٹھایا۔ ''اب بتاؤ کیا ہوا؟'' جب ثوبیہ تھوڑا ریلیکس ہوئی تو دیبہ نے پوچھا۔

''تم خالہ بننے والی ہو۔''

''سچ؟۔ بہت مبارک ہو۔'' دیبہ نے تہہ دل سے خوشی محسوس کی۔

''خیر مبارک۔ اُف دیکھو دو سال ہونے کو آرہے ہیں۔ میں تو سخت پریشان تھی اب تو پتہ ہے آنٹی نے بھی باتوں باتوں میں مجھے سنانا شروع کر دی تھی۔ مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں وہ فیصل کے کان نہ بھر دیں۔''

''کیسی باتیں کرتی ہیں آپ آپی۔'' دیبہ نے منہ بنایا۔

''تم نہیں جانتی دیبہ۔ آنٹی کا بہت ہولڈ ہے اُس گھر میں۔ میری حیثیت تو بالکل ثانوی ہے۔''

''اور اُن کے بیٹے اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے بیٹوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔''

''اعتدال بہت ضروری ہوتا ہے میری جان۔ ہر رشتے میں۔''

''ہاں واقعی آپی، اعتدال تو ضروری ہوتا ہے۔''

''بہر حال میں بہت خوش ہوں۔''

بہت مبارک ہو آپی۔ آپ نے امی کو بتایا۔''

''ہاں سب سے پہلے امی کو ہی بتایا تھا۔'' ثوبیہ کے لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔

''چلو اس خوشی میں، میں کیک بناتی ہوں اور چائے بھی۔ تمہارا منہ میٹھا کرواتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ثوبیہ اور دیبہ خوشی خوشی کمرے سے نکلی۔

☆......☆......☆

''تم ڈونگا گلی جا رہے ہو؟'' جاگنگ کے لئے وارم اپ کرتے ہوئے منیر نے دانیال سے پوچھا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''شاہد کہہ رہا تھا۔ مجھے بھی آنے کو کہا اُس نے۔''

''تو جاؤ گے''؟ دانیال نے پوچھا۔

''نہیں یار۔ مجھے عرفان لوگوں کی کمپنی پسند نہیں ہے۔''

''یار تم آج تک نہیں بدلے۔''

''بدلنا بھی نہیں چاہیے۔ فضول لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔''

''یار کیا نقصان پہنچاتے ہیں وہ۔'' دانیال نے مذاق کے انداز میں پوچھا۔

''چھوڑو۔ جب تم نہیں سمجھنا چاہتے تو کیسے سمجھو گے۔'' منیر کا لہجہ بے لچک تھا۔

''تم پاگل ہو۔'' دانیال ہنسا۔

''ابھی پتہ نہیں ہے یار، کام پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔''

''میری مانو تو اُن کے ساتھ مت جاؤ۔''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''اچھا دادی اماں۔'' دانیال نے مذاقاً کہا۔

''سدھرو گے نہیں نا۔۔۔'' منیر نے اُسے دانت پیس کر دیکھا۔ دانیال ہنسنے لگا۔ پارک کے قریب پہنچ کر انہوں نے جاگنگ شروع کر دی۔

☆......☆......☆

جولائی کا موسم تھا۔ بارشوں کے ساتھ ساتھ شدید حبس تھا۔ طلحہ نے طاہر سے بات کر لی تھی انہوں نے دیبہ کے پسندیدہ ہوٹل میں ایک ہفتے کی بکنگ کروالی تھی۔ ڈھائی گھنٹے کا سفر طے کر کے دیبہ، سارہ، معیز اور طاہر ڈونگا گلی پہنچے۔ گاڑی سے نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا نے اُن کا استقبال کیا۔ یہ ٹھنڈی ہوا، اتنی حبس اور گرمی سے آنے کے بعد جنت کی ہوا جیسی محسوس ہوئی۔

طاہر اندر ریسپشن پر چلا گیا۔ جبکہ سارہ اور دیبہ گاڑی کے برابر کھڑے ہو کر ویو انجوائے کرنے لگے۔ معیز بھاگ کر طاہر کے پیچھے چلا گیا۔

''چلو۔'' طاہر دو کمروں کی چابیاں لے کر آیا تو وہ سارے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

یہ بہت پرانا انگریزوں کے زمانے کا بنا ہوٹل تھا۔ اونچائی میں آتی سنگل روڈ کے بائیں طرف بنا ہوا تھا جبکہ روڈ کے دائیں طرف پہاڑی کی اترائی تھی جو کہ درختوں سے بھری ہوئی تھی۔ بائیں طرف مڑ کر گاڑی سیدھی ہوٹل کی پارکنگ میں داخل ہوتی تھی۔ اور پارکنگ سے بائیں طرف ایک بڑا سا سٹنگ ایریا تھا جس میں ریسپشن بھی تھا اور پرانی طرز کا بنا سٹنگ ایریا بھی۔ جہاں ہمہ وقت انگیٹھی میں آگ چلتی رہتی تھی۔ وکٹوریہ سٹائل کی چیئرز اس سٹنگ ایریا کی زینت بڑھا دیتی تھی۔ گلاب کی بیلیں اس موسم میں پھولوں سے بھری ہوئی تھی۔

اُس سیٹنگ ائیریا سے نکل کر بالکل سیدھ میں ڈائننگ ہال تھا جبکہ کچھ باہر جا کر بائیں طرف کوریڈور تھا جس کے دائیں بائیں کمرے بنے تھے۔ بائیں طرف کمروں سے باہر پارکنگ کا ویو آتا تھا جبکہ دائیں طرف کے کمروں سے لان کا۔ اس کوریڈور سے باہر نکل کر سیدھا لائن میں مزید کمرے تھے۔ جن کے سامنے برآمدہ، اور پھر ہر کمرے کا اپنا چھوٹا سا سیٹنگ روم تھا۔ جس میں بعض کمروں کا دروازہ دوسرے کمرے کے سیٹنگ روم میں کُھلتا تھا۔ ان کمروں کا راستہ ایک تو ڈائریکٹ پارکنگ سے آتا تھا۔ دوسرا ریسپشن سے ہو کر، کوریڈور سے نکل کر آتا۔ اس ہوٹل میں سب سے زیادہ جو بات دیبہ کو پسند تھی وہ اس کا بڑا سا لان تھا۔ پہاڑی پر شروع ہونے والی یہ پہلی عمارت تھی۔ اسلیئے لان سے نیچے سڑک اور سامنے والی پہاڑیوں اور بڑے بڑے درختوں کا حسین ویو آتا تھا۔ یہاں لان میں لگے جنگلی سفید، پیلے اور نیلے پھول ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے تھے۔ لان میں بادلوں میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بادل آپکی ٹانگوں اور پاؤں سے گزر رہے ہوں۔ کل ملا کر بڑے سے لان کے ساتھ، پرانی طرز کا بنا یہ ہوٹل دیبہ کو انتہائی پسند تھا۔

☆......☆......☆

دیبہ اور معیز صبح جلدی اٹھ گئے تھے۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے کچھ وقت سٹنگ روم میں بیٹھے کھڑکیوں سے باہر کا نظارہ کرتے رہے۔

''پھوپھو، میں بور ہو رہا ہوں۔'' معیز بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا تو اُس نے دیبہ سے کہا۔

''چلو، دیکھتے ہیں بھائی بھابھی جاگ گئے ہیں کہ نہیں۔''

معیز سر ہلا کر دیبہ کا ہاتھ پکڑ کے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں سٹنگ روم کے اندر کے دروازے سے دوسرے کمرے کے سٹنگ روم میں داخل ہوئے۔

''کمرے کا دروازہ بند ہے۔ اس کا مطلب ہے بھائی بھابھی سو رہے ہیں۔ تمہیں بھوک لگی ہے؟'' دیبہ کے پوچھنے پر معیز نے سر اثبات میں ہلایا۔

''چلو پھر ڈائننگ روم چلتے ہیں۔'' دیبہ اور معیز دونوں ہاتھ پکڑ کر ڈائننگ روم چلے گئے۔ جہاں ناشتے کا آرڈر دیا لیکن ناشتے میں ابھی تھوڑا وقت لگنا تھا۔ اونچائی پر چیزیں پکنے میں اور گلنے میں تھوڑی دیر لگتی ہے۔ اور وہاں گیس بھی نہیں تھی اور کافی سارے ناشتوں کے آرڈر تھے۔

''چلو ہم اتنی دیر میں نیچے میوزیم سے ہو کر آتے ہیں۔'' دیبہ نے مشورہ دیا جس پر معیز فوراً رضا مند ہو گیا۔

دونوں ساتھ ساتھ اُترائی اترنے لگے۔

''پھوپھو میوزیم میں اصلی شیر ہے؟'' معیز نے معصومیت سے پوچھا۔

''اصلی تو نہیں ہے۔ لیکن اصلی جیسا لگتا ہے۔''

''وہ کاٹتا ہے کیا؟''

معیز کے پوچھنے پر دیبہ مسکرا دی۔ اُسکے ان ہی معصوم معصوم سوالوں کا جواب دیتے ہوئے وہ میوزیم تک پہنچ گئے۔ جہاں مختلف جنگلی پہاڑی جانور اور پرندے دیکھ کر معیز خوب حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ وہ دونوں آدھے گھنٹے بعد میوزیم سے نکل آئے۔

دانیال جو کہ پائپ لائن واک انجوائے کر کے آیا تھا۔ وہ میوزیم کے پاس سے گزرا تو اپنے آگے چلتی لڑکی اور بچے کو دیکھ کر اُسے احساس ہوا جیسے وہ دیبہ اور معیز ہے۔ لیکن اپنا خیال جھٹک کر وہ اُن کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔

دونوں ہنستے مسکراتے روڈ کی چڑھائی چڑھ کر بائیں طرف مڑے تو معیز نے پُر جوش انداز میں دیبہ کو درخت پر بیٹھا بندر دکھایا۔

دیبہ صرف چند سیکنڈ کے لئے دیکھنے کو مڑی اور پھر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دانیال کو اپنا اندازہ صحیح ہونے پر کچھ خاص محسوس نہیں ہوا۔ اُس نے دیبہ اور معیز کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا اور وہ مزید روڈ پر

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

اوپر چڑھتا گیا۔ ہوٹل کے بالکل اوپر پرائیویٹ پراپرٹی میں وہ عرفان اور باقی دوستوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

دیبہ اور معیز جب کمرے میں گئے تو سارہ اور طاہر جاگ چکے تھے۔

''میں ناشتے کا آرڈر دے چکی ہوں۔ میں نے سوچا پہلے چیک کرلوں اگر آپ لوگ جاگ گئے ہیں تو اکٹھے ناشتہ کرلیں۔''

''ہاں چلو۔۔۔'' سارہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''ان برابر رہنے والوں نے رات میں سونے نہیں دیا۔ اتنا شور کیا کہ حد نہیں ہے۔'' سارہ نے شکایتی انداز میں کہا۔

''اسی لئے ابھی امن امان ہے۔ رات بھر جاگ کر ابھی سو رہے ہیں۔'' دیبہ مسکرائی۔

''مجھے لگتا ہے کافی بڑی فیملی آئی ہوئی ہے۔ اور اگلے چاروں کمرے اُن ہی نے لئے ہوئے ہیں۔''

وہ سارے کمرے سے باہر آ گئے۔

''لاہوری لگ رہے تھے کل مجھے تو۔''

''ہاں۔ جب ہی اتنا اونچا بولتے ہیں۔'' سارہ نے ناک چڑھائی۔

ناشتے کے بعد انہوں نے لان میں بیٹھ کر چائے پی۔ موسم اچھا خاصا خنک تھا۔ ہلکا ہلکا سویٹر سب نے پہن رکھا تھا جس میں انہیں ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔ دھوپ بھی نہیں نکلی تھی۔ معیز کونے میں لگے جھولے پر مزے سے جھولے لیتا رہا۔

''ہم واک پر جانا چاہ رہے ہیں۔ تم چلو گی؟'' شام سے کچھ پہلے سارہ نے دیبہ سے پوچھا۔

''نہیں بھابھی میں اِدھر ہی ہوں۔ اگر آپ معیز کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہیں تو چھوڑ جائیں۔''

''چلو، خیال رکھنا اُسکا۔ اُسکے لئے چپس منگوائے ہیں میں نے۔ کچھ دیر میں آ جائیں گے تو اُسے کھلا دینا۔'' دیبہ نے مسکرا کر سر ہلایا تو دونوں واک پر نکل گئے۔

تین دن اسی طرح دیبہ نے خوب ریلیکس کیا۔ چوتھے دن شام میں برابر کے کمروں والے لوگ چلے گئے تو ایک دم ہر طرف خاموشی ہو گئی۔

''اُف کتنا سکون ہو گیا ہے۔'' سارہ نے شکر کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔۔۔'' طاہر نے چائے کا کپ اٹھایا۔ ''تم کیوں نہیں پی رہی؟'' طاہر نے دیبہ سے پوچھا۔

''میرے سر میں بہت درد ہے بھائی۔ آپکے پاس سر درد کی دوا ہوگی۔''

''ہاں ہے۔ کمرے میں دیکھو۔ بلکہ میں لا دیتا ہوں۔'' طاہر نے اٹھنا چاہا۔

http://kitaabghar.com

''نہیں بھائی۔آپ بیٹھیں۔میں دوا لے کر سو جاتی ہوں۔''

''ہم نے تو ابھی مری جانا ہے دیبہ۔'' سارہ کو فکر ہوئی۔

''بھابھی آپ لوگ چلے جائیں۔میں سوؤں گی۔'' دیبہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''زیادہ درد ہے۔۔۔'' طاہر فکرمند ہوا۔

''ہاں بھائی۔لیکن سوؤں گی تو آرام آ جائے گا۔''

''پھر ہم نہیں جاتے،کل چلے جائیں گے۔'' طاہر نے کہا۔

''نہیں بھائی۔میں دوازہ بند کرلوں گی۔آپ لوگ چلے جائیں۔''

''ہمیں دیر ہو جائے گی دیبہ۔'' طاہر جانے کو رضا مند نظر نہیں آ رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں بھائی۔میں صبح ہی اٹھوں گی۔''

''آر یو شیور؟''

''جی بھائی۔''

''میں تمہارے لئے سوپ اور سینڈوچز آرڈر کر جاؤں گا،تم کمرے میں ہی کھا لینا۔''

''ٹھیک ہے بھائی۔'' دیبہ کہہ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

دیبہ گہری نیند سو رہی تھی جب دروازہ بجا۔وہ بامشکل آنکھیں کھول کر اٹھی۔پورے ہوٹل میں بالکل خاموشی تھی۔بادل زوروشور سے گرجنے کے ساتھ برس بھی رہے تھے۔

ویٹر ٹرے لیے کھڑا تھا۔دیبہ نے دروازہ کھولا تو وہ خاموشی سے ٹرے ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا۔

''میڈم میں کچھ دیر میں برتن لینے آ جاؤں گا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا۔دیبہ شال لپیٹ کر برآمدے میں نکلی۔یخ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ،جس میں کافی تیزی تھی۔اور تیز ہوا کے ساتھ، تیز بارش نے لمحے میں دیبہ کو بھگو دیا تو وہ واپس اندر بھاگی۔اُسکے سر کا درد ٹھیک ہو گیا تھا۔اور موسم اُسے دیوانہ بنا رہا تھا۔سردی سے تھر تھر کانپتے ہوئے اُس نے جلدی سے اپنے کپڑے بدلے اور سوپ اور سینڈوچز اُس نے سٹنگ روم میں بیٹھ کر بارش کے نظارے کے ساتھ انجوائے کیے۔

☆......☆......☆

''یار تم بھی آ جاؤ۔'' دانیال جو کہ شام کے وقت سویا تھا اُسکی آنکھ کھلی تو رات گیارہ بج رہے تھے۔لاؤنج میں سے ہنسنے بولنے کی

http://kitaabghar.com

آوازیں سن کر دانیال باہر آ گیا۔

''چھوٹے پانی پلاؤ۔'' دانیال نے صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے ملازم کو کہا۔

چھوٹا فوراً ہی پانی لے کر حاضر ہو گیا۔

''کیا کر رہے ہو تم لوگ۔'' دانیال نے پانی پینے کے بعد دوستوں سے پوچھا۔

''مستی۔'' شاہد چہک کر بولا۔

''یار آج تو تم بھی پی ہی لو۔'' عرفان نے شراب کی بوتل دِکھا کر دانیال سے کہا۔

''تم لوگ مستی کرو۔ مجھے باز ہی رکھو۔'' دانیال نے صاف انکار کیا۔

''یار ایک ڈرنک۔'' احمد نے اُسے گلاس آفر کیا۔

''نہیں یار۔'' دانیال نے فوراً گلاس پرے کیا تو شراب چھلک گئی۔

''یار، آج تو اسے پینی ہی پڑے گی۔'' عرفان بوتل لے کر کھڑا ہو گیا۔ پھر انہوں نے دانیال کے ساتھ زبردستی شروع کر دی۔ عرفان نے زبردستی بوتل اُسکے منہ سے لگائی۔ ''یار، کیا کر رہے ہو؟'' دانیال نے پوری قوت کے ساتھ بوتل پرے ہٹائی۔

''پینی پڑے گی۔'' وہ دوبارہ دانیال کی طرف بڑھے۔ وہ سب ہنس رہے تھے۔

''اچھا۔ اچھا۔ زبردستی مت کرو۔ میں خود لیتا ہوں۔'' دانیال نے بالآخر ہاتھ اُٹھا دیئے۔

شاہد نے فوراً اُسے جام دیا۔ ایک پینے کے بعد وقاص نے اُسے پھر بھر دیا۔ اسطرح دانیال نے اچھی خاصی پی لی۔ اتنی کہ بالآخر اُسکی طبیعت خراب ہونے لگی۔ وہ ان سب کو لاؤنج میں بیٹھا چھوڑ کر خود باہر نکل آیا۔ باہر تیز برستی بارش نے اُسکے نشے سے دھت دماغ پر کچھ خاص اثر نہیں ڈالا۔ وہ لڑکھڑاتا، چکراتا، روڈ پر آ گیا۔ وہ کافی دیر ہوٹل کی انٹرنس کے سامنے روڈ کی پرلی طرف بیٹھا رہا۔ پھر اُسکے دماغ کو جانے کیا سوجھی وہ ہوٹل کے اندر داخل ہو گیا۔

☆......☆......☆

دیبہ ایک دفعہ پھر گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ جب دھڑ دھڑ دروازہ بجا۔ وہ جھنجلا کر بستر سے نکلی۔ رات بارہ بجے کا وقت تھا۔

''اس وقت ویٹر کو کیا پڑی ہے برتن لینے کی۔ صبح نہیں لے سکتا۔'' وہ ویٹر کو کوستی ہوئی دروازے تک آئی۔ باہر اندھیرا تھا۔ اُس نے دروازہ کھول دیا۔

دانیال آرام سے دروازے سے اندر داخل ہوا۔

''آپ۔'' دیبہ کو ایک دم گھبراہٹ ہوئی۔

http://kitaabghar.com

''ہوں۔ک۔۔۔کیسی ہو؟''

''آپ کیوں آئے ہیں؟'' دیبہ نے سختی سے پوچھا اُسے دانیال ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

دانیال نے مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔دیبہ گھبرا گئی۔

''تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگا'' دانیال دیبہ پر جھکا۔

''آپ کیا کر رہے ہیں۔جائیں یہاں سے۔'' دیبہ نے اُسے پیچھے دھکیلا۔

دانیال دروازہ بند کیے اُسکے سامنے کھڑا تھا۔

''تمہیں کچھ بتانے آیا ہوں۔'' دانیال مسکرا کر بولا۔دیبہ کی گھبراہٹ حد سے بڑھنے لگی تو بھاگ کر اندر والے کمرے میں داخل ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ کمرے کا دروازہ بند کرتی دانیال بھی اُس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔اور اُسکے لیے دروازہ بند کرنا ناممکن کر دیا۔

دیبہ نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھا۔وہ پورا بارش میں بھیگا ہوا تھا اور وہ اپنے ہوش وحواس میں بھی نہیں لگ رہا تھا۔اس سے پہلے اُس نے کبھی دیبہ کو اسطرح نہیں دیکھا تھا جیسے اس وقت ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

دانیال نے مسکراتے ہوئے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور کنڈی لگا دی۔اس لمحے حقیقتاً دیبہ کی ٹانگوں سے جان نکل گئی۔وہ شدید گھبراہٹ میں چیخنا بھی بھول گئی۔

دانیال بند دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔

کچھ لمحے گزرے تو دیبہ کو اپنے حواس واپس آتے محسوس ہوئے۔

''آپ فوراً چلے جائیں یہاں سے،ورنہ میں شور مچا دونگی۔'' دیبہ نے دھمکی دی۔

جواباً دانیال مسکراتے ہوئے اُسکی طرف بڑھا۔دیبہ پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی۔

''چیخو۔۔۔'' وہ اسکے قریب جا کر بولا۔لہجہ چیلنجنگ تھا۔

''دانیال بھا۔۔۔''

''ششش۔۔۔ '' دانیال نے دیبہ کے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔''بھائی مت بولنا۔مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا۔'' دانیال نے اپنی انگلی دیبہ کے ہونٹوں پر پھیری۔

''تم جانتی ہو۔تم مجھے اپنی طرف کھینچتی ہو۔اپنے آپ پر کتنا کنٹرول کرنا پڑتا ہے مجھے خود کو تم سے دور رکھنے کے لئے۔'' دیبہ گھبراتے ہوئے انداز میں اُسے دیکھے گئی۔۔اُسکی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔

''آپ پلیز چلے جائیں۔'' دیبہ التجائیہ انداز میں بولی۔

http://kitaabghar.com

''مجھے کہنے تو دو۔ پھر چلا جاؤں گا۔'' دانیال مزید چند قدم اُسکے قریب ہو گیا۔

وہ بے اختیار دیبہ کی طرف جھکا تو دیبہ نے اپنا منہ موڑ لیا۔ دانیال ہنسنے لگا۔

''جتنا دور بھاگتی ہو، اُتنا ہی کھینچتی ہو۔ ہہہ۔۔۔ ہہہ۔۔۔ بہت کشش ہے تم میں۔'' دانیال کی گرم سانسیں دیبہ کی گردن کو چھو رہی تھی۔

''آپ پیچھے ہٹیں۔'' دیبہ نے اُسے زور سے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے ایک آدھ قدم پیچھے ہوا۔ لیکن دیبہ کا دھکا اُسکا فولادی جسم کچھ زیادہ دور نہیں کر پایا۔ دیبہ بے اختیار چیخنے لگی۔ دانیال نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے چپ کروالیا۔ اسی کشمکش میں دیبہ کا ڈوپٹہ زمین پر جا گرا۔

''تم بہت حسین ہو۔۔'' دانیال نے اُسے نرمی سے چھوا۔ دیبہ اُس کو دور کرنے کی تگ و دو کرتی رہی۔ اور دانیال اُسکے منہ پر ہاتھ رکھے اُسے روکنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی تگ و دو میں دونوں نیچے جا گرے۔ دیبہ کے اوپر دانیال آ گرا۔ جذبات پوری انگڑائی لے کر بیدار ہوئے۔

دیبہ کی جستجو کے نتیجے میں دانیال نے اُسکا سر فرش پر دے مارا۔ خون جو کہ دیبہ کے سر سے نکلا فوارے کی صورت، اُسے دانیال یکسر نظر انداز کر چکا تھا۔

☆......☆......☆

دانیال جب ہوٹل سے نکلا تو نیچے روڈ سے گاڑی کی ہیڈ لائٹ آتی دیکھائی دی۔۔۔ وہ چڑھائی چڑھ گیا۔

''کتنی غیر ذمہ دار ہے دیبہ۔ دروازہ کُھلا ہے۔ سارہ نے کھلے دروازے کو دیکھ کر فکرمندی سے کہا۔ وہ بارش میں بھگتے اندر داخل ہوئے تھے۔ دیبہ کو طاہر نے آوازیں دی لیکن جواب نہیں ملا۔

''جا کر دیکھو۔ سو رہی ہے کیا؟'' طاہر نے سوئے ہوئے معیز کو بیڈ پر لیٹاتے ہوئے کہا۔

''اچھا'' سارہ دیبہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور دل گداز چیخ تھی جو اُسکے حلق سے نکلی۔ دیبہ زمین پر پڑی تھی اور اُسکے اردگرد خون پھیلا ہوا تھا۔ دیبہ کو سارہ نے فوراً چادر سے ڈھانپا۔ طاہر بھاگ کر کمرے میں آئے اور دیبہ کی حالت دیکھ کر شاک کے عالم میں آ گئے۔

''جلدی کریں طاہر۔ اسے گاڑی میں ڈالیں۔ ہاسپٹل لے چلیں۔''

سارہ انتہائی پھرتی سے اُسے چادر میں پوری طرح سے ڈھانپ چکی تھی۔ طاہر کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس کے اندر دھنس جائیں۔ کسی بھی بھائی کے لئے اپنی بہن کو اس حالت میں دیکھنا مر جانے کا مقام ہوتا ہے۔ اس وقت طاہر کا بھی دل چاہا کہ دیبہ کو ایسے دیکھنے سے پہلے وہ مر ہی جاتے۔

☆......☆......☆

دانیال کی آنکھ دن کے بارہ بجے کے قریب کھلی وہ بھاری سر کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

اُسے متلی سی محسوس ہو رہی تھی اور سر میں درد تھا۔

''یہ کھالے۔'' وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا جب شاہد نے اُسے گولیاں آفر کی۔ دانیال نے ایک ساتھ دو کھالی۔ پانی کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے رکھتے اچانک گزری ہوئی رات کا واقعہ اُسکی آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگا۔ کچھ تفصیل کے علاوہ اُسے سب کچھ یاد آ گیا۔ گلاس اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا اور کرچی کرچی ہو گیا۔

''یہ میں نے کیا کیا؟'' دانیال نے اپنے سر کے بالوں کو زور سے کھینچا۔ ''دیبہ۔۔۔'' اُسکے منہ سے بہت دھیمی آواز میں نکلا۔ وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کدھر جا رہا ہے؟'' وہ دروازے سے دیوانہ وار باہر کو بھاگا جب شاہد نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روکا۔

''ہاتھ مت لگاؤ۔'' دانیال نے نہایت تیزی سے اُسکا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور وہ تیزی سے گھر سے باہر نکل گیا۔ اسی تیزی سے وہ سڑک پر آیا تھا۔ لیکن ہوٹل کے سامنے آ کر اُسکا حوصلہ جواب دے دیا۔ غیر معمولی طور پر ہوٹل کے سامنے لوگ تھے۔

دانیال سڑک کے کنارے لگے بنچ پر بیٹھ گیا۔

''رپورٹ تو نہیں ہوئی لیکن پھر بھی پولیس کو اطلاع ملی تو آئی ہے جائے وقوعہ دیکھنے۔'' ایک شخص دوسرے کو بتا رہا تھا۔

''لڑکی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور سر بھی پھٹ گیا اُسکا تو۔ ہسپتال میں ہے۔ اور حالت نازک ہے اُسکی۔'' دوسرے شخص نے مزید تفصیل سے آگاہ کیا۔

''دانیال۔'' شاہد اُس کے پیچھے آیا تھا۔ دانیال اس وقت بالکل ساکت بیٹھا تھا۔

اُسکے اندر ایک دم بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ اسطرح حیوانی حرکت کیسے کر سکتا ہے۔

اُس نے بے یقینی کے عالم میں شاہد کی طرف دیکھا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' شاہد نے بازو سے پکڑ کر اُسے اٹھایا۔

''مجھے جانا ہے۔'' دانیال کے منہ سے صرف یہی الفاظ نکلے۔ اسکے بعد اپنی گاڑی لے کر وہ وہاں سے نکل جانے تک کچھ نہیں بولا۔ سارے دوست پوچھتے رہے کہ ہوا کیا ہے؟ لیکن وہ خاموش رہا۔ اور خاموشی سے گاڑی لے کر نکل گیا۔

اُسے گاڑی چلاتے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ ہو چکے تھے جب اُسے اپنا ذہن مکمل طور پر ماؤف ہوتا محسوس ہوا۔ اُس نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کر دی۔

اور اُس نے اسٹرینگ پر زور سے مکا مارا۔ ہاتھ سے درد کی شدید لہر دماغ تک پہنچنے سے پہلے ہی سن ہو گئی۔

میں دیبہ کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ اُس نے خود سے سوال کیا۔

http://kitaabghar.com

''فاریہ۔۔'' اُسے یک دم اپنی بہن کی شادی شدہ زندگی کا خیال آیا۔ ''برباد کر دیا۔۔۔سب برباد کر دیا میں نے۔'' وہ خود کلامی کرتا رہا۔ دھیرے دھیرے اُسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ گہرے پچھتاوے کے آنسو۔ اپنی بربادی کے آنسو، اپنی بہن کے گھر کے اُجڑنے کے آنسو اور سب سے بڑی بات ایک معصوم لڑکی کی معصومیت چھن جانے اور اُسکے داغ دار ہو جانے کے آنسو۔ یہ سچ ہی ہے کہ جب انسان خدا کی نافرمانی کرے تو آخر میں صرف آنسو ہی رہ جاتے ہیں۔ اگر وہ اپنی درست دماغی حالت میں ہوتا تو ایسا کبھی سوچتا بھی نا ۔لیکن شراب کے نشے میں وہ وہ کر گیا جس کا خیال اسکے ذہن کے کسی دور دور کے کونے میں بھی کبھی نہیں آیا۔

☆......☆......☆

''آپ کی بہن کی حالت اب سٹیبل ہے۔ آپ چاہیں تو آپ انہیں جیسے کہ آپ کہہ رہے تھے آپ ہیلی کاپٹر کا انتظام کر سکتے ہیں تو ہیلی کاپٹر سے لے جا سکتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے پریشان حال طاہر کو آ کر تفصیل سے بتایا۔

''ڈاکٹر صاحب اُسے ہوش آیا؟''

''ہوش آیا تھا کچھ دیر کے لئے۔ جس سے ہماری تسلی ہوگئی ہے۔ مزید ٹیسٹ آپ اِن کے اسلام آباد لے جا کر کروا سکتے ہیں۔''

''ابھی وہ ہوش میں ہے؟''

''نہیں ابھی ہم نے سکون آور انجکشن کے ذریعے سُلا دیا ہے۔ کچھ وقت تو انہیں سُلائے رکھنا بہتر ہے۔ ایسے مریض چونکہ انتہائی سٹریس ہوتے ہیں تو انہیں سکون کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔''

''میں ہیلی کاپٹر ارینج کر لیتا ہوں۔ دو تین گھنٹے تک ہم اُسے لے جاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

دیبہ مری کے سی ایم ایچ میں داخل تھی۔ سر پر گہری چوٹ ہونے کے باعث وہ پچھلے 18 گھنٹے سے بے ہوش تھی اور ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اگر ہوش نہیں آتا تو وہ جان سے بھی جا سکتی ہے۔ طاہر نے ابھی تک گھر کچھ نہیں بتایا تھا۔ سب سے پہلے اُس نے ہیلی کاپٹر ارینج کیا۔ اسکے بعد وہ سارہ کے پاس گیا۔ اُسے تفصیل سے آگاہ کیا۔

''میں ہوٹل سے سامان لے آتا ہوں۔ میرا فون اور پرس اور ضروری چیزیں وہی رہ گئی ہیں۔ میں گھنٹے ڈیڑھ میں آجاؤں گا اور ہیلی کاپٹر بھی آجائے گا دو تین گھنٹے میں۔'' طاہر کہہ کر چلا گیا۔ سارہ جو کہ رات بھر دیبہ کے لئے دعائیں کرتی رہی تھی ایک دفعہ پھر دعاؤں میں مشغول ہوگئی۔

☆......☆......☆

''سر پولیس آئی تھی۔ کسی قسم کی فورس انٹری نہیں ہوئی۔'' طاہر کے آتے ہی ہوٹل کا مالک اور مینجر اُسکے پاس آ گئے اُسے اُس کی

چیزیں دینے کے بعد مالک نے بتایا۔

''کہنا کیا چاہتے ہو تم؟'' طاہر کا دل چاہا کہ اُسے قتل ہی کر ڈالے۔

''نہیں سر، میں کچھ نہیں کہہ رہا۔ یہ تو پولیس نے کہا ہے۔ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں ہماری سالوں کی عزت داؤ پر لگی ہے۔''

''اور میری عزت کا کیا؟'' طاہر نے اُسے گریبان سے پکڑ لیا۔ ''ایک شخص میری بہن کے کمرے میں گھس آیا اور تمہیں کانوں کان خبر ہی نہیں ہوئی۔ کوئی گارڈ نہیں تم لوگوں کا، کوئی سیکیورٹی نہیں۔''

''سر پلیز چھوڑ دیں۔'' مینجر نے بامشکل مالک کا گریبان چھڑوایا۔

''سر آپکی بہن، میری بہن۔ آپ کا دل چاہے تو مقدمہ درج کروائیں، ہم ہر طرح کا تعاون کریں گے۔ لیکن جو پولیس نے کہا میں صرف آپکو وہی بتا رہا ہوں کہ فورس انٹری نہیں ہے۔ دروازہ اندر سے کھولا گیا تھا۔''

''میں دیکھ لوں گا تمہیں۔'' طاہر کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ مالک اور مینجر مزید کچھ نہیں بولے۔

طاہر گاڑی لے اُڑا۔

☆......☆......☆

فاطمہ اور رضا ہسپتال پہنچے تو انہیں اصل داستان پتہ چلی کہ اُن کی بیٹی کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہو چکا ہے۔

''تمہیں ذمہ داری دی تھی تمہاری بہن کی۔'' رضا ایک دم ڈھے گئے۔ طاہر نے انہیں بروقت پکڑ لیا۔ ورنہ وہ زمین بوس ہو جاتے۔

''میری بیٹی۔'' وہ طاہر کے بازوؤں میں گرتے چلے گئے۔

''بیٹا انہیں گھر لے جاؤ اور سارہ اور معیز کو بھی۔'' فاطمہ نے انتہائی مضبوط لہجے میں کہا۔ طاہر اُن سے نظریں نہیں ملا سکا۔ وہ دونوں بازوؤں میں سہارا دے کر بامشکل رضا کو گاڑی تک لایا۔ عجیب سوگوار سا ماحول تھا۔

فاطمہ، دیبہ کے کمرے میں چلی گئی۔ دیبہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اُسکی رنگت زرد ہو رہی تھی اور آنکھوں میں حلقے واضح نظر آ رہے تھے۔ وزن اُسکا ایک دن میں شاید کئی کلو کم ہو گیا تھا۔ بیڈ میں لیٹی وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ دیکھائی دے رہی تھی۔ فاطمہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلے۔ ان کا دل چاہا کہ دیبہ کو اپنے سینے سے لگا لیں۔ آج تک وہ انہیں معصوم سی پھول جیسی پری لگتی تھی اور اُن کے معصوم پھول کو کس بے دردی سے نوچا گیا تھا۔ انہیں لگا ان کا دل پھٹ جائے گا۔ اُسی لمحے جب اُن کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ دیبہ گہری نیند میں بڑبڑانے لگی۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔ زار و قطار بہتے بے آواز آنسوؤں کے ساتھ وہ دیبہ کے سرہانے گئی اور کان لگا کر سننے لگی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

ہر دفعہ ہوش آنے پر دیبہ زاروقطار روتی اور چیخنے لگتی۔ وہ اپنی ڈرپ اور خون کی بوتل کی نلی اُتار پھینکتی۔ جتنی چیزیں اُسکے ہاتھ کی پہنچ میں ہوتی انہیں فرش پر دے مارتی۔ کسی کے سنبھالنے میں نہ آتی تو ڈاکٹر ایک بار پھر سکون آور انجکشن دے کر اُسے سلا دیتے۔ یہ سلسلہ تین دن چلتا رہا۔ ثوبیہ تین دنوں سے گھر اور ہسپتال کے درمیان گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ فاطمہ نے ایک لمحہ دیبہ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یہ خبر طلحہ تک پہنچ چکی تھی۔ رات کی فلائٹ سے وہ اور فاریہ آ رہے تھے۔ طاہر ہسپتال اور گھر کے درمیان چکر لگاتا رہتا۔ رضا کی طبیعت انتہائی خراب تھی۔ سارہ، رضا اور کچن سنبھالے ہوئے تھی۔

دن کے وقت جب دیبہ کو ہوش آیا تو اس سے پہلے کہ وہ پھر ہسٹریک ہو جاتی۔ فاطمہ نے مضبوطی سے اُسے کندھوں سے پکڑا۔

''میری بیٹی۔ میری بات سنو۔'' انہوں نے نہایت مضبوط لہجے میں دیبہ کو مخاطب کیا۔

''جو ہو چکا اُسے بدلا نہیں جا سکتا۔ اب صبر کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ صرف تم نہیں ہم سب تکلیف میں ہیں۔ تمہارے ابو سخت بیمار ہیں میری پیاری بیٹی۔ ہمارے لئے خود کو سنبھالو۔'' فاطمہ کے مضبوط لہجے سے دیبہ کو بھی مضبوطی ملی۔ وہ چیخنے یا چیزیں پھینکنے کے بجائے فاطمہ کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ اور خوب دل کھول کر روئی۔ ایسے جیسے وہ اپنے ہی جنازے پر رو رہی ہو۔ جسم درد سے اور روح زخموں سے چور چور تھی۔ ہر دفعہ چپ کرانے کی کوشش پر اُسے پھر سے خود کا داغدار ہونا رولا دیتا۔ وہ بہت دیر روتی رہی۔ آنسوؤں کے ساتھ اُسکی ہچکیاں بھی بندھ گئی۔

فاطمہ نے اُسے خود سے الگ کیا۔ اُسکے بال سمیٹے۔

''امی میں آپکو بتاتی ہوں۔ یہ۔۔۔ سب۔۔ کس۔۔۔۔ نے۔۔۔'' دیبہ مزید بول نہ سکی کیونکہ فاطمہ نے شش کہہ کر اُسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

''تم نہیں جانتی یہ سب کس نے کیا'' انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ ''وہ، انجانا، اجنبی تھا، جسے تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''

''امی'' دیبہ رونا بھول کر شاک کے عالم میں فاطمہ کو دیکھے گئی۔

''تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ بیٹا۔ تمہارے سر پر چوٹ آئی ہے۔ تمہیں کچھ یاد نہیں۔''

فاطمہ نے کہہ کر دیبہ کو گلے سے لگا لیا۔ فاطمہ کے گلے لگے لگے شاک کی حالت میں دیبہ کے آنسو آنکھوں میں ہی خشک ہو گئے۔

☆......☆......☆

''دانیال یہ کیا نحوست پھیلا رکھی ہے۔ آج چوتھا دن ہے تم کمرے میں گھپ اندھیرا کئے بیٹھے ہو'' ماریہ نے کمرے میں داخل ہو کر لائٹ آن کی۔ دانیال جو کہ بستر میں اوندھے منہ لیٹا تھا وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

''تم سیدھے ہو جاؤ'' کہنے کے ساتھ ماریہ نے اُسے سیدھا کرنے کی تگ ودو کرنا شروع کر دی تو وہ مجبوراً سیدھا ہو کر لیٹ گیا

http://kitaabghar.com

لیکن اُٹھا نہیں۔

''نہ تم دفتر جا رہے ہو، نہ شیو کی ہے تم نے، نہ کچھ کھا پی رہے ہو۔ شکل سے ایک دم جنگلی لگ رہے ہو۔''

''تو میں کون سا کسی جنگلی سے کم ہوں۔ بلکہ میں تو جنگلیوں سے بھی بدتر ہوں۔'' دانیال نے دل میں سوچا۔

''میری کسی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے ہو۔ اٹھ کر شیو کرو۔ چلو۔''

''میں آئینے میں اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ شرمندگی سے سر جھک جاتا ہے۔ دانیال خرم کی جگہ ایک ہوس زدہ حیوان نظر آتا ہے۔'' دانیال نے ایک بار پھر دل میں انہیں جواب دیا۔

''اٹھ کر تیار ہو جاؤ۔ آج تمہارے بابا گھر نہیں ہیں۔ مجھے ہسپتال لے جاؤ۔ دیبہ کو دیکھنے۔'' ماریہ نے اُسکا بازو پکڑ کر اُسے اُٹھانا چاہا۔ ''پچھلے تین دن سے ہم جا رہے ہیں اور میرے روز کہنے پر تم نہیں جاتے۔''

دانیال نے اُن کی گرفت سے اپنا بازو چھڑوا لیا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا۔'' وہ کہہ کر پھر سے اوندھے منہ لیٹ گیا۔

''کیا مطلب ہے مجھے نہیں جانا۔''

''ماما میرا پیچھا چھوڑ دیں۔'' دانیال نے نہایت بدتمیزی سے کہا۔ ماریہ کو شاک لگا۔ دانیال نے اس سے پہلے کبھی اُن سے بدتمیزی نہیں کی تھی۔

''دانیال پرابلم کیا ہے تمہارا۔ کیوں ایسے بی ہیو کر رہے ہو؟'' ماریہ کچھ غصے سے بولی۔

''ماما پلیز لیو می الون۔۔۔'' دانیال نے چیخ کر کہا۔ ''میرے کمرے سے جائیں اور لائٹ بھی بند کر جائیں۔'' اُس نے بدلحاظی کی ساری حدیں چھو لی۔

ماریہ مزید کچھ بولے بنا کمرے سے نکل آئی اور لائٹ بھی بند کر دی۔

☆......☆......☆

طلحہ ائیر پورٹ سے سیدھا قائداعظم انٹرنیشنل ہسپتال آیا تھا۔ جہاں دیبہ داخل تھی۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔ دیبہ انجکشن کے زیرِ اثر سو رہی تھی۔

''امی۔'' وہ فاطمہ کی طرف بڑھا۔ فاطمہ اُسکے گلے لگ گئی۔ اور آنسو بے قابو ہو گئے۔

''مت روئیں۔۔۔'' فاریہ اُن کے بائیں جانب بیٹھ گئی۔ وہ خود بھی شدت سے رو رہی تھی۔ فاطمہ نے اُسے بھی گلے سے لگا لیا۔ فاریہ نے جب سے سنا تھا، وہ زار و قطار روتی رہی تھی۔ اس وقت بھی اُسکی ہچکیاں بندھ گئیں۔ فاطمہ کو اُسے تسلی دینی پڑی۔ طلحہ اٹھ کر

http://kitaabghar.com

دیبہ کے بیڈ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ دیبہ معصومیت سے سو رہی تھی۔ طلحہ کا خون کھولنے لگا۔ دل چاہا کہ وہ شخص جس نے اُسکی بہن کو اس حالت میں پہنچایا ہے وہ اُسے مل جائے تو طلحہ اُسکا سر پھاڑ دے، اُسے دنیا میں چلنے پھرنے کے قابل نہ چھوڑے۔

''کیا دیبہ اُس شخص کو جانتی ہے؟'' طلحہ نے دیبہ کو پیشانی پر پیار کیا اور فاطمہ کے پاس جا کر پوچھا۔

فاطمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ اٹھ جائے تو میں خود بات کرتا ہوں۔'' طلحہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

طلحہ کو دیکھ کر دیبہ نے خاموشی سے نظریں جھکا دی۔ اور جھکی نظریں فاریہ کو دیکھنے کے لئے بھی نہیں اُٹھی دل و دماغ میں ایک دم خاموشی تھی، مکمل سناٹا۔ اُسکے خشک آنسو پھر نہیں بہے۔

''کیسی ہو؟'' طلحہ نے تیسری دفعہ پوچھا تو دیبہ چونکی۔ دیبہ کی خاموشی سے طلحہ کو اپنا دل درد سے پھٹتا محسوس ہوا۔

''پتہ نہیں۔'' وہ منہ دوسری طرف کر کے لیٹ گئی۔

''دیبہ۔'' فاریہ نے اُسکا ہاتھ پکڑا۔ دیبہ ایک دم ڈر گئی۔ اُسکے منہ سے چیخ نکل گئی۔

''دیبہ یہ میں ہوں۔ فاریہ۔۔۔'' فاریہ نے اُسکے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے پکڑ لیا۔

دیبہ نے اُسکا چہرہ دیکھا۔ نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔ اور آنکھیں بند کر لی۔ طلحہ نے فاریہ کو اشارہ کیا کہ اُسے ڈسٹرب نہ کرے چپکے سے طلحہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی۔

کچھ لمحوں بعد نرس نے آ کر دیبہ کو دوا دی۔ دیبہ بستر میں سیدھی، خاموش بیٹھی تھی۔ جب دروازہ کُھلا اور ثوبیہ، فیصل اور عطیہ اندر داخل ہوئے۔ دیبہ اب بھی خاموش رہی۔ ثوبیہ کافی پریشان دیکھائی دے رہی تھی۔ دیبہ کی چھٹی حس اُسے الرٹ کر رہی تھی۔ لیکن وہ خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی۔

''بہن بہت دکھ ہوا۔ ہمیں یہ سب سن کے۔'' عطیہ نے سنجیدگی سے بات کا آغاز کیا۔

''بہن۔۔۔ اللہ کی مرضی ہے۔'' فاطمہ نے جواب دیا۔

''ہاں۔ یہ تو ہے لیکن بچی پر تو داغ لگ گیا نا۔'' عطیہ کے کہنے پر کمرے میں موجود سب لوگوں نے انہیں دیکھا۔ فاطمہ جواباً کچھ نہیں بول سکی صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ وہ دیبہ کے ہسپتال داخلے کے چوتھے دن آئی تھیں اور ساری اطلاع لے کر آئی تھی اور اطلاع دینے والی اُن کی اپنی بہو تھی۔

کمرے میں اتنے سارے لوگوں کی موجودگی کے باوجود مکمل خاموشی تھی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

"اس میں دیبہ کا کوئی قصور نہیں ہے آنٹی۔" فاریہ کی آواز نے کمرے کی خاموشی توڑی۔

"خدا بہتر جانتا ہے اصل قصہ۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ثوبیہ کا جھکا سر کچھ اور بھی جھک گیا۔فیصل کچھ شرمندہ سا خاموش بیٹھا رہا۔طلحہ کا خون کھولنے لگا تھا لیکن وہ ثوبیہ کی وجہ سے خاموش رہا۔

"آنٹی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟" فاریہ اپنا غصہ قابو نہ کر سکی۔"ہماری دیبہ معصوم ہے۔اس سارے قصے میں، اسکا کوئی قصور نہیں۔" فاریہ کی آواز تو دھیمی رہی لیکن انداز نہیں۔دیبہ نے صرف چند سیکنڈ کے لئے آنکھیں بند کی۔اُسکے بعد وہ سامنے والی دیوار کو دیکھنے لگی۔

"بہر حال بہن، میرا خیال ہے یہ رشتہ ہمیں ختم کر دینا چاہیے۔میرا یوسف تو یہ سب سن کر برداشت نہیں کر پائے گا۔" انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا۔"اور میں چاہتی ہوں کہ یوسف کو اس سب کے بارے میں علم نہ ہو۔بیچارہ پردیس میں بیٹھا ہے۔پریشان ہو کر رہ جائے گا۔" اُن کا اشارہ سیدھا دیبہ کی طرف تھا کہ وہ اُسے فون کر کے نہ بتائے لیکن وہ جانتی نہیں تھی کہ دیبہ کا ویسے بھی یوسف سے کوئی رابطہ نہیں۔

کچھ مزید لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔تمام افراد خاموش تھے۔

"اچھا بہن میں چلتی ہوں۔اللہ دیبہ کو صحت عطا کرے۔" وہ اٹھ گئی لیکن پھر بھی کمرے میں کوئی نہیں بولا، کسی کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

"چلو فیصل، تم آؤ گی کیا ثوبیہ؟" انہوں نے معنی خیز انداز میں ثوبیہ سے پوچھا۔

"آنٹی میں دیبہ سے مل کر آتی ہوں۔" ثوبیہ نے بے تاثر آواز میں جواب دیا۔دیبہ خاموشی سے اپنے اِرد گرد لوگوں کے رویئے کو جانچتی رہی۔

"اچھا جی۔خدا حافظ۔" وہ کمرے کے دروازے کے پاس پہنچی، فیصل بھی اُن کے ساتھ تھا۔

"آنٹی۔" دیبہ کی آواز نے کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔عطیہ اُسکی طرف مڑی دل میں فوراً خیال آیا کہ اگر دیبہ نے اپنی صفائی پیش کی اور معافی مانگی یا منگنی نہ توڑنے کے لئے منت کی تو کیا کریں گی۔چہرے پر فکرمندی کے تاثرات لیئے انہوں نے دیبہ کی طرف دیکھا۔

"یہ انگوٹھی لیتی جائیں۔" دیبہ نے غیر متوقع بات کی تو اُن کو اپنی بے عزتی محسوس ہوئی۔اُس نے انگوٹھی اُتار کر اپنے برابر کھڑی فاریہ کو پکڑائی۔تو فاریہ نے ایک نظر دیبہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔اُسکا چہرا بالکل بے تاثر تھا۔

"یہ آنٹی کو دے دو۔۔۔" دیبہ نے بے تاثر آواز میں انگوٹھی پکڑے کھڑی فاریہ کو کہا۔اور خود بستر میں لیٹ گئی۔فاریہ نے انگوٹھی انہیں پکڑا دی۔وہ خاموشی سے فیصل کو لئے کمرے سے نکل گئی۔

"ثوبیہ ہم گاڑی میں انتظار کر رہے ہیں۔" فیصل نے جاتے جاتے یاد دہانی کروئی۔

http://kitaabghar.com

ثوبیہ اُن کے جانے کے بعد دیبہ کے بیڈ کے پاس آئی۔اُس نے دھیرے سے دیبہ کا ہاتھ پکڑا۔

"مجھے معاف کر دینا دیبہ۔" ثوبیہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ٹپ ٹپ کئی آنسو اُس کی آنکھوں سے نکلے۔اسکے بعد وہ پلٹ گئی۔

فاطمہ ساکت اپنی جگہ بیٹھی تھی۔فاریہ کو سمجھ نہیں آئی کہ کس کو تسلی دے۔طلحہ کا خون بری طرح کھول رہا تھا۔فاطمہ شاک میں تھی اور دیبہ۔۔۔دیبہ کے دل و دماغ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔وہ کچھ محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔نہ خوشی، نہ غم، نہ کچھ۔اُس نے گہرا سانس لیا اور آنکھیں بند کر کے کروٹ بدل لی۔فاریہ، فاطمہ کے پاس بیٹھ گئی، انہیں دھیرے دھیرے تسلی دینے لگی۔

☆......☆......☆

فاریہ صرف چند گھنٹوں کے لیئے اپنے گھر گئی تھی۔اُسکی ملاقات ماریہ اور خرم سے ہسپتال میں ہی ہوتی تھی۔وہ روزانہ چکر لگاتے تھے۔

"دانیال بھائی کدھر ہیں؟"

فاریہ نے گھر میں مکمل خاموشی محسوس کر کے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ہفتے بھر سے اندھیرا کیے کمرے میں گھسا بیٹھا تھا۔آج جب چھٹی کا دن ہے تو صبح سویرے ہی کہیں نکل گیا ہے۔"

"کمرے میں کیوں بند تھے ہفتے بھر سے؟" فاریہ کو حیرت ہوئی۔

"کچھ بتائے تو پتہ چلے نہ مجھے۔" ماریہ اُسکے رویئے سے سخت پریشان تھی۔"نہ کچھ کھا رہا ہے، نہ بات کرتا ہے۔میں بات کروں تو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔"

"ایسے تو کبھی نہیں کیا بھائی نے۔آفس بھی نہیں جا رہا ہے؟" فاریہ کو فکر ہوئی۔

"نہیں۔بس ہر وقت بستر میں گھسا رہتا ہے۔منیر آیا تھا پرسوں، اُس سے بھی نہیں ملا۔

موبائل بھی بند کیا ہوا ہے اُس نے۔"

"کہیں محبت وبت تو نہیں ہو گئی بھائی کو۔" فاریہ چھیڑنے والے انداز میں بولی۔

"ارے اگر کمبخت ہو گئی ہے تو لڑکی بتائے ہم رشتہ لے جانے کو تیار ہیں۔لیکن اس طرح تو بی ہیو نہ کرے نا، مجھے پریشان کر دیا ہے اُس نے۔۔۔"

"ٹھیک ہو جائیں گے۔" فاریہ نے تسلی دی۔

"اب دیکھو، اتنی دفعہ کہا کہ برا لگتا ہے ہسپتال چلو دیبہ کو دیکھنے، نہیں گیا، تم آئی، طلحہ آیا، تو اُسکا حق بنتا ہے نہ کہ جا کر ملے لیکن نہیں جی۔یہ تو کمرے سے نکلنے کو تیار نہیں۔"

"تھوڑا وقت دیں۔ہو سکتا کوئی مسئلہ ہو۔ٹھیک ہو جائیں گے۔"

http://kitaabghar.com

''بیچاری پھول سی بچی مرجھا گئی ہے۔ ایکسیڈنٹ بھی ایسا دیکھو بھائی، بھابھی بالکل محفوظ رہے اور اُسکا تو برا حال ہو گیا۔'' ماریہ کچھ نہیں جانتی تھی کہ حقیقت کیا ہوا ہے۔

''جی ماما۔ بس اللہ کی مرضی ہے یہ تو۔ بابا کب آئیں گے؟''

''بس پانچ منٹ میں آجائیں گے۔ یہی مارکیٹ تک گئے تھے۔ میں نے تمہارے آنے کا بتا دیا ہے۔ آتے ہی ہونگے۔ تم بیٹھو بیٹا، میں چائے بنا لاؤں تمہارے لئے۔'' ماریہ کہہ کر اُٹھ گئی۔

☆......☆......☆

''یار کدھر غائب ہو؟'' منیر دانیال کے آفس آیا۔ وہ بہت دنوں سے نہ مل رہا تھا نہ اُس سے فون پر رابطہ ہو رہا تھا۔

''کہیں نہیں۔'' دانیال نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ بہت دنوں بعد آج دفتر آیا تھا۔ کام بہت سارا جمع تھا۔ وہ صبح سے کام کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دھیان نہیں دے پا رہا تھا۔ تمام الفاظ اُسکی نظروں میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ انہیں پڑھ پاتا تو سمجھ نہیں آتے۔ سمجھ آتے تو یہ سوچ نہ پاتا کہ اُسکا کرنا کیا ہے۔

''یار کتنے دنوں سے نہ جاگنگ کے لئے آئے ہو اور نہ ہی ملاقات کی۔'' منیر اُسکے ٹیبل کے دوسری طرف رکھی کرسی پر براجمان ہوا۔

''کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔'' دانیال کا دل چاہا کہ منیر وہاں سے چلا جائے۔

''وہ تو لگ رہا ہے تمہارا چہرہ دیکھ کر۔ رنگت خراب ہو رہی ہے تمہاری۔'' منیر مسکرایا وہ ہمیشہ دانیال کی گوری رنگت پر اسی طرح کی چوٹیں کرتا تھا۔

دانیال جواباً دھیرے سے مسکرایا۔

''پتہ ہے دفتر کی ساری لڑکیاں اُداس ہو گئی تھی۔ تمہاری سوہنی صورت دیکھے بنا۔'' منیر نے شوخی سے کہا۔

''آ گیا ہوں نا۔'' دانیال اپنی کرسی پر آرام دہ انداز میں بیٹھا۔

''ویسے یہ تو بتاؤ کہ کیسا لگتا ہے جب لڑکیاں تمہیں مڑ مڑ کر دیکھتی ہیں۔''

دانیال مجبوراً ذرا سا مسکرایا۔ اُس نے اپنی آنکھیں دھیرے سے بند کی اور دل نے شدت سے خواہش کی کہ منیر یہاں سے چلا جائے۔

''تمہاری اکڑی ہوئی گردن میں کچھ اور بھی کلف لگ جاتا ہو گا۔ نہیں؟'' منیر اپنی بات مکمل کر کے ہنسا۔ دانیال نے بھوئیں اچکائی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' منیر نے کسی بات کا جواب مسکراہٹ سے زیادہ نہ پا کر پوچھا۔

http://kitaabghar.com

''بہت دنوں سے چھٹی پر تھا۔ کام بہت جمع ہے۔ کام کی ٹینشن ہے یار۔'' دانیال نے سنجیدگی سے بتایا۔

''ٹھیک ہے۔ تم کام کرو۔ جاگنگ کیلیئے آؤ گے؟'' منیر اٹھ کھڑا ہوا۔

''آج تو مشکل ہے لیٹ بیٹھوں گا۔''

''اوکے۔ میں چلتا ہوں پھر۔'' منیر کے جانے پر دانیال نے سکھ کا سانس لیا۔ اُس نے دوبارہ کام پر دھیان دیا۔ وہ رات ایک بجے تک دفتر میں بیٹھا رہا۔ لیکن روٹین میں جتنا کام کرتا تھا اُس سے آدھا بھی نہیں کر پایا۔

وہ گھر پہنچا تو سب سو رہے تھے۔ اُسے پتہ تھا کہ فاریہ اور طلحہ آئے ہوئے ہیں لیکن وہ اُن کے سامنے بھی نہیں گیا تھا۔ وہ کسی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

بھوک اُسے بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی اسلیے وہ اپنے بستر میں لیٹ گیا۔ اے سی آن کرنے سے کمرے کے درجہ حرارت میں اچھا خاصا فرق محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اُس نے موبائل آن کیا اور بے اختیار گیلری میں گیا۔ وہاں ثوبیہ کی شادی کی تصویریں تھی۔ جس میں سے ایک تصویر میں دیبہ اور فاریہ دونوں تھی۔ دانیال نے زوم کر کے دیبہ کی تصویر بڑی کی۔ اسکرین پر دیبہ کا چہرہ تھا۔ جس میں بہتے آنسوؤں اور شدید سرخ آنکھوں کے ساتھ دیبہ مسکرا رہی تھی۔ اس تصویر میں عجیب سی کشش تھی جو دانیال کو ہمیشہ سے اپنی طرف کھینچتی تھی۔ وہ تقریباً ہر رات تصویر دیکھتا تھا اور سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس تصویر میں ایسا کیا ہے جو ہر رات اُسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔

☆......☆......☆

کمرے میں چاند کی چاندنی آ رہی تھی۔ بیڈ سے ٹیک لگائے دیبہ نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ اپنی خالی انگلی دیکھ کر دل میں دکھ کی ایک لہر اٹھی۔ اگرچہ اُسکا فون پر یا کسی اور طرح سے یوسف سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ لیکن دل نے خوابوں اور خیالوں میں اُس سے ایک گہرا رشتہ بنا رکھا تھا۔ اور آج اپنی خالی انگوٹھی دیکھ کر وہ اُسکے خیالوں اور خوابوں کے رشتے سے بھی کہیں دور چلا گیا تھا۔ اُس سے یہ حق چھین لیا گیا تھا کہ وہ یوسف کے بارے میں سوچے یا پھر اُس سے کوئی رشتہ بنائے۔ دیبہ کا دل چاہا کہ وہ شدت سے روئے، زور زور سے چیخے لیکن اُس نے اپنی تمام چیخوں کا گلہ، حلق میں ہی گھونٹ دیا تھا۔

وہ اٹھ کر کھڑکی تک آ گئی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ دیبہ نے چاند کی طرف دیکھا اور پھر اچانک اُسکا دل گھبرایا۔ اُس کا دل چاہا کہ وہ اپنی طرف آنے والی ہر روشنی کا راستہ بند کر دے۔ اُس نے پردے برابر کر دیئے۔ کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''دیبہ۔'' فاریہ کمرے کا دروازہ ہلکا سا بجا کر اندر گئی۔ ''سو تو نہیں رہی تھی؟'' فاریہ نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں۔'' دیبہ نے دھیمے سے نفی میں سر ہلایا وہ کیا کہتی کہ وہ تو پوری رات ایک پل بھی نہیں سو سکی۔ '' طبیعت کیسی ہے؟'' فاریہ نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور اُسکے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''بہتر ہے۔'' دیبہ کے سر پر ابھی بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

''ناشتہ کیا کرو گی۔ میں بنا دیتی ہوں؟''

''فاریہ پلیز میرے ساتھ اتنی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔'' دیبہ کے لہجے میں التجا تھی۔

''دیبہ۔'' فاریہ کو سخت جھٹکا لگا وہ کچھ دیر خاموش ہوئی۔ ''ایسا سوچ کیسے لیا تم نے؟'' فاریہ ہرٹ ہوئی۔

''مجھے ناشتہ ابھی نہیں چاہیے۔'' دیبہ چاہتی تھی کہ فاریہ چلی جائے اُسے اپنے اِرد گرد لوگوں سے الجھن ہوتی تھی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں صبح صبح نند، بھابھی میں۔'' اس سے پہلے کہ فاریہ کچھ کہتی طلحہ کمرے میں چلا آیا۔

''یہ ناشتہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔'' فاریہ نے شکایت کی۔

''تم ایسا کرو، پراٹھا، آملیٹ بنا لاؤ۔ میں اسے ناشتہ اپنے ہاتھ سے کراؤں گا۔'' طلحہ نے مسکرا کر فاریہ سے کہا۔ وہ کتنا پریشان تھا۔ اسکا اندازہ اُس نے بالکل دیبہ کو ہونے نہیں دیا تھا۔ فاریہ فوراً اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ اپنے گھر میں وہ بہت کم کچن میں گئی تھی۔ زیادہ تر شمشاد ہی کچن میں کام کرتی تھی۔ لیکن امریکہ میں گزارے ایک سال میں کافی کوکنگ سیکھ گئی تھی۔

''میں تمہارے لئے موبائل خرید لایا تھا کل۔'' طلحہ اُسکے قریب بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''یہ رکھ لو اور جب دل چاہے تم مجھ سے بات کر لیا کرو۔ کوئی پرابلم ہو۔ مجھ سے شیئر کرو۔ اوکے؟'' طلحہ نے اُسے موبائل پکڑایا۔

''بھائی اسکی ضرورت نہیں۔'' دیبہ جھجکی۔

طلحہ نے مسکرا کر اُسکا ہاتھ پکڑا اور موبائل اُسکے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''دیبہ تم سے ایک بات پوچھنی ہے؟'' طلحہ نے ناشتہ کروانے کے بعد فاریہ کو برتن لے جانے کا کہا، فاریہ چلی گئی تو طلحہ نے بات کا آغاز کیا۔

''جی بھائی۔'' دیبہ نے طلحہ کی طرف دیکھا۔

''کیا تم جانتی ہو اُس رات تمہارے کمرے میں کون آیا تھا؟''

☆......☆......☆

اُس رات کمرے میں دانیال آیا تھا یہ سن کر طلحہ کو یقین نہیں آیا۔ پھر وہ اچانک حرکت میں آیا اور فاریہ کو ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا

اُسے گاڑی تک لے گیا۔

''دانیال کدھر ہو تم؟'' وہ گھر کے اندر داخل ہو کر چیخا۔

دانیال جو کہ اپنے کمرے میں تھا تیزی سے نکلا لیکن طلحہ کو خونخوار تاثرات کے ساتھ کھڑے دیکھ کر وہ کمرے کے دروازے میں ہی ٹھہر گیا۔ ماریہ اور خرم بھی اپنے کمرے سے نکل آئے۔

''تم حیوان، درندے، میں تمہاری بہن کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔'' طلحہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

فاریہ جو کہ پہلے ہی حواس باختہ تھی اُسے فوری طور پر سمجھ ہی نہیں آئی۔ پھر جیسے وہ سکتے کی حالت میں چلی گئی۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں طلحہ؟'' ماریہ چیخی انہوں نے فاریہ کو سہارا دینے کے لئے قدم بڑھائے۔

''اپنے بیٹے سے پوچھیں، جس نے ہماری عزت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اس نے میری بہن کی عزت تار تار کی ہے۔ زیادتی کی ہے اس نے میری بہن کے ساتھ۔''

ماریہ کے بڑھتے قدم اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ خرم بے یقینی سے دانیال کو دیکھ رہے تھے۔ دکھ اور تکلیف سے فاریہ زمین پر آ گری۔ دانیال نے خرم اور ماریہ کیطرف دیکھا۔ دونوں دکھ کے گہرے تاثرات لیئے دانیال کو دیکھ رہے تھے۔

''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' طلحہ خونخوار انداز میں دانیال کی طرف بڑھا۔

اوہ خدایا۔ اُسکا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اور سانسیں تیز ہو رہی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کر کے نفی میں سر ہلایا اور بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اُس نے شکر ادا کیا کہ صرف خواب تھا۔ حقیقت نہیں تھی۔

''فاریہ کا گھر۔'' دانیال نے اذیت سے سوچا۔ وہ تو ابھی تک اسی بے یقینی میں تھا کہ دیبہ نے کسی کو کچھ بتایا نہیں ہے اور دل کو یہ خوف تھا کہ وہ کسی بھی لمحے بتا دے گی۔ خرم اور ماریہ کے دکھ بھرے تاثرات اگر کبھی انہیں پتہ چل گیا تو وہ کیسے کسی کا سامنا کرے گا۔ دانیال نے دل میں سوچا، اس سوچ سے گھبراہٹ اتنی بڑھی کہ وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر چابی لے کر وہ گھر سے نکل گیا۔

☆......☆......☆

دیبہ گہری نیند سو رہی تھی جب اُسکا موبائل بجا لیکن دیبہ کی آنکھ نہیں کھلی وہ دواؤں کے زیر اثر تھی۔ فاریہ اور طلحہ واپس چلے گئے تھے۔ اور فاریہ جاتے جاتے جب ملنے آئی تھی تو باتوں باتوں میں اُس نے ماریہ سے دیبہ کے نئے موبائل کی بات کی تھی۔ جس پر دانیال نے چپکے سے اُس کے فون سے دیبہ کا نمبر لے لیا تھا۔

موبائل ایک بار پھر بجا۔ دیبہ نے اندھیرے میں ٹٹول کر موبائل اٹھایا اور آن کر کے اپنے کان سے لگایا۔

''ہیلو۔'' دیبہ کی سوئی سوئی آواز ابھری۔ جواباً کوئی نہیں بولا۔

http://kitaabghar.com

"ہیلو" دیبہ پھر بولی۔

"ہیلو۔ دیبہ۔۔۔" دھیمی سی جو آواز دیبہ کے کانوں میں پڑی اُسے دیبہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

"کون؟" اُس نے تیزی سے پوچھا۔

"دیبہ میں دانیال۔" دانیال جھجک کر بولا۔ دیبہ کی نیند بھک کر کے اُڑ گئی۔ وہ بستر میں سیدھی ہو بیٹھی۔

"میں دانیال بول رہا ہوں۔" مکمل خاموشی پا کر دانیال نے ایک بار پھر کہا۔

"کیوں فون کیا ہے؟" دیبہ کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی آ گئی۔

"تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" دانیال بولا۔

"تم سے کچھ کہنا ہے۔" دانیال کے نشے میں لڑکھڑاتی آواز دیبہ کے کان میں گونجی اور وہ رات پوری ہولناکی کے ساتھ اُس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ دیبہ نے گھبرا کر فون بند کر دیا۔ فون پھر سے آیا۔ دیبہ نے موبائل ہی آف کر دیا۔ کچھ لمحے وہ بیٹھی رہی پھر اُس نے سائیڈ ٹیبل کھول کر موبائل سائیڈ ٹیبل کے اندر ڈال دیا۔ خوف نے اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اُسے ایسے محسوس ہوا جیسے دانیال فون سے باہر نکل آئے گا۔ اُس کی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ تنفس تیز ہو رہا تھا۔

وہ بیڈ سے اٹھ کر اپنے کمرے کے ایک کونے میں جا بیٹھی۔ وہ دونوں گھٹنے سینے سے لگائے اُسکے گرد باز و لپیٹے خوف کے عالم میں ہلکے ہلکے ہل رہی تھی۔

وہ اندر آ گیا تو۔۔۔ رات کی تاریکی میں، اس خاموشی میں، پھر آ گیا تو، دماغ عجیب انداز میں سوچنے لگا۔

خوف اتنا بڑھا کہ وہ بے اختیار چیخنے لگی۔ فاطمہ کی آنکھ کھلی وہ سیدھی دیبہ کے کمرے میں بھاگی۔ وہ بیڈ پر نہیں تھی۔ اندھیرے میں فاطمہ کی سمجھ نہیں آئی کہ دیبہ کدھر ہے۔ انہوں نے لائٹ آن کی۔ وہ پردے کے ساتھ آدھی چھپی بیٹھی چیخ رہی تھی۔

"امی۔ امی۔۔۔" دیبہ بے اختیار چیختے چیختے بولی۔

"دیبہ۔" فاطمہ نے اُسے گلے سے لگایا۔

"امی وہ آ جائے گا۔ دروازہ بند کریں۔ امی وہ آ جائے گا۔ وہ آ رہا ہے۔ وہ ادھر ہی ہے۔ وہ یہاں چھپا ہوا ہے۔ امی وہ آ جائے گا۔" دیبہ ہزیانی کیفیت میں چیخے جا رہی تھی۔ رضا جو کہ کھلے دروازے میں کھڑے تھے۔ اُنہیں لگا اُن کا دل دھڑکنا بند ہو جائے گا۔ دل نے شدید تکلیف محسوس کی تھی۔ طاہر اور سارہ بھی نیچے آ گئے۔ فاطمہ دیبہ کو سنبھالنے میں ناکام رہی تھی۔ سارہ نے آ کر اُسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ طاہر کمرے کے اندر داخل نہیں ہوئے۔

"ابو" اُس نے کندھے سے رضا کو پکڑا۔ رضا نے دکھ کے شدید احساس سے طاہر کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں آنسو بہہ

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

رہے تھے۔

فاطمہ اور سارہ نے مشکل سے دیبہ کو سنبھالا۔اُسے بامشکل چیخنے سے باز کیا۔

''وہ ٹھیک ہے ابو۔'' طاہر سہارا دیے کر رضا کر کمرے میں لے گیا۔

دانیال جو کہ گاڑی روڈ کے کنارے سے لگائے دیبہ کے گھر کے باہر گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔

اُس نے گھر کی ساری لائٹس آن ہوتے دیکھی۔کھڑکیوں سے روشنی کے ساتھ دیبہ کے چیخنے کی آواز اُس نے باآسانی سن لی تھی۔

اُس نے اپنا سر ہاتھوں پر گرا لیا۔کچھ دیر یوں ہی کھڑا رہا پھر گاڑی لے کر چلا گیا۔

☆......☆......☆

دیبہ نے طاہر کے رویئے میں عجیب سا کھچاؤ محسوس کیا تھا۔وہ کچھ ناراض، کچھ افسردہ سا رہتا۔دیبہ نے چاہنے کے باوجود اُس سے کچھ پوچھا نہیں۔کبھی کبھی سارہ کی باتیں کچھ جتاتی ہوئی محسوس ہوتیں۔ثوبیہ کا آنا بہت کم ہو گیا تھا۔جب بھی وہ آتی، تھوڑی دیر کے لیے آتی۔فیصل آتے تو بہت پُر تکلف سے رہتے۔طلحہ نے فون کر کے سب سے پہلے دیبہ کو خوشخبری دی تھی کہ وہ باپ بننے والا ہے۔وہاں کے رواج کے مطابق تین مہینے مکمل ہونے کے بعد انہوں نے یہ خبر پاکستان پہنچائی تھی۔دیبہ نے طلحہ کو بہت مبارکباد دی۔فاریہ سے بھی بات کی۔گھر کی عجیب سے خاموش اور سوگوار ماحول میں یہ خبر خوشی کی لہر لے کر آئی ورنہ پچھلے پورے مہینے سے کوئی نہ کوئی رشتے دار آ جاتا اور نہ چاہتے ہوئے بھی دیبہ کو وہ سب یاد آ جاتا جسے وہ اپنی یادداشت سے کہیں غائب کرنا چاہتی تھی۔سارے زخم پھر سے ہرے ہو جاتے۔اُسکی دُھکتی روح پھر سے سلگنے لگتی۔پھر افسوس کیا جاتا کہ منگنی ٹوٹ گئی ہے تو دل ٹوٹے ہوئے سپنوں کی کرچیاں جمع کرتے کرتے پھر زخمی ہو جاتا۔

رضا کی آواز اس گھر میں بہت کم سنائی دیتی تھی۔وہ زیادہ تر اپنے کاروبار یا پھر اپنے کمرے میں رہتے۔وہ بہت کم دیبہ سے ملتے تھے۔دیبہ کا بہت دل چاہتا کہ اُن کے سینے پر سر رکھ کر بوجھ بنے سارے آنسو بہا دے لیکن وہ ہر دفعہ خود کو روک لیتی کیونکہ وہ کسی صورت اپنے باپ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔ایک شام دیبہ کچن میں فاطمہ کے لیے چائے بنا رہی تھی جب رضا کچن کے سامنے سے گزرے۔انہوں نے دیبہ کو دیکھا۔دیبہ کے سلام کا جواب دیا اور چلے گئے۔مزید کوئی بات نہیں کی۔

فاطمہ کو چائے دینے کے بعد دیبہ رضا کے پاس اُن کے کمرے میں چلی گئی۔

''ابو۔میں آ جاؤں۔'' وہ دروازہ ناک کر کے بولی۔

''آ جاؤ بیٹا۔'' رضا جو کہ نیم دراز تھے انہوں نے مسکرا کر کہا۔دیبہ اندر داخل ہو کر ان کے بیڈ کے کونے میں بیٹھ گئی۔

''ابو آپ مجھ سے ناراض ہیں؟'' دیبہ نے اُن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''میں تم سے کیوں ناراض ہوں گا بیٹا۔'' رضا اُٹھ کر اُس کے پاس آ کر بولے۔

''آپ مجھ سے بات نہیں کرتے ہیں مجھے لگا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں بیٹا۔ آجکل بہت تھک جاتا ہوں تو بس آرام کی غرض سے لیٹ جاتا ہوں۔''

''میں آپکا سر یا ٹانگیں دبا دوں۔''

''نہیں میری بیٹی۔ اسکی ضرورت نہیں ہے۔'' رضا نے دیبہ کا ماتھا چوما۔

''تم کچھ دنوں کے لئے طلحہ کے پاس کیوں نہیں چلی جاتی۔۔۔وہ بھی کہہ رہا تھا۔''

''مجھے نہیں جانا۔''

''کیوں؟''

''میرا دل نہیں چاہتا ابو۔'' دیبہ کے لہجے میں اُداسی ہی اُداسی تھی۔

''اچھا چلو جیسے تمہاری مرضی۔ کچھ عرصے بعد چلی جانا۔''

دیبہ نے محض اثبات میں سر ہلایا۔

''تمہاری یونیورسٹی کب سے شروع ہو رہی ہے؟'' رضا نے بات کرنے کی خاطر پوچھا۔

''مجھے نہیں جانا یونیورسٹی۔''

''ایسے نہیں کہو بیٹا تمہیں اپنی پڑھائی مکمل کرنی ہے۔ ایسا سوچنا بھی مت۔''

یونیورسٹی یا کہیں بھی جانے کے نام سے ہی دیبہ کو وحشت ہونے لگتی تھی۔

''میں اپنے کمرے میں جاؤں ابو؟'' دیبہ نے وحشت زدہ آواز میں پوچھا۔

''جاؤ بیٹا۔'' رضا نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆......☆......☆

مِڈ اگست میں دیبہ کا سمیسٹر شروع ہو گیا وہ یونیورسٹی نہیں جانا چاہتی تھی لیکن رضا نے اُسے مجبور کیا کہ وہ یونیورسٹی جائے۔ دیبہ جو پہلے تھوڑا بہت بولتی یا کام کرتی نظر آتی تھی اب وہ بالکل خاموش ہو گئی۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ کمرے میں جاتی تو کھانے کے لئے بھی باہر نہ آتی۔ بہانہ یہی ہوتا کہ پڑھ رہی ہوں۔ وہ یونیورسٹی جاتی تو اُسے وحشت ہوتی۔ اگر کوئی اُسکی طرف دیکھتا تو سمٹ جاتی، اگر اُسے پک کرنے میں رضا ذرا بھی دیر کرتے تو وہ پریشان ہو جاتی۔ کوئی اُس سے بات کرتا تو وہ جواب نہ دیتی۔ پروفیسر کا لیکچر اُسے سمجھ نہ آتا۔ پڑھنے بیٹھتی تو لفظ گڈمڈ ہو جاتے۔ وہ اس ذہنی کیفیت سے تھک گئی اور یہ تھکن اُس کے چہرے سے عیاں ہونے لگی۔ رضا دن بدن دیبہ کی حالت دیکھ کر خاموش ہونے لگے۔ اتنے کہ اب گھر میں بہت کم اُن کی آواز سنائی دیتی وہ دیبہ کا وحشت زدہ ویران چہرہ دیکھتے تو اُنہیں

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

شدید تکلیف محسوس ہوتی۔ دیبہ کی خاموشی انہیں اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔ جب وہ دیبہ کے مستقبل کے بارے میں سوچتے تو ہر طرف تاریکی نظر آتی۔ وہ بے بسی اور لاچاری کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

☆......☆......☆

دو مہینے گزر گئے تھے۔ دیبہ نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ دل کا یہ خوف تو کسی حد تک کم ہو گیا تھا کہ وہ کسی کو بتا دے گی لیکن ندامت اور شرمندگی ختم نہیں ہوئی تھی۔ دانیال آج بھی شیشے کے سامنے کھڑا ہوتا تو اُسے اپنے چہرے میں ایک حیوان کا چہرہ نظر آتا وہ خود سے نظریں نہیں ملا پاتا۔ وہ دیبہ کے بارے میں سوچتا تو دل تکلیف کی شدت سے پھٹنے لگتا۔ اپنے عمل کے بارے میں سوچتا تو شرمندگی سے سر جھک جاتا۔ گناہ کا احساس نہ اُسے چین لینے دے رہا تھا۔ نہ سکون سے سونے۔ وہ کئی کئی راتیں جاگ کر گزار دیتا۔۔ آدھی سے زیادہ رات آفس میں گزار کر جب آتا تو تھکن سے برا حال ہوتا لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور۔۔

اُس نے کئی بار سوچا کہ دیبہ سے معافی مانگے لیکن یہ سوچ کر ہی ہمت ختم ہو جاتی کہ اُسکے سامنے کیسے جاؤں گا۔ کیا کہوں۔ کس طرح معافی مانگوں۔ اُسکی عزت لُٹ گئی۔ اُسکی منگنی ٹوٹ گئی۔ اُسکی بربادی کا ذمہ دار دانیال سراسر خود تھا اور یہ احساس ندامت اُسے ایک پل سکون سے نہیں رہنے دے رہا تھا۔

''دانیال۔۔'' دانیال گھر میں داخل ہوا تو مکمل خاموشی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب اُسے ماریہ کی آواز آئی۔

''جی۔'' دانیال مڑے بنا بولا۔

''آجکل تم بہت دیر سے گھر آتے ہو؟'' ماریہ کے لہجے میں فکرمندی تھی۔

''آفس میں کام بہت ہوتا ہے۔'' دانیال کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آجکل بے انتہا چڑ چڑا ہوا تھا۔ اس لیے ماریہ اُس سے بات کرنے میں خاص خیال رکھتی تھی۔

''بیٹا دو مہینے سے میں تو تمہاری شکل دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔'' ماریہ اُسکے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئی۔

''ماما میں تھک گیا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔'' دانیال نے اپنا کوٹ اُتار کر کرسی پر پھینکا۔

''کھانا لاؤں تمہارے لئے؟'' ماریہ اُسکا رویہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

''نہیں۔'' دانیال کہہ کر باتھ روم کی طرف بڑھا۔

''دانیال تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' ماریہ کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''ماما پلیز۔ اس وقت مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' دانیال اکتائے ہوئے انداز میں بولا اور باتھ روم چلا

http://kitaabghar.com

گیا۔۔۔ماریہ بے بسی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆......☆......☆

رضا کی خاموشی اور بے بسی بالآخر ہارٹ اٹیک کی صورت میں سامنے آئی۔انہیں رات کے آخری پہر بائیں طرف شدید تکلیف ہوئی۔فاطمہ نے انہیں پانی پلایا۔لیکن تکلیف بڑھتی گئی۔فاطمہ بوکھلائی ہوئی اوپر بھاگی اور چند ہی لمحوں میں وہ اور طاہر انہیں اے ایف آئی سی لے گئے۔جہاں ڈاکٹرز نے بتایا کہ انہیں میجر ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔اُن کی فوراً اسٹنٹنگ ہوئی۔فاطمہ کا رو رو کر برا حال تھا۔طاہر مسلسل انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔دیبہ گھر میں بے خبر تھی اُسے بتانے سے فاطمہ نے سارہ کو منع کر دیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ دیبہ رات میں خوامخواہ پریشان ہو۔

''بھابھی،ابو کدھر ہیں''؟ خلافِ معمول سارہ کو صبح صبح نیچے کے کچن میں دیکھ کر دیبہ ٹھٹکی

''رضا انکل ہاسپٹل میں ہیں۔'' سارہ نے تسلی سے بتایا۔

''کیا ہوا ابو کو؟'' دیبہ گھبرائی۔

''انہیں رات میں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔''

''کیا۔۔۔؟'' دیبہ کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی۔''مجھے کیوں نہیں بتایا؟ مجھے کسی نے جگایا بھی نہیں۔''

''دیبہ پلیز ریلیکس۔'' سارہ نے اُسکا ہاتھ پکڑا۔''وہ اب بہتر ہیں۔صرف دو گھنٹے پہلے ہی وہ لوگ گئے ہیں۔ان کی اسٹنٹنگ ہو گئی ہے۔اب اُن کی طبیعت سنبھل گئی ہے۔مجھے ابو کے پاس جانا ہے۔'' دیبہ پریشانی سے بولی۔

''طاہر آرہے ہیں گھر اُن کے ساتھ چلی جانا۔''ابھی وہ باتیں ہی کر رہی تھی کہ بیل بجی۔سارہ سے پہلے دیبہ بھاگی۔

''بھائی،ابو کیسے ہیں؟'' طاہر کو دیکھتے ہی دیبہ نے پوچھا۔

''اب ٹھیک ہیں۔'' طاہر اندر داخل ہوا۔

''مجھے آپکے ساتھ جانا ہے۔''

''دس منٹ میں تیار ہو جاؤ۔میں شاور لے کر چینج کر لوں۔پھر چلتے ہیں۔'' طاہر کہتے ہوئے اوپر کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔دیبہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆......☆......☆

''خرم۔۔۔''خرم چائے پی رہے تھے جب انہیں ماریہ نے مخاطب کیا۔

''ہوں۔۔۔''انہوں نے اخبار پڑھتے پڑھتے محض "ہوں" کیا۔

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

''یہ اخبار چھوڑیں میری بات سنیں۔''

''کیا ہوا؟''خرم نے اخبار ایک طرف کر دیا۔

''مجھے دانیال آجکل ٹھیک نہیں لگ رہا۔''

''ہوں۔میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''آدھی آدھی رات تک گھر نہیں آتا ہے۔کچھ کھاتا نہیں ہے، بات نہیں کرتا۔جو میں بات کروں تو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ عجیب چڑچڑا مزاج ہوا ہوا ہے اُس کا آجکل۔''

''میں بات کروں اُس سے؟''خرم نے مشورہ چاہا۔

''میرا خیال ہے آپ بات کریں۔میری تو بالکل سننے کو تیار نہیں ہے۔میں بہت پریشان ہوں۔''

''تم پریشان مت ہو۔میں بات کرتا ہوں اُس سے۔''خرم نے ماریہ کے ہاتھ پر تھپکی دے کر انہیں تسلی دی اور پھر دوبارہ سے اپنا اخبار پڑھنے لگے۔

☆......☆......☆

''ابو۔'' رضا نیم غنودگی میں تھے جب دیبہ نے ہسپتال میں اُن کے بیڈ کے برابر ہو کر اُن کا ہاتھ پکڑا۔

''دیبہ۔''انہوں نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر دیبہ کو دیکھا۔

''آپ کیسے ہیں ابو؟''دیبہ کے چہرے پر فکر کے اثرات تھے۔

''میں ٹھیک نہیں ہوں دیبہ۔۔''انہوں نے نیم وا آنکھوں سے دیبہ کو دیکھا۔''مجھ سے تمہاری تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔جب میں تمہارے ویران، خاموش چہرے کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔''ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر تکیے میں جذب ہونے لگے۔'' تمہارے تاریک مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں تو دل بند ہونے لگتا ہے میرا۔میں بہت تکلیف میں ہوں بیٹا۔'' وہ دھیمی دھیمی آواز میں بول رہے تھے۔وہ بولتے ہوئے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہے تھے۔''میں بہت تکلیف میں ہوں۔ناقابلِ بیان تکلیف میں ہوں بیٹا۔''

''ابو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''دیبہ نے کھوکھلی آواز میں انہیں سہارا دینے کی کوشش کی۔

''کیسے بیٹا۔''رضا نے دیبہ کی طرف دیکھا۔''سب کیسے ٹھیک ہو جائے گا۔تم تنہا ہو۔کون تمہارا سہارا بنے گا؟کون تمہارا ہاتھ تھامے گا۔کون تمہارا ساتھ دے گا۔''

''ابو۔آپ۔''

''آپ پلیز باہر چلیں جائیں۔ پیشنٹ کے لیے زیادہ بولنا ٹھیک نہیں ہے۔'' نرس نے آ کر دیبہ کی بات کاٹ دی۔

''یہ کیا۔ ان کی ہارٹ بیٹ رُک رہی ہے۔'' نرس نے مونیٹر کی طرف دیکھا تو فکرمندی سے بولی اور چند ہی لمحوں میں رضا کو لیب لے گئے۔ انہیں دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے اُن کا بائے پاس کرنے کا ارادہ کیا۔ انہیں فوراً آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔

☆......☆......☆

دیبہ سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ اُسے اتنی جلدی جلدی سب چیزیں ہوتی سمجھ نہیں آئی۔

''تمہیں میں نے منع کیا تھا کہ اُن کے کمرے میں جانے سے۔'' طاہر آ کر دیبہ پر گرجے۔ دیبہ نے ناسمجھی میں انہیں دیکھا۔

''ڈاکٹر نے انہیں ہر طرح کے سٹریس سے بچانے کا کہا تھا۔ آخر تمہیں ضرورت کیا تھی کہ اُن کو سوتے سے جگانے کی۔'' طاہر اچھا خاصا غصے میں تھا۔ دیبہ جواباً چپ رہی۔ طاہر تیز نظر اُس پر ڈال کر چلا گیا۔ فاطمہ ویٹنگ ایریا میں بیٹھی دعاؤں کا ورد کر رہی تھی۔

دیبہ اُن کے برابر جا بیٹھی۔ ابھی تو وہ رضا سے کہنے والی تھی کہ اُبو میرا سہارا آپ ہیں۔ لیکن وہ کہہ ہی نہیں سکی۔ ''کیا اپنے باپ کی زندگی خطرے میں ڈالنے والی میں ہوں؟'' دیبہ نے خود سے سوال کیا۔ ''نہیں۔ میں نہیں۔ میرا تاریک مستقبل، میری تنہائی۔ میری بے سہارا زندگی۔'' دیبہ کے ذہن پر سوچوں کا حملہ ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

''اسلام علیکم۔ کیسے ہو یار؟'' عرفان دانیال کے دفتر میں داخل ہوا۔ دانیال کا اُسے دیکھ کر فوراً موڈ خراب ہو گیا۔

''وعلیکم اسلام۔'' دانیال نے مجبوراً جواب دیا۔ عرفان کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''تم تو غائب ہی ہو گئے ہو؟'' عرفان مسکرا کر بولا۔

''تم کسی کام سے آئے ہو؟'' دانیال نے بدلحاظی سے کہا۔

''اوہ۔ واؤ۔'' عرفان ہنس پڑا۔ ''یار تم تو بڑے روڈ ہو۔'' وہ ہنستے ہنستے بولا۔ دانیال جواباً چپ رہا۔ ''تمہاری کوئی ناراضگی ہے کیا ہمارے ساتھ۔ فون نہیں اٹھاتے، بلانے پر آتے نہیں ہو؟'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد عرفان بولا۔

''میں بہت بزی ہوں آجکل۔''

''وہ تو دیکھ رہا ہے مجھے۔'' عرفان نے غور سے دانیال کو دیکھا۔ ''ڈونگا گلی میں کوئی گڑبڑ کی تھی تم نے؟''

عرفان کے سوال پر دانیال نے فوراً سر اٹھا کر اُسکی طرف دیکھا۔

''مطلب؟'' دانیال نے تیکھے انداز میں کہا۔

''مطلب تو تم سمجھاؤ مجھے۔'' عرفان کا لہجہ معنی خیز تھا۔

http://kitaabghar.com

''اگر تمہارے پاس کوئی کام کی بات ہے تو کرو۔ ورنہ، پلیز مجھے کام کرنے دو۔''

''یار تم تو بڑے بدلحاظ ہو۔ دوستی کا بھی خیال نہیں ہے۔'' عرفان پھر ہنسا۔

''تم آئے کیوں ہو؟'' دانیال چڑ گیا۔

''ڈونگا گلی سے آنے کے بعد تم نے ملنا ملانا ہی چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا پوچھوں کیا گڑ بڑ ہے؟''

''عرفان میں بزی ہوں، کسی وقت شام میں ملتے ہیں۔ پھر بات کریں گے۔'' دانیال کا دل چاہا تھا کہ عرفان کو دھکے دے کر دفتر سے نکال دے لیکن ضبط کیے بیٹھا تھا۔

''ڈونگا گلی میں جو ہوٹل ہے نا میرے گھر کے نیچے۔۔۔'' عرفان نے جان کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''وہاں ریپ ہوا ہے ایک لڑکی کا۔ اُسی رات جب ہم نے پی تھی۔'' عرفان کی مسکراہٹ کی جگہ اب سنجیدگی آ گئی تھی۔

''اور ہم میں سے صرف تم اُس رات باہر نکلے تھے۔ ہوٹل کے باقی کمرے خالی تھے اور وہاں میرے گھر کے علاوہ ارد گرد زیادہ گھر بھی نہیں۔ چھوٹے نے تمہیں ہوٹل میں جاتے دیکھا تھا۔''

عرفان کے اس تجزیے پر دانیال کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے لیکن اُس نے اپنی شکل سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

''تو مجھے کیوں بتا رہے ہو؟'' دانیال دانت پیس کر بولا

''تمہارا کوئی تعلق؟'' عرفان ذرا آگے ہو کر بولا۔

''تم تفتیش کرنے آئے ہو کیا؟'' دانیال کا غصہ بڑھنے لگا۔

''بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔'' عرفان اپنی کرسی پر پیچھے ہو بیٹھا آرام دہ انداز میں۔

''عرفان تم جاؤ پلیز۔'' دانیال نے کہہ کر فائل کھول لی۔

''میں نے تمہیں اُس لڑکی کو گھورتے ہوئے دیکھا ہے کافی دفعہ ڈونگا گلی میں۔''

''تمہارا پرابلم کیا ہے؟'' دانیال نے فائل زور سے بند کی۔ ''کہنا کیا چاہتے ہو صاف کہو؟'' ''دانیال غصے میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

تم غصہ نہ کرو یار، میں چلتا ہوں۔'' عرفان نے سچویشن بگڑتے دیکھی تو اٹھ گیا لیکن اُسکے چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔

''ویسے۔۔۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا۔ میری کوئی دلچسپی بھی نہیں اس معاملے میں۔'' عرفان کہہ کر چلا گیا۔ دانیال مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

ثوبیہ بوکھلائی ہوئی ہسپتال پہنچی۔ فاطمہ نے اُسے تسلی دی۔ رضا کی طبیعت سنبھل چکی ہے۔ کچھ ہی دیر میں مختلف رشتے دار چلے آئے۔ اُن سب کے ساتھ ماریہ اور خرم بھی آئے۔ چار دن ہسپتال رہ کر رضا گھر آ گئے۔

دیبہ کے دل پر کچھ اور بھی بوجھ پڑ گیا تھا کہ وہ اس گھر میں خاموشی اور اُداسی کی ذمہ دار ہے۔ اُسکی وجہ سے اُسکے باپ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ وہ پریشان سی بیٹھی تھی جب فون بجا۔ رضا ڈسٹرب نہ ہوں اس غرض سے دیبہ نے جلدی سے اٹھا لیا۔

''ہیلو۔۔۔''

''ہیلو۔ دیبہ بول رہی ہو۔'' دوسری طرف سے جو آواز آئی اُسے دیبہ فوری طور پر پہچان نہ سکی۔

''جی۔۔۔''

''یوسف بول رہا ہوں۔ کیسی ہو؟'' یوسف کا نام سن کر دیبہ لمحے بھر کے لئے بولنا بھول گئی۔

''ہیلو۔ دیبہ سن رہی ہو۔'' یوسف نے بے چینی سے پوچھا۔

''جی۔'' دیبہ نے دھیمے سے جواب دیا۔

''کیسی ہو؟''

''ٹھیک۔''

''تمہاری بہت یاد آ رہی تھی۔ دل بہت بے چین تھا۔ سوچا ایک دفعہ بات کرنے میں کوئی حرج نہیں''۔

''تم مجھے مس کرتی ہو؟'' یوسف کی آواز میں محبت ہی محبت تھی۔

دیبہ نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پیچھے سے تار نکال دی وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئی جہاں سوچوں کا ایک جہاں اُسکا منتظر تھا۔ کوئی محبت کے دعوے نہیں ہوئے تھے۔ کوئی عہد و پیماں نہیں، کوئی اظہار نہیں۔ کوئی رابطہ نہیں۔ پھر بھی دیبہ نے خیالوں میں ایک دنیا بسالی تھی یوسف کے ساتھ۔ آج دکھ مزید گہرا محسوس ہو رہا تھا۔ سپنوں کے ٹوٹنے کا اتنا دکھ ہوتا ہے، دیبہ کو اس کا اندازہ نہیں تھا۔

☆......☆......☆

رضا کی خاموشی برقرار رہی۔ دیبہ دن بدن پریشان ہو رہی تھی کہ کہیں رضا کی خاموشی پھر ہارٹ اٹیک کی صورت میں سامنے نہ آئے۔ وہ اپنے کمرے میں پریشان بیٹھی تھی کہ آخر ایسا کیا کرے کہ رضا کی طبیعت سنبھل جائے۔ سوچتے سوچتے اُسے اچانک ایک خیال آیا۔

خرم نے دانیال سے بات کی تو اُسکے رویئے پر کچھ فرق پڑا تھا۔ وہ سنڈے کو دن کے وقت بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ موسم بدل رہا تھا۔ اب موسم میں اکتوبر کے مہینے کی ہلکی ہلکی خنکی آنے لگی تھی۔

''دانیال کہیں باہر چلیں کھانے کے لیے؟'' ماریہ دانیال کے برابر آ بیٹھی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''نہیں۔'' دانیال نے سپاٹ انداز میں جواب دیا اور ٹی۔ وی دیکھنے لگا۔ ماریہ نے یہی غنیمت جانا کہ کمرے سے تو باہر آ گیا ہے اسلیے مزید کچھ نہ بولی۔ انہوں نے اپنی بک کھول لی۔

فون کی بیل ہوئی تو ماریہ نے دانیال سے فون اٹھانے کو کہا۔

''ہیلو۔'' دانیال کے ہیلو کے جواب میں کوئی آواز نہیں آئی۔

''ہیلو۔'' کچھ سیکنڈ بعد دانیال نے پھر کہا۔ ''ہیلو۔'' تیسری دفعہ کہنے پر جب دانیال نے فون رکھنے کا سوچا تو دھیمے سے رسیور سے آواز آئی۔

''ہیلو۔'' یہ آواز دانیال پہچاننے میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا تھا وہ لمحے میں ساکت ہو گیا۔ ماریہ نے دانیال کے بدلتے تاثرات دیکھے۔

''دانیال؟''

''بول رہا ہوں۔'' دانیال نے جلدی سے جواب دیا۔

دیبہ نے کتنی ہمت جمع کر کے یہ کال ملائی تھی، اس وقت اُسے اپنی تمام ہمت جواب دیتی محسوس ہوئی۔

''جی۔'' دانیال سننے کو بے تاب تھا کہ دیبہ نے کیوں فون کیا ہے۔

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔'' دیبہ نے بالآخر آنکھیں بند کر کے کہہ دیا۔ دانیال کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

''کب اور کہاں؟'' دانیال نے برجستہ جواب دیا۔

''میں کہیں بھی آ جاؤں گا۔''

''پھر ابھی۔ کوہسار مارکیٹ میں؟'' دیبہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔'' دانیال نے کہہ کر فون کریڈل پر ڈالا اور کارنر ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی۔

''کہاں جا رہے ہو دانیال؟'' ماریہ نے کچھ حیرت سے دانیال سے پوچھا لیکن دانیال نے جواب نہیں دیا وہ تیزی سے نکل گیا۔

☆......☆......☆

دیبہ نے دانیال کو بلا تو لیا تھا لیکن کوہسار کے چھوٹے سے ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس شخص کا سامنا کیسے کرے گی۔

دانیال جب ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تو سر جھکائے بیٹھی دیبہ اُسے نظر آئی۔ اُسکے سامنے ٹیبل پر پانی کی آدھی خالی بوتل پڑی تھی۔ دانیال کا دل چاہا کہ وہ الٹے قدموں وہی سے لوٹ جائے۔ دیبہ نے ابھی تک اُسے دیکھا نہیں تھا۔ وہ اُس کا سامنا کرنے سے

http://kitaabghar.com

گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔

پھر وہ مڑا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا۔لیکن کچھ دور جا کر وہ رک گیا۔وہ مڑ کر واپس ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر دیبہ نے کیا بات کرنی ہے جسکے لیے اُسے بلایا ہے۔اُس نے ہمت پکڑی اور دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اُس ٹیبل کے قریب جا کھڑا ہوا جہاں دیبہ بیٹھی تھی۔

دیبہ کی نظر دانیال کے جوتوں پر پڑی، وہ جان گئی کہ یہ دانیال ہے۔لیکن اُس نے سر اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا نہیں۔اپنی گود میں رکھے اُسکے ہاتھ بری طرح سے کانپنے لگے تھے۔

دانیال کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔دانیال نے دیبہ کے چہرے کی طرف دیکھا اُسکی نظریں جھکی ہوئی تھی اور پلکیں لرز رہی تھی۔کچھ لمحے دونوں میں خاموشی کے گزر گئے۔ویٹر آ کر مینیو رکھ گیا۔

''تم نے بلایا تھا؟'' دانیال نے بات کا آغاز کیا۔دیبہ نے سر اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا۔دانیال کا چہرہ دیکھتے ہی وہ ہولناک رات پوری شدت سے اُسکی نظروں کے سامنے گھومی۔خوف، شدید خوف تھا جس نے دیبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اُسکا تنفس تیز ہو گیا اور ٹانگیں کانپنے لگی۔دیبہ نے بے اختیار نظریں جھکا لی۔دانیال نے اُسکی حالت کو نوٹ کر لیا تھا۔اُسکی پشیمانی اور شرمندگی میں اضافہ ہو گیا۔

دانیال نے پانی کی بوتل کھولی اور گلاس میں پانی ڈال کر دیبہ کی طرف بڑھایا۔دیبہ نے ہاتھوں کی کپکپاہٹ چھپانے کے لیے پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔دانیال نے پانی کا گلاس اُسکے سامنے رکھ دیا۔وہ انتظار کر رہا تھا کہ دیبہ کچھ بولے گی۔دیبہ نے ہمت جمع کی۔اور سر اٹھا کر پھر دانیال کی طرف دیکھا۔

''آپ۔'' اُس نے دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن جھجک کر رُک گئی۔دل نے حوصلہ دیا۔اُس نے اپنے دونوں ہاتھ مضبوطی سے بند کر رکھے تھے۔

''جی۔'' دانیال کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

''آپ مجھ سے شادی کریں گے؟'' دیبہ نے بالآخر حوصلہ کر کے کہہ ہی دیا۔

دانیال اس سوال کی بالکل اُمید نہیں کر رہا تھا اسلیے وہ شاک کے عالم میں دیبہ کو دیکھے گیا۔اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ اُس کے کانوں نے سنا ہے وہ سچ مچ دیبہ نے کہا ہے۔دیبہ اُسکے بدلتے تاثرات دیکھتی رہی۔دانیال کتنے ہی لمحے سکتے کے عالم میں رہا۔پھر جیسے وہ ایک دم ہوش کی دنیا میں واپس آ گیا۔اُس نے تیزی سے ٹیبل پر سے اپنی چابی اور موبائل اٹھایا اور تیز تیز قدم چلتا ریسٹورنٹ سے چلا گیا۔

☆......☆......☆

''دیبہ عزت تو کھو چکی تھی، عزتِ نفس بھی داؤ پر لگا آئی اور ہار تمہارا مقدر ٹھہری۔'' دیبہ نے رات کی تاریکی میں سوچا۔وہ ڈیڑھ

http://kitaabghar.com

ہفتے سے جواب کی منتظر تھی لیکن دانیال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہر دفعہ فون کی بیل ہونے پر اُس کا دل دھڑک جاتا لیکن مایوسی اُس کا مقدر بنتی جا رہی تھی۔ ماریہ اور خرم دو دفعہ رضا کی عیادت کے لیے آ چکے تھے۔ لیکن اُن کی طرف سے کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔

بہت سوچنے کے بعد دیبہ کو اپنے گھر والوں کی تکلیف دور کرنے کا یہی حل نظر آیا تھا کہ وہ دانیال کو شادی کے لیے کہے اور اُسے اُمید تھی کہ دانیال مان جائے گا کیونکہ مجرم وہ خود ہی تھا۔ داغدار کرنے والی اُسکی اپنی ذات تھی تو اُسے اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن دانیال نے اُسے مایوس کیا۔ کئی راتوں کی طرح یہ رات بھی آنکھوں میں گزر گئی۔

☆......☆......☆

ہفتے کی شام سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب بیل بجی۔ طاہر دیکھنے گئے واپس آئے تو اُن کے ساتھ ماریہ اور خرم تھے۔ دیبہ جانتی تھی کہ کوئی امید نہیں ہے۔ وہ سلام کر کے کچن میں چلی گئی تا کہ چائے کا انتظام کر سکے۔ جب وہ چائے اور لوازمات کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو خوشگوار ماحول میں سب گپیں لگا رہے تھے۔ دیبہ نے سب کو چائے پیش کی اور ایک کونے میں ٹک گئی۔

''اب کاروبار کی بات چھوڑیں خرم۔ کام کی بات کریں۔'' ماریہ خوشگواریت سے مسکرا کر بولی۔

''ہاں جی کیوں نہیں۔'' خرم بھی مسکرائے۔ ''بھئی رضا آج ہم تمہارے گھر کچھ مانگنے آئے ہیں؟''

''حکم کرو تم خرم۔''

''حکم نہیں یار۔۔۔ درخواست۔'' خرم کے کہنے پر دیبہ کا دل دھڑکا۔ وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔

''ہم آج تمہاری دیبہ کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں اپنے بیٹے دانیال کے لیے۔'' خرم اور ماریہ کے چہرے پر بڑی خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔

''اور بھائی صاحب ہم انکار نہیں سنیں گے۔'' ماریہ نے بات مکمل کر دی۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے سب ہی لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''بھابھی کچھ عرصہ پہلے دیبہ کی منگنی۔۔۔''

''ہم جانتے ہیں بھائی۔ اور ہمیں اُس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمیں تو بس ہاں میں جواب چاہیے۔''

''کیوں نہیں بھابھی۔ یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے، بس اتنا وقت دیں کہ گھر میں مشورہ کر سکوں، دیبہ کی مرضی جان سکوں۔''

''بالکل بھائی صاحب۔ لیکن ہمیں شادی کی جلدی ہے۔ انکار نہیں سنیں گے۔''

''انشاءاللہ بھابھی۔'' رضا نے کچھ فکرمندی سے فاطمہ کی طرف دیکھا۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

''رشتہ تو بہت اچھا ہے۔'' رضا رات میں سب کے ساتھ کمرے میں بیٹھے تھے وہ ان سب سے مشورہ چاہتے تھے۔

''لیکن انکل انہیں دیبہ کے ماضی کے باری میں نہیں پتہ۔'' سارہ نے کہا۔

''اور دوہرا رشتہ بھی ہے۔'' طاہر بھی فکرمندی سے بولے۔

''مجھے بھی یہی پریشانی ہے۔'' رضا نے کہا۔ دیبہ جو اُن کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ وہ کافی دیر سے اُن سب کی باتیں سن رہی تھی۔ اُسے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ اس رشتے کو رد نہ کر دیں اسلیے وہ اندر آ گئی۔

''آؤ بیٹا۔ بیٹھو۔'' رضا نے اُسے دیکھ کر کہا لیکن وہ دروازے میں ہی کھڑی رہی۔

''ابو آپ اس رشتے کے لیے ہاں کر دیں۔'' دیبہ نے کہا۔ طاہر نے عجیب سی نظروں سے اُسے دیکھا۔

وہ کہہ کر پلٹ گئی۔ طاہر اُٹھ کر اُسکے پیچھے گئے۔ وہ اپنے کمرے کے پاس تھی جب طاہر کی آواز پر پلٹی۔

''کیا تعلق ہے تمہارا دانیال کے ساتھ؟'' طاہر نے غصے سے کہا۔

''بھائی۔'' دیبہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

''تم نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے دیبہ۔ میں اتنے عرصے سے اس شرمندگی میں مبتلا رہا کہ میں نے تمہاری حفاظت نہیں کی۔ پولیس کے منہ سے یہ سننے کے باوجود کہ دروازہ اندر سے کھولا گیا تھا میں نے اپنی بہن کے کردار پر شک نہیں کیا۔'' طاہر کی آواز دبی لیکن غصے سے بھرپور تھی۔

''تم نے آج شرمندہ کر دیا مجھے۔ شرم آ رہی ہے مجھے تمہیں اپنی بہن کہتے ہوئے۔'' طاہر کہہ کر پلٹ گئے اور دیبہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اُسکے اندر دھنس جائے۔ اُسکا اپنا سگا بھائی اُسے کیا کہہ گیا تھا۔ اُسکا ذہن ماؤف ہونے لگا۔ ابھی تو وہ اپنی ماں کے رویئے کو ہی نہ بھلا پائی تھی جس نے اُسکی روح پر گھاؤ لگائے تھے جو ہر رات رستے تھے، تکلیف دیتے تھے ایک اور زخم اُسے اُسکا بھائی دیے گیا۔

☆......☆......☆

دانیال عجیب سی کیفیت میں مبتلا تھا۔ دیبہ سے ملنے کے بعد کتنے دن تو وہ اس بات کا یقین ہی نہیں کر سکا کہ دیبہ نے خود اُسے شادی کے لیے کہا ہے۔ وہ تو دل میں بدترین خدشے لے کر گیا تھا، اُسکی بات سن کر وہ شاک میں مبتلا ہو گیا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ پھر ایک دن اُس نے ماریہ سے رشتہ لے جانے کا کہا۔ ماریہ تو خوشی خوشی اگلے دن ہی رشتہ لے گئی لیکن دانیال کے دل و دماغ کی جنگ ابھی بھی جاری تھی۔ دل سختی سے منع کر رہا تھا کہ اگر شادی کر لی تو ساری زندگی اس لڑکی کے سامنے شرمندگی سے کیسے گزارو گے۔ پوری زندگی نظریں جھکی رہیں گی۔ اور دماغ مسلسل دلیلیں دے رہا تھا کہ اُسکی بربادی کے ذمہ دار تم ہو۔ اب اُسے آباد بھی تم ہی کرو۔ وہ پہلے ہی اپنے گناہ پر بے چین اور شرمندہ تھا اب ایک نئی جنگ اُسکے اندر شروع ہو گئی تھی۔

http://kitaabghar.com

دانیال گھبرا کر بستر میں سیدھا ہو بیٹھا۔ اُس نے ہمیشہ کی طرح دیبہ کی تصویر نکال لی۔ ''میں کتنا پچھتا رہا ہوں تمہیں بتا بھی نہیں سکتا۔'' اُس نے دیبہ کی تصویر کو دیکھ کر کہا۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ کتنے عرصے سے وہ ''کاش'' کے ساتھ زندہ تھا۔ ''کاش میں نے شراب نہیں پی ہوتی، کاش میں نے وہاں دیبہ کو نہ دیکھا ہوتا۔'' لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ وہ جو کر چکا تھا اُسے بدل نہیں سکتا تھا۔

''آخر کیا ہے تم میں جو مجھے تمہاری طرف کھینچتا ہے۔'' دانیال نے خود کلامی کی۔ آخر اپنے حواس کھونے پر میں تمہارے پاس ہی کیوں آیا۔ تمہارا خیال میرے حواس کھو جانے کے بعد بھی میرے دل میں کیوں رہا؟'' دانیال نے بے بسی سے سوچا۔

رضا نے فون کر کے ''ہاں'' کر دی۔ ماریہ اور خرم نے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ وہ اُن کے گھر سے بھی ہو کر آ گئے۔ اور اُن کی آمد پر شادی کی تاریخ بھی طے ہو گئی۔۔ وہ خاموش اپنے خیالوں میں گم تھی جب مہوش کا فون آ گیا۔ دیبہ نے ''ہوں، ہاں'' سے زیادہ کوئی جواب نہیں دیا اسلیے گفتگو لمبی نہیں ہوئی۔ اُسکے فون کے کچھ دیر بعد پر جوش ہوئی فاریہ کا فون آیا۔

''میں نہ کہتی تھی کہ تم میری بھابھی بنو گی۔'' فاریہ نے دیبہ کو چھیڑا۔ دیبہ جواباً کچھ نہیں بولی۔ ''تم بالکل ٹینشن نہ لو۔ میری ماما بڑی معصوم سی ہیں۔ انہیں تم اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلانا وہ خوش رہیں گی۔ اور بھائی ہاں بھائی تھوڑے نخریلے ہیں لیکن دل کے بہت اچھے ہیں۔ اور دل تو جانے کب سے اُن کا تم پر آیا ہوا تھا۔ اصل بات تو انہوں نے اب نکالی ہے۔'' فاریہ بنا رکے بولے گئی۔

''میں تو بہت خوش ہوں۔ ہم اگلے مہینے آئیں گے۔ نومبر میں تو موسم بھی شاندار ہوتا ہے۔'' فاریہ کو بولتے بولتے اچانک احساس ہوا کہ دیبہ جواب نہیں دے رہی ہے۔ ''تم سن تو رہی ہونا؟'' اُس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں سن رہی ہوں۔''

''تو جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟'' فاریہ ناراض ہوئی۔

''تم کسی کو جواب دینے کا موقع دیتی ہو۔'' دیبہ مسکرائی۔

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ بہر حال میں تو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی ہوں۔''

''طلحہ بھائی کیا کر رہے ہیں؟'' دیبہ نے بات بدلنے کی خاطر کہا۔

''یار، رات کے دو بج رہے ہیں، وہ سو رہے ہیں۔''

''تم بھی سو جاؤ، بعد میں بات کریں گے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ خدا حافظ۔۔۔'' فاریہ نے فون رکھا تو دیبہ نے سکون کا سانس لیا۔

دیبہ گھر میں اکیلی تھی۔ طاہر اور رضا دفتر گئے تھے جبکہ سارہ، معیز اور فاطمہ ثوبیہ کے گھر مٹھائی لے کر گئی تھی۔ وہ لاؤنج میں اکیلی بیٹھی تھی۔ اُسے شدید گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ سوچ اُسے پریشان کیے ہوئے تھی۔ جس شخص کو میں دیکھنا تک گوارہ

http://kitaabghar.com

نہیں کرتی اُسکے ساتھ ساری زندگی کیسے گزاروں گی۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان تھی۔ اُسکا دل سخت گھبرا رہا تھا۔

جب دانیال کے بارے میں سوچتی تو دل بند ہونے لگتا۔ گھٹن کا احساس بڑھ جاتا۔

☆......☆......☆

ثوبیہ، فاطمہ اور سارہ کو دیکھ کر خوش ہوگئی انہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھا کر اُس نے عطیہ کو بتایا اور خود چائے کا انتظام کرنے لگی۔

''اسلام علیکم بہن۔'' عطیہ خوشدلی سے انہیں آ کر ملی۔

''یہ مٹھائی کیسی؟'' کچھ دیر بعد جب عطیہ کی نظر مٹھائی کے ڈبے پر پڑی تو انہوں نے پوچھا۔

''آنٹی ہم نے ماشاءاللہ دیبہ کا رشتہ طے کر دیا ہے۔''

''اچھا مبارک ہو۔'' عطیہ کے چہرے کا رنگ یک لخت ہی اُڑ گیا انہوں نے بامشکل خود کو سنبھالا۔

''خیر مبارک بہن۔ اگلے مہینے شادی رکھی ہے ہم نے۔ آپکو شرکت کی دعوت دینے آئے ہیں۔''

''آپ ضرور تشریف لائیے گا۔'' فاطمہ کے کہنے پر عطیہ کو کچھ اور بھی حیرت ہوئی۔

''بات کہاں طے کی آپ نے؟'' انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''فاریہ ہے نہ میری بہو، اُسکے بھائی دانیال سے۔''

فاطمہ کے بتانے پر عطیہ کے ذہن میں لمبا چوڑا، حسین سا دانیال اور اُسکی بڑی سی بی ایم ڈبلیو گھوم گئی تو اُن کا موڈ کچھ اور بھی آف ہو گیا۔

''ماشاءاللہ... ثوبیہ نے ذکر نہیں کیا مجھ سے۔''

''شاید بھول گئی ہو گی۔'' فاطمہ بولی۔ اتنی دیر میں ثوبیہ چائے لے کر آ گئی۔

''آپ لوگ بیٹھیں بہن۔ برا مت منائیے گا۔ صبح سے طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں آرام کر لوں۔''

''جی ضرور۔ آپ شادی میں آئیے گا۔'' فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''انشاءاللہ۔'' وہ ان دونوں سے مل کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''جل گئی ہیں۔'' اُن کے جانے کے بعد سارہ نے کہا۔

''بری بات سارہ۔'' فاطمہ نے سرزنش کی۔ ثوبیہ اپنی جگہ شرمندہ سی بیٹھی تھی۔

☆......☆......☆

وقت کا کام گزرنا ہوتا ہے سو گزر ہی جاتا ہے۔ چاہے خوشی سے چاہے تکلیف سے۔ دیبہ نے لاکھ کوشش کی لیکن وہ دانیال کو کسی

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بھی حیثیت میں قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ اُسکے بارے میں سوچنے سے ہی دیبہ کو وحشت ہوتی تھی۔ وہ عجب بوکھلائی بوکھلائی گھر میں پھرتی تھی۔ یونیورسٹی میں بھی اُسکی پروگریس خراب ہو رہی تھی۔

''دیبہ بیٹا۔'' دیبہ اپنی سوچوں میں غلطاں اپنے کمرے میں تھی۔ جب فاطمہ اُس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''جی امی۔'' وہ چونکی۔

''بیٹا ماریہ تمہیں لینے آ رہی ہیں۔ وہ شادی کا جوڑا لینے جا رہی ہیں تمہیں ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔''

''امی مجھے نہیں جانا۔'' دیبہ نے صاف انکار کر دیا۔

''کیوں نہیں جانا؟'' فاطمہ اُسکے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

''میرا دل نہیں چاہتا۔'' دیبہ نے اُن کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

غلط بات بیٹا۔ ایسے نہیں کہو۔ گھر میں سب نوٹ کر رہے ہیں کہ تم بہت بجھی بجھی رہتی ہو۔ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ کسی چیز میں دلچسپی لو۔ کسی تیاری میں حصہ لو۔''

''امی۔''

''دیبہ تم بہت سمجھ دار ہو۔ میں جانتی ہوں یہ مشکل وقت ہے لیکن تم سے اس ناسمجھی کی اُمید نہیں ہے مجھے۔'' انہوں نے دیبہ کی بات کاٹ دی۔

''میں تیار ہو جاتی ہوں۔''

''جاؤ میری بیٹی۔'' فاطمہ نے اُسے محبت سے پکارا اور کمرے سے نکل گئی۔ دیبہ اٹھ کر الماری کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ سلیقے سے لٹکے اپنے استری شدہ کپڑے دیکھ کر اُسکا دل چاہا کہ سب اُٹھا کر الماری سے باہر پھینک دے اور ہر چیز کو آگ لگا دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی اسلیے اُس نے نسبتاً سادہ سوٹ نکالا اور تیار ہو گئی۔

بیل بجنے پر وہ باہر گئی تو خلافِ توقع ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور کے بجائے دانیال بیٹھا تھا۔

دانیال کو دیکھ کر یا اُسے سوچ کر ہمیشہ ایک عجیب سا خوف اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر دانیال کے ٹھیک پیچھے بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو بیٹا؟'' ماریہ نے خوشدلی سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں آنٹی، آپ کیسی ہیں؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں۔ بتاؤ کہاں چلیں؟''

http://kitaabghar.com

''جہاں آپ چاہیں آنٹی۔''

''ارے شادی تم دونوں کی ہے۔تم لوگ بتاؤ۔کیوں دانیال؟''

''مرضی ہے آپکی ماما۔'' دانیال کا لہجہ قدرے سپاٹ تھا۔

''اچھا چلو پھر گول مارکیٹ چلو۔مجھے وہاں کی دوکانیں کافی پسند ہیں۔اگر تم لوگوں کو کچھ پسند آ گیا تو ٹھیک، ورنہ کہیں اور چلیں گے۔''

دیبہ اور دانیال دونوں خاموش رہے۔مطلوبہ دوکان کے سامنے دانیال نے گاڑی پارک کر دی۔دیبہ کا دل چاہا کہ وہ گاڑی سے اُترے ہی نہیں۔

''ماما میں انتظار کرتا ہوں۔آپ لوگ جائیں۔'' دیبہ کے دل کی بات دانیال نے کہہ دی۔

''یہ کیا اسٹوپڈ بات ہے۔چلو اُترو۔'' ماریہ کہہ کر گاڑی سے اُتر گئی۔دانیال اور دیبہ ایک ساتھ اُترے۔ماریہ، دیبہ کے ساتھ چلنے لگی۔دانیال اُن کے پیچھے پیچھے بے دلی سے چل رہا تھا۔

''اسلام علیکم مرتضٰی صاحب۔کیسے ہیں؟'' وہ ماریہ کے ساتھ ایک دوکان میں داخل ہوئے تو ماریہ نے بے تکلفی سے سلام کیا۔

''میں ٹھیک ہوں میڈم۔آپ سنائیے۔''

''بہو کے لیے شادی کا جوڑا لینے آئی ہوں۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''بیٹھیں آپ لوگ۔میں بہترین چیز دیکھاتا ہوں۔'' ماریہ سامنے رکھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔اور انہوں نے اپنے برابر والی کرسی پر دیبہ کو بیٹھنے کو کہا۔دانیال دیبہ کے برابر آ بیٹھا۔دیبہ بے اختیار اپنی کرسی پر سکڑی۔

''یہ دیکھیں۔بہترین نفیس کام ہے۔'' دوکاندار نے لہنگا کھول کر دیکھایا۔

''یہ نہیں۔کوئی کِھلتا ہوا رنگ دیکھائیں۔فریش۔''

دوکاندار نے ایک بعد کئی لہنگے دیکھائے۔

''ان میں سے کوئی پسند نہیں ہے کیا بیٹا؟'' ماریہ نے دیبہ سے پوچھا، دیبہ پہلے ہی اچھی خاصی کنفیوژ بیٹھی تھی اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''سب اچھے ہیں آنٹی، آپ کوئی بھی پسند کر لیں۔''

''ارے یہ کیا بات ہوئی۔پہننا تم نے ہے، پسند میں کیسے کر لوں؟ تم بتاؤ دانیال۔'' وہ ذرا آگے جھک کر دانیال سے مخاطب ہوئی۔

http://kitaabghar.com

''آپکی مرضی ماما۔''

''ادھر لاؤ تنویر۔ یہ والا مجھے دو۔'' نوجوان لڑکا دوکان میں داخل ہوا تو اُسکے ہاتھ میں ڈبہ تھا۔ دوکاندار نے اُسے اپنی طرف بلا لیا۔

''یہ دیکھیں میڈم، ایک دم فریش پیس ہے۔'' دوکاندار نے ڈبے میں سے لہنگا نکالا۔

سفید رنگ کے اس لہنگے پر سبز رنگ کا باریک، انتہائی نفیس کام ہوا ہوا تھا۔ دانیال کو لہنگا دیکھتے ہی پسند آ گیا اُسکا دل چاہا کہ دیبہ یہی والا پسند کر لے۔ دوکاندار نے ڈوپٹہ کھول کر پھیلایا تو دانیال اور دیبہ کا ہاتھ ایک ساتھ آگے بڑھا۔ دانیال کا ہاتھ کچھ سیکنڈ کے لیے دیبہ کے ہاتھ کو چھو گیا۔ دیبہ نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچا۔

''یہ کیسا ہے؟'' ماریہ کو بھی یہ لہنگا پسند آ گیا تھا۔

''اچھا ہے، آنٹی یہی لے لیں۔'' دیبہ کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اُس نے جان چھڑوانی چاہی۔

''ٹھیک ہے پھر یہی لے لیتے ہیں۔'' ماریہ نے لہنگا سلنے کو دے دیا۔ اور پھر مزید کپڑے دیکھنے لگی۔

جب وہ لوگ واپس دیبہ کو چھوڑنے آئے تو شام ہو چکی تھی۔ دیبہ نے انہیں اندر آنے کو کہا جسے ماریہ نے نرمی سے منع کر دیا۔ دیبہ گاڑی سے اتری تو اُسے لگا جیسے اُسے قید سے رہائی ملی ہو۔

☆......☆......☆

دیبہ کا اس طرح سے ہاتھ کھینچنا، دانیال کو خاصا ناگوار گزرا تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر دیبہ کو چھونے کے لیے ایسا نہیں کیا تھا۔ لیکن دیبہ نے ایسے ہاتھ کھینچا جیسے اُسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ اُسکا موڈ بری طرح سے آف تھا جو کہ گھر آ کر بھی بحال نہ ہوا۔ وہ کھانے کے لیے باہر نہیں آیا۔ ماریہ نے دو، تین دفعہ بُلایا لیکن وہ تکیے میں سر دیئے لیٹا رہا۔ خرم کے پوچھنے پر ماریہ نے بتایا کہ شاید سو رہا ہے۔

دیبہ چپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اُسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ آنکھیں بند کرے اور سب ٹھیک ہو جائے۔ سب پہلے جیسا ہو جائے لیکن ہر دفعہ آنکھ بند کر کے کھولنے پر حقیقت ویسی ہی ہوتی۔

اُسے شادی کی کسی تیاری میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جیسے جیسے شادی کے دن قریب آ رہے تھے، اُسکی وحشت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

طلحہ اور فاریہ امریکہ سے آ گئے تھے۔ فاریہ اپنے گھر رہنے چلی گئی۔ ثوبیہ بھی رہنے آ گئی۔ لیکن ثوبیہ کے ساتھ رشتے میں عجیب سا تناؤ آ گیا تھا۔ ثوبیہ پہلے کی طرح ہنستی بولتی نہیں تھی اور دیبہ بھی ضرورت سے زیادہ خاموش ہو گئی تھی۔

دیبہ کی مہندی والی صبح دیبہ کا آخری مِڈ ٹرم تھا۔ سب کے منع کرنے کے باوجود وہ پیپر دینے گئی۔ وہ اس وقت گھر سے فرار چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح وہ ان سب تیاریوں سے دور بھاگ جائے لیکن نہ وہ بھاگی، نہ بھاگ سکتی تھی۔ اُسکی مہندی کی رسم ملے گلے

http://kitaabghar.com

میں ہوگئی۔ کچھ مہمان جا چکے تھے۔ کچھ موجود تھے۔ دیبہ نے سارہ سے کہا کہ اُسے کمرے میں جانا ہے۔ سارہ اُسے کمرے میں چھوڑ آئی۔

☆......☆......☆

دانیال کمرے کے گھپ اندھیرے میں بیٹھا دیبہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس دن کی دیبہ کی گھبراہٹ وہ ابھی تک محسوس کر سکتا تھا۔ شادی کے لیے تو اُس نے حامی بھر لی تھی لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ ساری زندگی دیبہ کے ساتھ کیسے گزارے گا۔ جب جب وہ مجھے دیکھے گی مجھے میرے گناہ کی یاد آئے گی، اُسکی آنکھیں میری روح میں جھانکتی ہیں۔ مجھے میرے جرم کی یاد دلاتی ہیں۔ میں اُسکا سامنا کیسے کرونگا۔ اس سوچ نے دانیال کو مزید بے چین کیا۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''میں تو تم سے معافی بھی نہیں مانگ سکتا، اتنا بڑا گناہ کر کے کس منہ سے معافی مانگوں اور کیسے یہ اُمید کروں کہ تم معاف کر دو گی۔ دانیال نے خود کلامی کی دانیال کو اپنے اِردگرد کے علاوہ اپنے اندر بھی سناٹا محسوس ہوا۔

☆......☆......☆

''مجھے سمجھ نہیں آئی کہ تم لڑکیوں کی طرح شرما کیوں رہے ہو؟'' منیر نے دانیال کو مہندی کی رسم ہو جانے کے بعد ڈانس کے لیے کھینچا تو دانیال کے انکار پر منیر چڑ کر بولا۔

''یار، میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''دل سنبھال کر رکھو۔'' منیر نے ایک نہیں سنی اور دانیال کے کزنز کے ساتھ مل کر اُسے گھسیٹ کر سب کے درمیان لے آیا۔ میوزک خاصا تیز تھا سب پر جوش انداز میں ڈانس کرنے لگے۔ دانیال کو فاریہ کی شادی میں کیے ڈانس کی یاد آ گئی۔ اُسکے تصور میں ناچتی ہوئی دیبہ آئی تو ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ آ گئی۔ وہ جتنا بھی ڈپریس تھا، بالآخر میوزک نے اُس کا خون گرما ہی دیا اور وہ باقی سب کے ساتھ ہنسنے لگا۔

محفل بہت دیر تک جمی رہی۔ بہت سارے لوگ جا چکے تھے۔ صرف لڑکے باقی تھے جو کسی صورت رکنے کو تیار نہیں تھے۔ بالآخر آدھی رات میں جب تھکن سے سب کا برا حال ہوا تب ہی وہ رکے اور بہت دیر خوش گپیوں میں مصروف رہنے کے بعد بالآخر محفل برخاست ہوئی۔

فجر سے کچھ پہلے کا وقت تھا جب دانیال تھک ہار کر کمرے میں داخل ہوا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا خیال دیبہ کا آیا۔ اُس نے دیبہ کا نمبر ملایا۔ دیبہ نے فون نہیں اُٹھایا۔ دانیال نے پھر سے نمبر ملایا۔ دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔ آواز سے محسوس ہوا کہ وہ پہلے سے ہی جاگ رہی تھی۔

''میں دانیال بول رہا ہوں۔'' دیبہ کے ہیلو کے جواب میں دانیال نے کہا۔

''جانتی ہوں۔۔۔'' دیبہ کی آواز بے تاثر تھی۔

http://kitaabghar.com

''میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں دیبہ۔''

''میں آپ کی بات نہیں سننا چاہتی۔'' دیبہ نے صاف صاف کہا۔

''دیبہ۔'' اس سے آگے الفاظ کھو گئے۔

''میری وحشت میں اضافہ مت کریں۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔'' دیبہ نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

دانیال ہاتھ میں فون تھامے اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ کچھ دیر پہلے جو دوستوں کے درمیان اُسکے مزاج میں تبدیلی آئی تھی وہ تبدیلی اب اُسکے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں رہی۔ اُس نے آنکھیں بند کر کے نفی میں سر ہلایا۔ کچھ نہیں بدلا تھا۔ کچھ بھی نہیں۔ دانیال نے گہرا سانس خارج کیا۔

☆......☆......☆

''دیبہ۔'' ناشتے کی ٹرے بستر پر رکھی تھی جسے دیبہ نے چھوا بھی نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے سامنے والی دیوار کو گھور رہی تھی۔ ثوبیہ کمرے میں برتن لینے آئی تو دیبہ کی پاس ہی بیٹھ گئی۔

''جی آپی۔'' دیبہ نے اُسکی طرف دیکھا۔

''تم اتنی پریشان کیوں ہو؟'' ثوبیہ کی آواز میں پریشانی تھی۔

''پریشان تو نہیں ہوں آپی۔'' دیبہ بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ کچھ بھی محسوس نہیں کر رہی ہے۔

''یہ موقع تو نہیں ہے ایسی بات کرنے کا، لیکن سچ کہوں تو میں خوش ہوں تمہاری شادی یوسف سے نہیں ہو رہی ہے۔'' ثوبیہ کے کہنے پر دیبہ نے عجیب سے انداز میں اُسے دیکھا۔ ''عطیہ آنٹی پوری طرح سے اُس فیملی کو کنٹرول کرتی ہیں۔ اُن کے دونوں بیٹے مکمل طور پر اُن کے ہاتھ میں ہیں اور جانتی ہو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑا فساد مچا دیتی ہیں۔ تم جب طلحہ کی شادی میں ناچی تھی تو جانتی ہو انہوں نے گھر جا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کیا تھا۔ حالانکہ تم اُن کے گھر کی ہونے والی بہو تھی۔ پھر بھی وہ ہر طرح سے تمہیں بھی اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی اور یوسف۔'' ثوبیہ خاموش ہوئی۔ ''یوسف تو مجھے تھوڑا عجیب سا ہی لگتا ہے۔''

''دانیال کس قدر ہینڈسم ہے یوسف کے مقابلے میں، کماتا بھی زیادہ ہے۔ دانیال ایک شاندار انسان ہے، تم بالکل پریشان مت ہو۔ وہ یوسف سے بہت بہتر ہے۔''

''میں یوسف سے شادی نہ ہونے کی وجہ سے پریشان نہیں ہوں آپی۔'' دیبہ نے بے تاثر آواز میں کہا تو ثوبیہ کنفیوژ ہوئی۔

''پھر کیوں فکرمند ہو؟'' ثوبیہ کو سمجھ نہیں آئی۔ دیبہ اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی وہ چاہ کر بھی اُسے کچھ نہیں بتا سکتی تھی۔

''تم فکر مت کرو دیبہ۔'' ثوبیہ نے پیچھے سے جا کر دیبہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''دانیال کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔'' ثوبیہ کے کہنے

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

پردیبہ تیزی سے ثوبیہ کی طرف مڑی۔دل چاہا کہ اُس شخص کی ساری حقیقت بتادے لیکن اُس نے اپنے جذبات کو قابو کیا۔

''میں ٹھیک ہوں آپی۔'' دیبہ نے نا چاہتے ہوئے بھی کہا۔ثوبیہ نے دیبہ کو گلے سے لگالیا۔پھر اُسے خود سے الگ کر کے اُسے گالوں پر پیار کیا۔

''خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔'' ثوبیہ نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا جواباً دیبہ دھیمے سے مسکرائی۔

☆......☆......☆

''ماما، بھائی دروازہ نہیں کھول رہے۔'' فاریہ بہت دیر تک جب دروازہ بجا بجا کر تھک گئی تو اُس نے آ کر ماریہ سے کہا۔

''کھول دے گا بیٹا، تیار ہو رہا ہوگا۔'' ماریہ لاپروائی سے بولی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

سارے مہمان آچکے تھے۔فاریہ ایک بار پھر دانیال کا دروازہ بجاتی رہی لیکن اُس نے کھولا نہیں۔اس دفعہ ماریہ فکر مند ہوئی لیکن خود جانے کے بجائے انہوں نے منیر کو بھیجا جو کہ تمام انتظامات میں بیٹوں کی طرح ہاتھ بٹا رہا تھا۔

''آنٹی پریشان مت ہوں، اُسکی پہلی پہلی شادی ہے گھبرا رہا ہوگا۔'' منیر نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو ماریہ مسکرانے لگی۔

''اُسے سمجھاؤ کے گھبرانے کا وقت نہیں، سارے مہمان آچکے ہیں۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' منیر کہہ کر اُسکے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔کچھ دیر دروازہ بجاتا رہا بالآخر دانیال نے دروازہ کھول دیا۔منیر کی اُمید سے برعکس دانیال اپنے ٹراؤزر شرٹ میں تھا۔

''تم تیار نہیں ہوئے ابھی تک۔'' منیر کو دروازے پر دیکھ کر دانیال دروازے سے پلٹ گیا۔

''دروزاہ بند کردو۔'' دانیال بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔منیر نے دروازہ بند کر دیا اور اندر آ گیا۔

''میں پوچھ رہا ہوں تم تیار کیوں نہیں ہوئے؟'' منیر کی آواز میں حیرت ہی حیرت تھی۔''مجھے شادی نہیں کرنی۔'' دانیال نے اپنا سر اپنے ہاتھوں پر گرایا ہوا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔باہر بارات تیار کھڑی ہے۔'' دانیال جواباً کچھ نہیں بولا سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''دانیال کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' منیر کا صبر جواب دے گیا اُس نے خاموشی توڑی۔

''مجھے نہیں پتہ۔میں بس شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' دانیال سخت الجھن میں تھا۔

''اس طرح کی بکواس باتیں سوچنے کا وقت نہیں ہے یہ۔ٹھیک ہے بندہ تھوڑا کنفیوژ ہوتا ہے اس وقت۔لیکن یہ نہیں چلے گا۔سب فکر مند ہو رہے ہیں۔'' منیر نے زبردستی دانیال کو بیڈ سے اٹھایا اور اُسے ڈریسنگ روم کی طرف دھکیلا۔

''یار، کیا مسئلہ ہے؟ تم نے اپنی پسند سے حامی بھری تھی نہ اس شادی کے لیے۔خدا خدا کر کے کفر توڑا تھا۔اب ایسی حرکتیں نہ

http://kitaabghar.com

کرو۔ بھابھی کی عزت کا سوچو۔'' منیر نے اُسے اپنی جگہ ساکت دیکھا تو کہا۔ دانیال نے سر اُٹھا کر منیر کی طرف دیکھا اور منیر کو ایسے شک ہوا جیسے دانیال رو دینے کو ہے۔

''میں چینج کرتا ہوں۔'' دانیال نے ضبط سے کہہ کر دروازہ بند کیا۔ الماری میں اُسکے کپڑوں کے برابر، دیبہ کے کپڑے بھی لٹک رہے تھے جو کہ چند دنوں پہلے ہی آئے تھے۔ دانیال کو لگا اُس کا سانس گھٹ رہا ہے۔ اپنی شیروانی نکال کر دانیال نے الماری بند کر دی۔

''میں کیسے تم سے نظریں ملا پاؤں گا؟'' دانیال نے شیشے کے سامنے خود کلامی کی۔ ''جب جب تم مجھے دیکھو گی۔ میرے اندر چھپے حیوان کو ڈھونڈو گی، میں خود اپنی نظروں میں گرتا چلا جاؤں گا۔''

''یار اب نکل بھی آؤ۔'' منیر نے دروازہ بجایا۔ دانیال نے گہرا سانس خارج کیا۔

''بھابھی کی عزت کا خیال کرو۔'' اس جملے کے علاوہ شاید ہی کوئی بات ہوتی جو اس وقت دانیال کو منا سکتی۔

☆......☆......☆

کھانے کے بعد جب دانیال کو لڑکیوں کی طرف اسٹیج پر لایا گیا تو دیبہ کے برابر ثوبیہ بیٹھی تھی جس نے خوب جھگڑا کر کے اپنی مرضی کے پیسے وصول کئے تب جا کر دانیال کو جگہ دینے کے لیے رضامند ہوئی۔ دانیال کی نظر مسلسل سر جھکائے بیٹھی دیبہ پر تھی۔ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ جب ثوبیہ اُٹھی تو دیبہ نے بے اختیار اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ جسے دانیال نے پوری طرح سے محسوس کیا۔ باقی لوگوں نے اُسے عام سی بات سمجھی لیکن دانیال جانتا تھا کہ دیبہ نہیں چاہتی کہ دانیال اُسکے برابر بیٹھے۔ ثوبیہ نے نرمی سے ہاتھ چھڑوایا اور دانیال کو جگہ دی۔ دانیال کے بیٹھتے ہی دیبہ ایک طرف کھسکی۔

دانیال کا خون بے اختیار گرم ہوا۔ اُسکا دل چاہا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے لیکن وہ نہ صرف بیٹھا رہا۔ بلکہ مسکرا مسکرا کر تصویریں بھی بنواتا رہا اور لوگوں سے بھی ملتا رہا۔

رات میں کافی دیر سے جب رخصتی کا ماحول بنا تو سب نے دعاؤں کے سائے میں دیبہ کو رخصت کیا۔ دیبہ گاڑی تک طلحہ کے بازوؤں کے حصار میں آئی تھی۔ جب دانیال نے آگے بڑھ کر دیبہ کے لئے دروازہ کھولا تو دیبہ نے پریشان کُن تاثرات کے ساتھ طلحہ کو دیکھا۔ فاطمہ نے روتے ہوئے اُسے گلے سے لگا لیا۔ لیکن دیبہ کی آنکھیں خشک رہی۔ رضا نے جب دیبہ کو گلے سے لگایا تو دیبہ کو لگا اُس کا دل پھٹ جائے گا۔ آخر میں طلحہ نے اُسے ماتھے پر بوسہ دیا۔

''بھائی، مجھے نہیں جانا۔'' دیبہ نے کنفیوژن میں کہا۔ دانیال کا دل چاہا کہ وہ کھلا دروازہ چھوڑ کر بھاگ جائے وہ سمجھ سکتا تھا کہ دیبہ بھی ایسا ہی محسوس کر رہی ہوگی۔

''بیٹھ جاؤ دیبہ۔'' طلحہ نے نرمی سے کہہ کر اُسے بیٹھا دیا۔ دانیال نے دروازہ بند کر دیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''دانیال میری بہن کا خیال رکھنا۔'' طلحہ نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا اور دانیال سے گلے ملا۔

''اور اگر اس شخص کو پتہ چل جائے کہ اس کی بہن کی بربادی کا ذمہ دار میں ہوں تو؟'' دانیال کے دل میں اچانک خیال آیا اور اُسے طلحہ سے گلے ملتے ہوئے ایک خوف نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

☆......☆......☆

مختلف رسموں کے بعد فاریہ، دیبہ کو کمرے میں چھوڑ آئی۔ طلحہ بھی ساتھ ہی آیا تھا۔ وہ اور فاریہ کافی دیر تک دیبہ کے ساتھ کمرے میں بیٹھے رہے۔ دیبہ ہراساں نظروں سے اُن دونوں کی شوخی بھری باتیں سنتی رہی۔ ثوبیہ، کچھ لمحے پہلے ہی کمرے سے باہر گئی تھی۔ طلحہ کے کہنے پر فاریہ بھی اٹھ گئی لیکن جاتے جاتے وہ دیبہ کا گھونگھٹ نکالنا نہ بھولی۔ کچھ دیر دیبہ اسی طرح ساکت وجامد بیٹھی رہی پھر دانیال کمرے میں داخل ہوا۔ اُس نے کچھ لمحے دروازہ بند نہیں کیا۔ کچھ لمحوں بعد اُس نے آنکھیں بند کر کے سر نفی میں ہلایا اور ہمت جمع کر کے دروازہ بند کر دیا اور لاک بھی کر دیا۔

دیبہ نے دروازہ لاک ہونے کی آواز واضح سنی اور اب تک جو سناٹا اُسکے اندر چھایا تھا وہ یک دم ٹوٹا اور اُسکی جگہ خوف نے لے لی۔

"وہ کمرے میں آ گیا ہے۔'' دیبہ نے خوف کے عالم میں سوچا۔''اُس نے دروازہ لاک کر دیا ہے۔'' خوف بڑھا۔

دانیال دھیرے دھیرے چلتا بیڈ کے پاس آ گیا اور آہستگی سے بیٹھ گیا۔

دیبہ نے بے اختیار اپنی ٹانگیں اپنے سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے سمٹ گئی۔ دانیال جسکے ہاتھ اُسکے گھونگھٹ اٹھانے کے لیے بڑھے تھے وہ لمحہ بھر کے لئے رکے اور پھر اُسنے اُسکا گھونگھٹ اُٹھا دیا۔ دیبہ کے چہرے پر واضح خوف تھا۔ دیبہ نے نظر اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا۔ پھر اُس نے کمرے میں نظر دوڑائی۔

''میں کمرے میں اُسکے ساتھ اکیلی ہوں۔'' دیبہ یک دم بیڈ پر پیچھے ہوئی۔

دانیال اُسکی گھبراہٹ کو پہچان گیا۔ اُس نے دھیمے سے دیبہ کو پکارا لیکن دیبہ شدید خوف کے زیر اثر تھی۔ دانیال کو لگا دیبہ کسی بھی لمحے چیخ پڑے گی اور باہر بیٹھے تمام لوگوں میں وہ تماشا بن جائیں گے۔ وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوسری طرف سے گھوم کر دیبہ کے قریب گیا۔ اُس نے دیبہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔

''مت چھوئیں مجھے۔'' دیبہ خوف کے عالم میں بولی۔

''ٹھیک ہے۔ میں نہیں چھوتا۔'' دانیال بیڈ سے اٹھ کر دیبہ سے دور جا کھڑا ہوا کچھ لمحے اُسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ باتھ روم چلا گیا۔ باتھ روم جا کر اُسکا دل چاہا کہ وہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے۔ دیبہ کے اس قسم کے رویئے کا اُس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ شرمندگی، غصہ، ذلت کا احساس۔ دانیال کا دل چاہا سب ختم کر دے۔ ہر چیز اٹھا کر پھینک دے۔ دونوں ہاتھ سلیب پر رکھے دانیال اپنے عکس کو شیشے میں

http://kitaabghar.com

گھور رہا تھا۔

''یہ ہے تمہاری اوقات کہ تمہاری اپنی بیوی تم سے خوف زدہ ہے۔'' اُسے اپنے اندر سے آواز آئی۔'' اور ساری زندگی تم اسے گھمنڈ میں رہے کہ ہر لڑکی تمہاری دسترس میں ہے۔'' آواز بے درد تھی۔''تم نے کسی لڑکی کو کبھی اس غرور میں مڑ کر نہیں دیکھا کہ کوئی لڑکی تمہارے قابل ہی نہیں ہے۔'' آواز کی سفاکی میں اضافہ ہوا۔ دانیال نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔

''آنکھیں بند کر لینے سے دانیال خرم حقیقت بدل نہیں جاتی۔'' ایک قہقہے کے بعد آواز پھر آئی۔''خدا کے نافرمان ذلیل ہی ہوتے ہیں۔ زیادتی کرنے والوں کے مقدر میں ذلت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ اب بھگتو اپنا گناہ۔''

''بس۔'' دانیال اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخا۔ اُسکا دل چاہا کہ وہ چیختا چلا جائے لیکن وہ اپنی عزت کی خاطر ضبط کر گیا۔ خاموش ہو گیا۔

☆......☆......☆

دانیال جانے کتنی دیر باتھ روم میں بند رہا لیکن جب باہر نکلا تو اُس نے دیبہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ سیدھا کمرے سے باہر چلا گیا۔ کارنر ٹیبل سے اپنی چابی اٹھائی اور اپنی سجی ہوئی BMW میں بیٹھا، گارڈ نے جلدی سے گیٹ کھولا اور دانیال تیزی سے گاڑی اُڑا لے گیا۔

اسلام آباد کی خالی سڑکوں پر بہت دیر تک بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔ اپنے گناہ پر اُسے ندامت تھی، وہ شرمسار تھا، شرمندہ بھی۔ لیکن رد ہونے کا درد مرد کے لئے برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے گناہ کو بھول کر دانیال، رد ہونے کی ذلت پر سُلگا ہوا تھا۔ جب بے مقصد گاڑی دوڑا دوڑا کر تھک گیا تو اُس نے گاڑی روک کے سڑک کنارے کھڑی کر دی۔ کچھ دیر یوں ہی گاڑی کے اندر بیٹھا رہا، اُسکے بعد باہر نکل آیا۔ تازہ فضا میں اُس نے گہرا سانس لیا۔ لیکن تکلیف کم نہیں ہوئی۔ غرور کی زخمی کرتی کرچیاں، انا پر لگی گہری چوٹ اور گھمنڈ کے تار تار ہونے کی چبھن دانیال سے برداشت نہیں کی جا رہی تھی۔ اُس نے اپنی گاڑی پر سجے پھولوں کو دیکھا اور پھر اپنا غصہ اُس نے پھولوں کو نوچ نوچ کر گاڑی سے اُتارنے پر نکالا۔

جب وہ تھک گیا تو ہاتھوں پر سر گرا کر رو پڑا۔ وہ ہمیشہ سمجھتا تھا کہ رونا مرد کے شایانِ شان نہیں ہے لیکن یہ جانتا تھا کہ تکلیف مرد کو ہو یا عورت کو درد برابر ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

دروازے پر دستک مسلسل ہو رہی تھی۔ دیبہ کی آنکھ دستک کی آواز سے کھلی اور اُس نے بے اختیار مڑ کر دانیال کی طرف دیکھا جو کہ فجر کے بعد کمرے میں آیا تھا۔ اور آتے ہی بستر پر گر گیا تھا۔ دیبہ نے آنکھیں بند کر لی تھی۔ تا کہ وہ سمجھے کہ دیبہ سو رہی ہے اور کچھ ہی لمحوں

http://kitaabghar.com

بعد دانیال جب گہری نیند سو گیا دیبہ نے اپنی آنکھیں کھول دی تھی اور روشنی ہونے تک وہ جاگتی رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی کس وقت اُسکی آنکھ لگی تھی۔ لیکن آنکھ کھلنے پر اُس نے سب سے پہلے دانیال کو دیکھا جو کہ دستک ہونے کے باوجود سو رہا تھا۔

''سوتے ہوئے کس قدر معصوم لگتا ہے۔'' دیبہ کے دل نے غیر اختیاری طور پر سوچا۔ اُسی لمحے دانیال نے آنکھیں کھولی اور دیبہ کی ہی طرح اُس نے سب سے پہلے دیبہ کو دیکھا۔ اُسکی کھلی آنکھیں دیکھ کر دیبہ نے فوراً اپنی نظروں کا زاویہ بدلا اور اٹھ کر دروازے تک چلی گئی۔

دانیال نے سر تکیے کے نیچے دیا۔ وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا۔

''یار، کب تک سونا ہے تم لوگوں نے، تمہارے گھر والے آ گئے ہیں ناشتہ لے کر۔'' فاریہ نے دروازہ کھلتے ہی کہا۔

''ہم آتے ہیں۔'' دیبہ نے نرمی سے کہا۔

''فٹافٹ آؤ۔'' فاریہ کہتے ہوئے مڑ گئی۔ دیبہ دروازہ بند کر کے مڑی تو دانیال اٹھ چکا تھا۔ وہ مزید سونے کا ارادہ ملتوی کر کے باتھ روم چلا گیا۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ چینج کر کے کمرے سے باہر نکل گیا اُس نے دیبہ کا انتظار بھی نہیں کیا۔

کچھ دیر میں دیبہ بھی باہر آ گئی۔ سارہ نے اُسے گہری نظر سے دیکھا۔ ثوبیہ اُٹھ کر اُسے گلے ملی۔ فاریہ، ملازمہ کے ساتھ مل کر ناشتہ لگا رہی تھی۔

''کیسی ہو؟'' ثوبیہ نے محبت سے اُس سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں آپی۔ امی، ابو کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔''

''ناشتہ لگ گیا۔ آ جائیں سب۔'' فاریہ نے ناشتہ لگ جانے کے بعد کہا۔ دانیال طلحہ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ ماریہ اور خرم بھی موجود تھے۔

''تم لوگ ناشتہ کرو بچو۔ ہم تو کر چکے ہیں۔'' سب کے اٹھتے ہوئے خرم نے کہا۔

''انکل ہمارا ساتھ تو دیں۔'' طلحہ خوشدلی سے بولا۔

''بیٹا ضرور دیتا اگر بدہضمی کا ڈر نہ ہوتا۔'' خرم ہنسے۔

''آپ لوگ آرام سے کھاؤ بیٹا۔'' ماریہ نے کہا۔ خرم اور ماریہ دونوں ڈائننگ روم سے باہر نکل گئے۔

''کیا تحفہ ملا تمہیں؟'' کھانے کے دوران سارہ نے پوچھا۔ دیبہ نے بے اختیار دانیال کی طرف دیکھا۔ پچھلی رات اُس نے دانیال کو موقع ہی نہیں دیا تھا تحفہ دینے کا۔ اب کیا کہتی۔

http://kitaabghar.com

''کمرے میں ہے۔'' دیبہ دھیمی آواز میں بولی۔

''ہے کیا؟'' فاریہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

''رنگ ہے۔'' دیبہ نے نظریں جھکا کر جھوٹ بولا اُسے سخت شرمندگی ہو رہی تھی۔ دانیال بالکل بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''ناشتے کے بعد دیکھانا۔'' ثوبیہ کے کہنے پر دیبہ کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

دیبہ دعائیں کرتی رہی کہ منہ دیکھائی کا پھر ذکر نہ ہو۔ ناشتے کے بعد طلحہ نے جانے کی جلدی مچائی تو ثوبیہ سمیت سبھی منہ دیکھائی بھول گئی۔ دیبہ نے دل میں شکر ادا کیا۔

☆......☆......☆

''تم لوگ ہنی مون پر کہاں جا رہے ہو؟'' شادی کے کچھ دن بعد شام میں جب فاریہ اور طلحہ بھی آئے ہوئے تھے خرم نے دانیال سے پوچھا۔

''دیکھتے ہیں بابا۔'' دانیال نے سرسری سا جواب دیا۔

''ایسے نہ کرو یار۔ ہنی مون زبردست ہونا چاہیے ورنہ ساری زندگی طعنے ملتے ہیں۔'' خرم کہہ کر ہنسے تو طلحہ نے اُن کی ہنسی میں پورا پورا ساتھ دیا۔

''یہ تو بالکل سچ کہا آپ نے انکل۔'' طلحہ ہنستے ہنستے بولا۔

''بھائی آپ مالدیپ چلے جائیں۔'' فاریہ نے مشورہ دیا۔

'اور سویزرلینڈ بھی۔ تمہیں تو کافی پسند بھی ہے نا دانیال۔'' ماریہ بولی۔

''مجھے تو پسند ہے۔ لیکن میری بیوی کو میں پسند نہیں ہوں۔'' دانیال نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں۔

''دیکھتے ہیں۔ دیبہ سے مشورہ کرونگا۔'' دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

کچھ مزید باتیں ہوتی رہی پھر فاریہ اور دیبہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

''ہائے دیبہ یہ سچ میں تمہارا کمرا ہے۔'' فاریہ کمرے میں داخل ہوئی تو بکھری چیزیں دیکھ کر حیران ہوئی۔ دیبہ نے ناسمجھی میں اُسے دیکھا۔ ''مجھے تو یقین نہیں آ رہا شادی بندے کو اتنا بدل دیتی ہے۔ کہاں وہ دیبہ، جو ہر چیز جگہ پر رکھتی تھی اور کہاں یہ دیبہ۔'' فاریہ نے مذاق کے انداز میں کمرے میں بکھری چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تمہارے بھائی کا کمرا ہے۔'' دیبہ نے ہلکے ہلکے انداز میں کہا تو فاریہ مسکرانے لگی۔ اس کمرے میں اتنی گھٹن محسوس ہوتی تھی کہ دیبہ کو بکھری چیزوں کا خیال تک نہیں آیا۔

''یار پرسوں کی واپسی کی فلائٹ ہے۔ میرا تو دل ہی نہیں چاہ رہا جانے کو۔'' دونوں بیڈ پر بیٹھ گئی۔ دیبہ جواباً مسکرائی۔

''میں تم لوگوں کے ساتھ چلوں۔'' دیبہ نے کہا۔

''تم نے بھائی سے قتل کروانا ہے ہمیں کیا؟ تمہاری شادی کو ہفتہ بھی نہیں ہوا اور تمہیں لے کر امریکہ چلے جائیں؟'' فاریہ ہنسی۔

''بے وقوف۔'' دیبہ برجستہ بولی۔ ''امریکہ جانے کی بات نہیں کر رہی۔ امی کی طرف جانے کی بات کر رہی ہوں۔''

''ہاں چلو۔'' فاریہ ایک دم خوش ہوگئی۔

''آنٹی۔'' کھانے کے بعد برتن اٹھواتے ہوئے دیبہ نے ماریہ کو مخاطب کیا۔

''ہاں بیٹا۔'' ماریہ اُسکی طرف متوجہ ہوئی۔

''بھائی دو دن میں چلے جائیں گے میں دو دن بھائی کے ساتھ جا کر رہ لوں؟'' دیبہ نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا کیوں نہیں۔ ضرور جاؤ۔ بس دانیال سے پوچھ لینا۔'' ماریہ کہہ کچن کی طرف بڑھی۔ دیبہ نے جلدی جلدی برتن سمیٹنے میں مدد کی اور کمرے میں جا کر اپنا بیگ تیار کیا۔ جب طلحہ اور فاریہ نکلے تو دیبہ بھی اُن کے ساتھ گاڑی میں جا بیٹھی۔ دانیال نے کچھ ناگواری سے اُسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھا۔ دانیال سے پوچھنا تو دور دیبہ نے اُسے بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اُن کے چلے جانے کے بعد جب دانیال کمرے میں گیا تو اُسے عجیب سی آزادی محسوس ہوئی۔ دیبہ کے ہوتے ہوئے جس گھٹن کا احساس ہوتا تھا وہ جیسے ختم ہو گیا۔

☆......☆......☆

''تم جانتی ہو نا دیبہ۔۔۔ آئی ایم آلویز دیئر فار یو۔۔'' رات کے وقت دیبہ اور طلحہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب طلحہ نے دیبہ سے کہا۔

''مجھے پتہ ہے بھائی۔ لیکن یہ بات کہاں سے آ گئی؟'' دیبہ مسکرائی۔

''جانے کیوں، مجھے تمہاری آنکھوں میں وہ خوشی نظر نہیں آتی، جو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔'' طلحہ نے بغور اُسکے چہرے کی طرف دیکھا۔

''آج تو آپ بالکل امی کی طرح بے ہیو کر رہے ہیں۔'' دیبہ ہنسی۔

''تم خوش ہو؟'' طلحہ نے دیبہ کا ہاتھ پکڑا۔

دیبہ نے طلحہ کی طرف دیکھا۔ وہ طلحہ کی طرف دیکھ کر جھوٹ نہیں بول سکتی تھی اس لیے وہ سر جھکا گئی۔

''شادی کے شروع شروع میں کون خوش نہیں ہوتا بھائی؟'' دیبہ مسکرا کر بولی۔

طلحہ کی تشویش ابھی بھی قائم تھی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں۔'' فاریہ اُن کے پاس آ بیٹھی۔

http://kitaabghar.com

''تمہارے بھائی کی برائیاں۔'' طلحہ نے اُسے چھیڑنے کی غرض سے کہا۔

''خبردار! جو کسی نے میرے اتنے ہینڈسم بھائی کی برائیاں کیں تو۔۔۔'' فاریہ نے جھوٹ موٹ کا غصہ کیا۔

''کیوں؟ تمہارے بھائی کی برائیاں کرنے پر کرفیو ہے؟'' طلحہ شوخی سے بولا۔

''ہاں بالکل۔'' فاریہ نے گردن اکڑائی۔''اوہ لڑکی۔۔۔اگر تم نے میرے بھائی کی برائیاں کی تو میں تمہارے بھائی کی برائیاں کرونگی۔'' فاریہ نے دھمکایا۔

''میں نے کسی کی برائی نہیں کی۔'' دیبہ معصومیت سے بولی تو طلحہ اور فاریہ دونوں ہنسنے لگے۔

☆......☆......☆

طلحہ اور فاریہ واپس چلے گئے۔ دانیال دیبہ کو لینے نہیں آیا۔ ماریہ، ڈرائیور کے ساتھ آکر دیبہ کو لے گئی۔

''آنٹی مجھے کل سے یونیورسٹی جانا ہے۔'' دیبہ نے واپس آکر کہا۔ دانیال گھر نہیں تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹا، لیکن تم لوگ تو کہیں گھومنے پھرنے بھی نہیں گئے۔''

''آنٹی میری پہلے ہی پورے ہفتے کی چھٹیاں ہو گئی ہیں۔'' دیبہ نے نرمی سے کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹا۔''

''آنٹی میں کیسے جاؤں گی؟'' دیبہ نے وہ مسئلہ بتایا جو اُسے فکرمند کیے ہوئے تھا۔

''بیٹا ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا۔ تمہاری یونیورسٹی زیادہ دور بھی نہیں ہے۔''

''آنٹی۔'' دیبہ کہتے کہتے جھکی۔

''ہاں بولو۔'' ماریہ نے اُسکی طرف دیکھا۔

''آنٹی مجھے اکیلے ڈرائیور کے ساتھ نہیں جانا۔''

ماریہ نے کچھ دیر دیبہ کی طرف پُرسوچ انداز میں دیکھا۔ فاریہ کو بھی کبھی اکیلے ڈرائیور کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ماریہ کو دیبہ کی احتیاط اچھی لگی۔

''تم ایسا کرو، دانیال سے بات کرو کہ تمہیں پک اینڈ ڈراپ دے دے۔''

انہوں نے مسئلے کا حل نکالا۔ دیبہ چاہ تو رہی تھی کہ انہیں کہے کہ، آپ خود دانیال سے بات کریں لیکن کہہ نہیں سکی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں چلی گئی۔ عجیب مسئلہ سر پڑ گیا تھا۔ وہ چاہتی تو تھی کہ دانیال خود اُسے پک اینڈ ڈراپ دے لیکن کہے کیسے، یہ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ پریشانی میں کمرے میں ٹہل رہی تھی جب دانیال کمرے میں داخل ہوا۔ غیر متوقع طور پر دیبہ کو کمرے میں دیکھ کر وہ ایک سیکنڈ کے

http://kitaabghar.com

لئے رُکا پھر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ سیدھا واش روم میں گیا۔ دیبہ سے اُس نے کوئی بات نہیں کی۔ دیبہ انگلیاں مڑورتی ہوئی بیڈ پر بیٹھی تھی جب دانیال ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کر کنگھی کرنے لگا۔ اپنی فارمل پینٹ اُتار کر وہ ٹریک سوٹ پہن چکا تھا۔ دیبہ نے اُسکی طرف دیکھا۔ وہ جاگنگ کے لیے جا رہا تھا۔ دانیال نے شیشے میں سے دیبہ کو دیکھا تو وہ محویت سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ دانیال کو کچھ حیرت ہوئی وہ کنگھی رکھ کر الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے اپنے جاگرز نکال کر وہ بیڈ پر آ بیٹھا اور جاگرز پہننے لگا۔ دیبہ کافی دیر سے ہمت جمع کر رہی تھی کہ وہ دانیال سے بات کر سکے۔ دانیال اُسکی حرکات سے اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے۔

''کچھ کہنا ہے؟'' جب دیبہ بول نہیں پائی تو جاگرز پہننے کے بعد دانیال نے گردن موڑ کر دیبہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جی۔'' دیبہ جھجک کر چُپ ہو گئی۔

''کہو؟'' دانیال متوجہ ہوا۔

''مجھے کل سے یونیورسٹی جانا ہے۔'' دیبہ نے ادھوری بات کہی۔

''میں ڈرائیور کو کہہ دوں گا کہ تمہیں پک اینڈ ڈراپ دے دے۔'' دانیال کہہ کر اُٹھ گیا۔ وہ چند قدم آگے بڑھا تھا کہ دیبہ بھی کھڑی ہو گئی۔

''مجھے ڈرائیور کے ساتھ نہیں جانا۔'' دیبہ نے برجستگی سے کہا کہ کہیں دانیال کمرے سے نکل نہ جائے۔

''کیوں؟'' دانیال کچھ حیرت سے اُسکی طرف مڑا۔

''مجھے ڈر لگتا ہے۔'' دیبہ دانیال کی طرف دیکھ کر بولی۔ دانیال کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔

''تو تمہیں وین لگوا دیتا ہوں۔'' دانیال نے سوچ کر کہا۔

''مجھے وین میں بھی نہیں جانا۔''

''ڈر لگتا ہے؟'' دانیال نے گہری نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیبہ کی نظر خود بخود جھک گئی۔ لٹیرے بھی تم، محافظ بھی اور سر اثبات میں ہلا۔

''تو؟'' دانیال کا انداز تیکھا تھا۔ دیبہ اُسکا سوال سمجھ نہیں پائی اُس نے نا سمجھی میں دانیال کی طرف دیکھا۔

''تو کیسے جانا ہے؟'' دانیال نے سوال مکمل کیا۔ دیبہ باوجود کوشش کے کہہ نہیں سکی، بس سر جھکا کر انگلیاں مڑورتی رہی۔

دانیال نے اُسکے جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ پا کر اُسے غصہ تو آیا لیکن اُس نے دیبہ کو ذرا بھی اپنا غصہ دکھانے کی کوشش نہیں کی۔

''تم چاہتی ہو کہ تمہیں میں پک اینڈ ڈراپ دوں؟'' دانیال کو اچانک خیال آیا۔ دیبہ نے سر جھکائے جھکائے اثبات میں ہلایا۔

دانیال کا دل چاہا کہ کہے۔۔۔''میں کوئی تمہارا ڈرائیور ہوں۔'' لیکن وہ صرف سوچ کر رہ گیا۔

http://kitaabghar.com

''مجھ سے ڈر نہیں لگتا؟'' دانیال کے سوال پر دیبہ نے اُسکی طرف دیکھا۔

''نہیں۔'' اُس نے دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟'' دانیال نے دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

''آپ میرے شوہر ہیں۔'' دیبہ کے منہ سے ایک دم نکلا۔

''رئیلی؟'' دانیال کے لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ تھی۔ دیبہ کا دل چاہا کہ اس شخص کے سامنے سے کہیں بھاگ جائے لیکن وہ کھڑی رہی اور دانیال کی طرف دیکھتی رہی۔

''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' دیبہ نے دلیری سے پوچھا۔ دانیال دو قدم اُس سے قریب ہوا۔ دیبہ بدھک کر پیچھے ہٹی۔

''اگر یہ حقیقت ہے تو تم مجھ سے دور کیوں بھاگتی ہو؟'' دانیال نے اُسے کندھوں سے پکڑ کر پوچھا۔

''چھوڑیں مجھے۔'' دیبہ نے جھنجلا کر خود کو چھڑوانا چاہا۔ دانیال نے اُسے چھوڑ دیا اور اُس پر تیز نظر ڈال کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

☆......☆......☆

اگلی صبح جب دیبہ تیار ہوئی تو دانیال یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ میں تمہارا گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔ خاموشی سے یہ سب اُسکی روٹین میں شامل ہو گیا۔ وہ دیبہ کو یونیورسٹی چھوڑتا، اُسے واپسی میں گھر ڈراپ کر کے واپس آفس چلا جاتا۔ وہ لنچ ٹائم پر گھر آنے کے باوجود لنچ نہیں کرتا تھا بلکہ پورچ سے ہی گاڑی نکال لے جاتا۔ 20 منٹ کے اس سفر میں ان دونوں کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ کمرے میں بھی دونوں کے درمیان خاموشی رہتی۔

دانیال گہری نیند سو رہا تھا جب اُسکی آنکھ عجیب سے شور سے کھلی۔ فوری طور پر اُسے سمجھ نہیں آئی کہ شور کیسا ہے پھر اُسے احساس ہوا کہ دیبہ شاید کوئی خواب دیکھ رہی ہے اور خواب میں ڈر رہی ہے۔ رو رہی ہے۔

''دیبہ۔۔۔'' دانیال نے اُسے بازو سے پکڑ کر جگانا چاہا لیکن دیبہ خواب میں پوری طرح سے گم تھی۔ ''دیبہ جاگو۔'' دانیال نے اُسکا بازو ہلایا۔ دیبہ نے ایک دم آنکھیں کھول دی۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور دانیال اُسکے بہت قریب تھا۔ دیبہ کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی۔

''دیبہ۔'' دانیال گھبرا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''مجھے مت چھوؤ۔'' دیبہ گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ دانیال کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ جاگ چکی ہے یا ابھی تک خواب کے زیرِ اثر ہے۔ اُس نے دیبہ کا بازو پکڑ کر اُسے حقیقت میں واپس لانا چاہا دیبہ مزید گھبرائی۔ وہ بے اختیار چیخی اور بستر سے نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر کارپٹ پر گر گئی۔

''دیبہ کیا ہوا؟'' دانیال بھی گھبرا کر بستر سے نکلا۔ اُس نے سائیڈ لیمپ آن کیا۔ کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ دانیال اُسکی طرف

http://kitaabghar.com

بڑھا۔ دیبہ ڈر کے مارے خود کو گھسیٹتے ہوئے دیوار سے جا لگی۔ دانیال اُس کے سامنے پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔

''دیبہ ریلیکس۔'' دانیال نے نرمی سے کہا۔ دیبہ نے چیخنا اور دور بھاگنے کی جستجو کرنا بند کر دیا۔ وہ خوف کے عالم میں اب بھی دانیال کو گھور رہی تھی۔

''تمہیں اگر مجھ سے ڈر لگ رہا ہے تو میں کمرے سے چلا جاتا ہوں۔'' دانیال کے لہجے میں نرمی تھی۔ ''تم نے صرف خواب دیکھا ہے۔ تم خواب میں ڈر گئی تھی۔'' دانیال اُس سے دو قدم کے فاصلے پر زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ اُسے خوف سے باہر نکالنا چاہتا تھا۔

وہ خواب نہیں تھا۔ وہ حقیقت تھی۔ دیبہ کے انداز میں خوف بھی تھا اور درد بھی۔ دانیال نے اپنی آنکھیں بند کی۔ اُسے سمجھ آ گئی کہ دیبہ نے کیا خواب دیکھا ہے۔

''وہ سب ماضی ہے دیبہ۔ گزر چکا ہے۔ ختم ہو چکا ہے۔'' دانیال کا دل چاہا تھا کہ دیبہ کے سامنے سے کہیں دور بھاگ جائے، لیکن وہ دیبہ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

''کچھ درد کبھی ماضی نہیں بنتے، کبھی نہیں گزرتے، کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ہمیشہ تکلیف دیتے ہیں۔ ہمیشہ رستے ہیں۔ ناسور بن جاتے ہیں۔'' دیبہ دانیال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہی تھی لیکن اُسکے انداز میں بے باکی نہیں تھی، درد تھا، تکلیف تھی۔

''آپ جانتے ہیں تکلیف کیا ہوتی ہے؟'' دیبہ رونا چاہتی تھی لیکن اُسکی آنکھیں خشک تھی۔

''گناہ نہ کرتے ہوئے بھی مجرم ٹھہرائے جانا کیا ہوتا ہے؟'' دیبہ نے دانیال پر سے اپنی نظریں نہیں ہٹائی۔ ''آپ جانتے ہیں اپنوں کا اعتبار کھو جانے کی کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ جب آپکے رشتے کے لیے میں نے ''ہاں'' کہا تو جانتے ہیں میرا اپنے سگے بھائی نے مجھ سے کیا کہا۔'' دیبہ چند لمحے خاموش ہوئی۔ ''انہوں نے کہا۔۔'' دیبہ اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ ''کہ پولیس کے منہ سے سن لینے کے باوجود کہ دروازہ اندر سے کھولا گیا تھا میں نے تمہارے کردار پر شک نہیں کیا لیکن آج تم نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے، آپ مطلب جانتے ہیں اس بات کا؟''

دیبہ نے سر اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا اور دانیال کو لگا کہ وہ یہی زمین میں شرم کے مارے گڑ جائے گا۔ شرمندگی کے اُس شدید احساس نے اُسے اپنے گھیرے میں لیا تھا جو بیان سے باہر تھا۔ وہ دیبہ پر سے اپنی نظریں ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہٹا نہیں پایا۔ موسم میں خنکی ہونے کے باوجود اُسے پسینہ آنے لگا تھا۔ وہ اس لمحے سے دور بھاگتا رہا تھا جب دیبہ اُسے کٹہرے میں کھڑا کرے لیکن وہ لمحہ آ ہی گیا۔

''میری ماں۔'' جب دانیال نے نظر نہیں ہٹائی تو دیبہ نے ہٹا لی۔ ''آپ سوچ سکتے ہیں میری تکلیف کو جب میری ماں نے مجھے خاموش کرا دیا۔ مجھے کہا تمہارے کمرے میں جو آیا تھا تم اُسے نہیں جانتی۔ وہ اجنبی تھا۔'' دیبہ نے دانیال کی طرف دیکھا۔ ''وہ اجنبی تو نہیں ہے نا۔ میرا گنہگار اجنبی نہیں ہے۔ میں اُسے جانتی ہوں۔ لیکن خاموش ہوں۔ آپ میری تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ اس خاموشی کی قیمت

یہ ہے کہ آج میں ایک ہی چھت تلے آپکے ساتھ، آپکی بیوی بن کر رہ رہی ہوں۔ یہ سب ماضی نہیں ہے۔ حال ہے۔ پل پل میرے ساتھ ہے۔ میرا درد گزر نہیں چکا۔ گزر رہا ہے مجھ پر۔ ہر لمحہ گزر رہا ہے۔" دانیال کو لگا کہ وہ مزید نہیں سن سکے گا۔ اُسے لگا اگر وہ کچھ اور دیر اسی طرح بیٹھا رہا دیبہ کے سامنے تو اُسکا دل پھٹ جائے گا۔ یا دماغ کی شریانیں۔ لیکن اس شرمندگی سے کوئی نجات نہیں تھی۔ جو گناہ ہو کر چکا تھا اس سے کوئی فرار نہیں تھی۔ صرف سزا تھی۔ عمر بھر کی سزا۔

☆......☆......☆

دیبہ کا سمسٹر مکمل ہو گیا۔ اُسے جہاں جہاں پریشانی ہوئی اُس نے خرم سے مدد لی۔ اُسکی ماریہ سے خاصی دوستی ہو چکی تھی۔ کچن میں ملازمہ کے ساتھ مختلف کام کرواتے ہوئے دیبہ کا دل بہل جاتا۔ ماریہ کافی سوشل تھی وہ کم کم گھر میں رہتی تھی۔ زیادہ تر اُسکی دوستیں آتی رہتی اور وہ خود دوستوں میں کافی وقت گزارتی۔ خرم خاموش طبیعت کے تھے لیکن خوش مزاج تھے جب بھی بولتے ماحول کو ہلکا پھلکا کر دیتے۔ دانیال زیادہ تر گھر نہیں رہتا تھا وہ آفس سے سیدھا جم چلا جاتا۔ جب رات رات بھر اُسے نیند نہیں آتی تو جاگنگ کے لیے نکل جاتا۔ دیر تک آفس میں کام کرتا رہتا۔ چونکہ دیبہ کا سمسٹر آف ہو گیا تھا اسلیے دیبہ کو لانے لے جانے کی ڈیوٹی بھی ختم ہو چکی تھی۔ دیبہ طلحہ کے جانے کے بعد اپنے گھر رہنے نہیں گئی۔ اپنے گھر والوں میں اُس کا جانے کا دل نہیں چاہتا تھا۔ اپنی ماں کو دیکھ کر تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ بھائی کو دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ اُسکے اپنے بھائی نے اُسکے کردار پر انگلی اُٹھائی ہے۔ رضا اُسے اپنے گھر میں بستا دیکھ کر تسلی میں تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ دیبہ کے دل پر گہرا گھاؤ لگا ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ اُسکے اپنے گھر والے اُس کا سہارا بنیں۔ سب منہ موڑ لیں لیکن وہ اُسکے ساتھ کھڑے رہیں۔ لیکن وہ مایوس ہوئی تھی حالات نے سب بدل دیا تھا۔ ثوبیہ اُس سے کم کم ملتی تھی۔ اُسکی ثوبیہ سے ملاقات اپنی امی کے گھر ہی ہوتی تھی۔ اُسکے سسرال والے پسند نہیں کرتے تھے کہ ثوبیہ، دیبہ سے زیادہ ملنا جُلنا رکھے۔ وہ اکثر فون پر ہی بات کرتی۔ مہوش کا اکثر فون آتا۔ کبھی کبھی دیبہ کا دل چاہتا اُسے سب کہہ دے، لیکن پھر خاموش ہو جاتی۔ دل کا بوجھ، دل میں ہی رہ جاتا۔

☆......☆......☆

دانیال گھر آیا تو خلافِ معمول گھر میں ہلچل تھی۔ اُسے اندازہ نہیں تھا کہ گھر کوئی آ رہا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو آوازوں سے وہ پہچان گیا کہ اُسکی پھوپھو آئی ہوئی ہیں۔ اُس کا موڈ فوراً خراب ہوا۔ پھوپھو اُسکی کافی منہ پھٹ اور تیز قسم کی عورت تھی اگرچہ وہ بہت محبت کرنی والی اور نرم دل والی تھیں لیکن اس وقت جب دانیال اور دیبہ آپس میں بات بھی نہیں کرتے تھے دانیال قطعاً نہیں چاہتا تھا کہ کوئی شخص اس بات کو نوٹ کرے۔ اُس کے اپنے گھر والے اگر ایسی باتوں کو نوٹ بھی کریں تو اس حوالے سے کچھ کہنا غیر مناسب سمجھتے تھے۔

دانیال گہرا سانس لے کر لاؤنج میں داخل ہوا اور اُس نے سلام کیا۔

پھوپھو نے محبت سے اُسے ساتھ لگایا۔ اُسکے ماتھے پر بوسہ دیا اور اُسے اپنے ساتھ ہی بیٹھا لیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''تم اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟'' حسبِ توقع پھوپھو نے سوال کیا۔

''پھوپھو، دفتر میں کام تھا مجھے۔'' دانیال نے نرمی سے جواب دیا۔

''کام تو سب کو ہوتا ہے بیٹا۔ لیکن گھر وقت پر آتے ہیں۔ دیکھو تو رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ ابھی تو تمہاری نئی نئی شادی ہے۔'' دانیال نے ماریہ کی طرف دیکھا، ماریہ مسکرا دی تھی۔ خرم بھی مسکرا رہے تھے۔

''ٹھیک ہے پھوپھو۔ آئندہ کوشش کرونگا جلدی آنے کی۔'' دانیال نے جان چھڑوانی چاہی۔

''اور تم دیبہ، پوچھتی نہیں ہو اس سے۔'' دیبہ جو اُسی وقت کچن سے قہوہ بنا کر لائی تھی، بات کا سیاق وسباق سمجھ نہیں پائی اور نا سمجھی میں پھوپھو کو دیکھے گئی۔ دانیال کو یہ ساری سچویشن ناگوار گزری۔

''کیا؟'' دیبہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھی۔

''یہی کہ اتنی دیر سے کیوں آتا ہے۔ پوچھو گی تو جلدی آئے گا نا۔'' پھوپھو نے سمجھایا۔

''جی۔'' دیبہ نے سر اثبات میں ہلایا اور قہوہ سرو کرنے لگی۔

''تمہاری نرمی کا ہی ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ کان کھنچا کرو۔'' دانیال کو پھوپھو کی بات پر بے اختیار غصہ آیا۔

''پھوپھو میں کپڑے بدل لوں۔'' وہ اٹھ گیا۔

''ہاں ہاں۔ بیٹا جاؤ۔ تم بھی جاؤ۔ دیبہ شوہر کو دیکھو، سنو۔'' دانیال نے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے پھوپھو کی آواز سنی تو اُسے سخت ناگوار گزرا۔ کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند نہیں کیا، جانتا تھا کہ دیبہ بھی اندر آئے گی۔ جب اُسکی نظر بیڈ پر پڑی تو اُسے مزید غصہ آیا بیڈ پر اُسکے کزن کی بیٹی، پھوپھو کی بیٹی دانیہ، جو کہ نو سال کی تھی مزے سے سو رہی تھی۔ دانیال انہی قدموں مڑا۔ دایبہ پیچھے کھڑی تھی۔

''یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟'' دانیال کے لہجے میں ٹھیک ٹھاک غصہ تھا۔

''سو رہی ہے۔'' دیبہ نے خود کو لاپرواظاہر کیا۔

''میرے بستر پر اور میں کہاں سوؤں گا؟'' دانیال کا غصہ اُسکی لاپروائی سے دوچند ہو گیا۔ دیبہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ دانیال دانت پیس کر رہ گیا۔

☆......☆......☆

ہفتہ ہونے کے باوجود دانیال اگلے دن صبح صبح نکل گیا۔ اُس نے منیر کو فون کیا۔ وہ سو رہا تھا۔

''باہر آؤ۔'' دانیال نے کچھ بھی سنے بغیر فون بند کر دیا۔

''کیا مسئلہ ہے یار تجھے صبح صبح۔'' منیر باہر نکلا تو غصے سے بولا۔

http://kitaabghar.com

''چلو ہائکنگ کے لیے چلتے ہیں۔'' دانیال اُسکے غصے سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔

''مجھے نہیں جانا۔'' منیر کہہ کر مڑا۔

''پانچ منٹ میں آجاؤ، میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔'' دانیال کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔منیر کا دل تو چاہا کہ دانیال کا سر پھاڑ دے لیکن وہ اکثر اسی طرح صبح صبح دھاوا بولتا تھا اسلیے وہ پانچ منٹ میں تیار ہو کر آ گیا۔

''تمہارے بھابھی سے تعلقات ٹھیک نہیں ہیں کیا؟''منیر نے مارگلہ پر چڑھتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں؟''''دانیال نے مڑ کر اُسے دیکھا۔

صبح صبح ہفتے کو بندہ دوست کے گھر نازل ہو جائے تو یقیناً بیوی سے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے۔'' منیر کہہ کر ہنسا۔

''بند کرو بکواس۔'' دانیال کو اُس کا ہنسنا زہر لگا۔

''بکواس نہیں کر رہا۔نظر ہے میری تمہارے پر۔''منیر نے احتیاط سے ایک پتھر پر پاؤں رکھا لیکن پھسل گیا۔دانیال نے جلدی سے اُسے پکڑ لیا۔

''اگر اپنے راستے پر نظر رکھو نا تو زیادہ بہتر ہے۔'' دانیال کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔منیر بھی ہنس پڑا۔باقی کی ہائک میں دونوں اسی طرح ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ٹاپ پر پہنچ کر دونوں کی سانسیں پھولی ہوئی تھی۔وہ ستانے کے لیے پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔یخ ہوا چل رہی تھی۔اور پہاڑی پر مکمل خاموشی تھی۔سبزہ آنکھوں کو اچھا لگ رہا تھا۔

''سیریسلی یار۔تمہاری لائف میں کچھ گڑبڑ ہے؟''منیر نے دانیال کی طرف دیکھا۔

''کوئی اور بات کرو یار۔'' دانیال اپنی زندگی کی پریشانیوں سے دور بھاگنے کے لیے اس ویرانے میں آیا تھا۔یہاں وہ اپنی زندگی کی پریشانیوں کو کہیں دور چھوڑ دینا چاہتا تھا۔

''مجھے بتاؤ،شاید میں کوئی مدد کر سکوں۔'' منیر نے خلوص سے آفر کی۔

''میری زندگی کی پریشانیوں میں تمہارا کوئی حصہ نہیں منیر۔اس لیے تم مدد بھی نہیں کر سکتے۔'' دانیال اُسے دیکھ کر مسکرایا۔

''مشورہ تو دے سکتا ہوں نا۔''منیر نے اُسکی درد بھری آنکھوں میں دیکھا۔

''چھوڑو یار۔'' دانیال نے منہ موڑ لیا۔وہ اپنے دکھ کا اشتہار نہیں لگانا چاہتا تھا۔

''اگر مجھے نہیں کہو گے تو کسے کہو گے؟'' منیر ہر طرح سے جاننا چاہتا تھا کہ اُسکے دوست کی زندگی میں کیا غلط ہے۔

''کسی سے نہیں کہہ سکتا۔بعض غلطیاں،بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں انسان خود سے بھی نہیں کہہ سکتا۔''

''غلطی سدھاری جا سکتی ہے دانیال۔گناہ کی معافی مانگی جا سکتی ہے۔''منیر نے سمجھایا۔

http://kitaabghar.com

''نہیں۔ ہر غلطی نہیں سدھاری جاسکتی۔ ہر گناہ معافی کے قابل نہیں ہوتا۔ بعض گناہوں کی صرف سزا ہوتی ہے کوئی بخشش نہیں ہوتی۔''

''اگر انسان دل سے معافی مانگے تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے، ہر گناہ۔ ہر غلطی۔''

''بعض گناہ بغیر سزا کے خدا بھی معاف نہیں کرتا'' دانیال ہنسا۔

''آخر ایسا کیا کیا ہے تم نے؟'' منیر چڑا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' منیر نے اُسے اٹھتا دیکھ کر ہاتھ پکڑ کر بیٹھا دیا۔''بتاؤ مجھے؟''

دانیال کی آنکھیں نم ہو گئی۔

''کسی کی عزت جڑی ہے منیر۔ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔''

''معافی تو مانگ سکتے ہو نا'' منیر اُسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سمجھ گیا کہ معاملہ بہت سنجیدہ ہے۔

''نہیں مانگ سکتا۔ میں چاہتا ہی نہیں ہوں کہ وہ معاف کرے۔ میں چاہتا ہوں وہ سزا دے۔ عمر بھر کی سزا۔'' دانیال کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس دفعہ بنار کے نیچے اُترنے لگا۔

☆......☆......☆

''ارے لڑکے تم کدھر غائب ہو گئے تھے صبح صبح۔ بیوی تمہاری بوکھلائی پھر رہی تھی۔''

دانیال کے اندر داخل ہوتے ہی پھوپھو نے تیز آواز میں کہا۔ دانیال نے حیرت سے دیبہ کی طرف دیکھا جو کہ خود اُس سے بھی زیادہ حیران تھی۔

''میں سونے جا رہا ہوں۔'' دانیال نے کسی قدر سپاٹ لہجے میں کہا اور بنار کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ساری رات جاگتا رہا تھا۔ کیونکہ دیبہ مزے سے دانیہ کو اُسکی سائیڈ میں سلا کر سو گئی تھی۔ دانیال پہلے تو غصے میں کھولتا رہا۔ پھر ٹی۔ وی دیکھنے میں اُس نے رات گزار دی۔

''عجیب سا ہو گیا ہے تمہارا بیٹا خرم۔'' پھوپھو خدیجہ جواب نہ پا کر خرم کی طرف مڑی۔

''جی آپا'' خرم نے بھی یہ بات نوٹ کی تھی۔

''چاچی۔'' دیبہ جو کہ خواہ مخواہ ہی شرمندہ ہو گئی تھی دانیہ کے پکارنے پر اُسکی طرف متوجہ ہو گئی۔

''جی۔'' دیبہ نے محبت سے کہا۔

''آپ مجھے پیزا بنا دیں گی۔'' وہ دیبہ سے ایک ہی دن میں کافی گھل مل گئی تھی۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''ہاں ٹھیک ہے، آؤ بناتے ہیں۔'' دانیہ کو آنا دیبہ کو بہت اچھا لگا تھا۔ بہت عرصے بعد اُسے حقیقتاً کسی چیز کی خوشی ہوئی تھی۔ دانیہ کی معصوم معصوم باتیں دیبہ کے دل کو لگتی تھی۔ اُسکی پاکیزہ ہنسی، بے تکلفی، بے ساختگی، اُسکی فرمائشیں۔ دیبہ کو سبھی کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

دیبہ کو بچے بہت پسند تھے۔ اور بچوں کے لیے کام کرنا، اُن کے ساتھ کھیلنا۔ اُن کی فرمائشیں پوری کرنا، چھوٹی چھوٹی لڑائیاں۔ دیبہ نے کتنے سپنے دیکھے تھے۔ لیکن سب چکنا چور ہو گئے تھے۔ پیزا بناتے ہوئے دیبہ کا دل بھر آیا۔ وہ چاہتی کہ ایک دن وہ اپنی بیٹی کو اسی طرح کچن میں کام سکھائے، اُسکی تربیت کرے۔ اُسکی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو انجوائے کرے لیکن قسمت نے اُسکے لیے کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا۔

☆......☆......☆

دانیال کمرے میں داخل ہوا تو دروازے کے پاس ہی رک گیا۔ پچھلی پانچ راتوں کی طرح اس رات بھی دیبہ، دانیہ کے ساتھ سو رہی تھی۔

''میں کہاں جاؤں؟'' دانیال نے غصے سے سوچا، پھر وہ گیسٹ روم میں چلا گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے اُسکا تھکن سے برا حال تھا۔ وہ کچھ ہی لمحو میں گہری نیند سو گیا۔

دانیال کو سوتے سوتے احساس ہوا جیسے کوئی اُسکے برابر آ کر لیٹا ہو۔ اُسنے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ دیبہ تھی۔ وہ بستر میں اُسکے برابر لیٹی ہوئی تھی۔ دانیال اُسکے اس کمرے میں آنے پر حیران تھا۔ لیکن اُس وقت اُسکی حیرت کی انتہا ہو گئی جب دیبہ نے اپنی مرضی سے دھیرے سے اُسکے سینے پر سر رکھ دیا اور اُسکے گرد بازو پھیلا کر اُس نے اپنی آنکھیں بند کر دی۔

دانیال کی آنکھ ایک دم کھلی اور آنکھ کھلتے ہی اُس نے اپنے برابر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ دانیال اٹھ بیٹھا۔ اُس نے گہری سانس خارج کی اور آنکھیں بند کر کے سر نفی میں ہلایا۔ دانیال کے دل میں کہیں نہ کہیں یہ خواہش ضرور تھی کہ دیبہ خود اپنی مرضی سے اُسکی طرف قدم بڑھائے لیکن وہ جانتا تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ وہ دیبہ کا مجرم تھا جسے دیبہ نے معاف نہیں کیا تھا، قبول بھی نہیں کیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اُسے دیبہ نے اپنی زندگی میں شامل کیوں کیا؟

لیکن شاید اُس نے صرف دانیال کا سہارا لیا تھا۔ زندگی میں شمولیت کی ساری راہیں تو اُس نے بند کر رکھی تھی۔ نکاح نامے پر دستخط کرنے کے باوجود اُس نے دانیال کو اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا تھا۔ دل کے کسی حصے میں وہ ابھی تک دانیال سے خوف زدہ تھی۔ ابھی بھی دانیال اُسکی آنکھوں میں خوف سا محسوس کر سکتا تھا۔ وہ صرف دانیال سے ہی نہیں۔ زندگی سے بھی خائف تھی۔ زندگی کی، خوشی کی ساری راہیں اُس نے بند کر رکھی تھی۔ اگر وہ سکون سے نہیں تھی تو بے چینی تو دانیال کی زندگی میں بھی بھری ہوئی تھی۔ جو ہر روز کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ جسکے نتیجے میں دانیال دن بدن چڑ چڑا ہوتا جا رہا تھا۔ زندگی سے اور انسانوں سے بیزار ہوتا جا رہا تھا۔ اُس نے خود کو دفتر اور فائلوں میں کہیں گم کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

http://kitaabghar.com

"برا نہ مناؤ تو ایک بات کہوں تم سے؟" شام کے وقت ماریہ اور خدیجہ چائے پی رہی تھی جب خدیجہ نے ماریہ سے کہا۔

"جی آپا بولیں۔ برا کیوں مناؤں گی؟"

"دیبہ اور دانیال میں کوئی مسئلہ ہے؟" انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔"

"دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے، ایک ساتھ وقت نہیں گزارتے ہیں۔ ساتھ کہیں گھومنے نہیں جاتے۔ ابھی تو اُن کی شادی کو تین ماہ ہوئے ہیں۔ مجھے تو یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے۔ تم نے نہیں محسوس کی۔"

"محسوس تو کیا ہے آپا۔" ماریہ کی شروع سے خدیجہ کے ساتھ اچھی خاصی دوستی تھی اسلیے بے تکلفی سے بولی۔ "لیکن میں اُن کے معاملے میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتی۔"

"نامناسب کیا بات ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو بات کرو۔ تاکہ حل ہو سکے۔"

"مجھے نہیں پتہ، دانیال کو کیسا لگے گا۔ وہ تو ہر بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔"

"یہی بات تو سب سے زیادہ تشویش ناک ہے۔ مرضی تو تھی نہ دانیال کی اس شادی میں؟"

"خود رشتہ لے جانے کو کہا تھا دانیال نے، پسند کرتا تھا دیبہ کو۔" ماریہ تیزی سے بولی۔

"ابھی تک کوئی خوشخبری بھی نہیں ہے ان کی طرف سے۔" خدیجہ نے ایک اور نکتہ اٹھایا۔

"شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں ان کے آپا۔ صرف تین مہینے۔"

"لیکن میں تو کہتی ہوں ماریہ۔ ذرا بات کرو۔ دیبہ کی مرضی شامل تھی کیا؟"

"ظاہر ہے آپا مرضی تھی تو ہاں کی ہے نا اُن لوگوں نے۔" اس دفعہ ماریہ فکرمند ہوئی۔

"اُسکی پہلے کہیں اور منگنی ہوئی تھی نا۔۔۔ کیوں ٹوٹ گئی؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں۔"

"ہوسکتا ہے دیبہ کا دل ابھی تک پہلے منگیتر میں ہی لگا ہو اور دانیال اس بات سے مجبور ہو کہ خود رشتہ بھیجا ہے۔ پھر بہن کا بھی رشتہ ہے تو بول نہ پا رہا ہو، یہی وجہ ہو کشیدگی کی۔"

ماریہ نے جواباً پُرسوچ انداز میں خدیجہ کی طرف دیکھا۔

"ایسا تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں آیا۔"

"بچہ دیکھو تو دن بدن مرجھا رہا ہے۔ رنگ روپ بھی خراب ہو رہا ہے اُسکا۔ کوئی پریشانی تو ہے۔" آپا نے ماریہ کو پریشانی میں مبتلا

کر دیا تھا۔

اُن کی باتیں سنتی دیبہ کا دل چاہا کہ وہ اس گھر سے کہیں دور بھاگ جائے۔ تکلیف شدید ہوئی تھی۔ وہ بے گناہ تھی لیکن ہر بار گنہگار ٹھہرائی جاتی۔ دانیال معصوم سمجھا جا رہا تھا کیونکہ وہ اُن کا اپنا تھا۔ دیبہ نے تلخی سے سوچا۔

☆......☆......☆

''دیبہ۔'' دانیال اپنے موبائل پر مصروف تھا جب دیبہ کمرے سے باہر نکل رہی تھی دانیال نے دیبہ کو مخاطب کیا۔

''جی۔'' دیبہ رکی لیکن مڑی نہیں۔

''میں اپنے کمرے میں سونا چاہتا ہوں۔ مجھے رات میں اپنا بستر خالی چاہیے۔'' پورا ہفتہ گیسٹ روم میں سونے کے بعد دانیال نے جھنجلاہٹ سے کہا۔

''لیکن۔'' دیبہ مڑی۔ دانیال نے بات کاٹ دی۔

''تمہیں اگر دانیہ کے ساتھ سونا ہے تو گیسٹ روم میں سو جاؤ، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میرے خیال میں مناسب یہ ہے کہ تم دانیہ کو پھوپھو کے ساتھ سونے دو، وہ اپنی دادو کے ساتھ خوش رہے گی۔''

''ٹھیک ہے۔''

''ہمارے رشتے کا تماشا نہ ہی بنے تو اچھا ہے۔ تمہارے لیے بھی اور میرے لیے بھی۔'' دانیال کہہ کر پھر سے فون پر مصروف ہو گیا۔ دیبہ اس بات سے متفق تھی کہ اُن کے رشتے کا تماشا نہیں بننا چاہیے، اس لیے خاموشی سے باہر نکل گئی۔ چھٹی والا دن تھا۔ اگلے دن خدیجہ اور دانیہ نے چلے جانا تھا۔ اس لیے دیبہ نے اچھا سا ڈنر بنانے کا ارادہ کیا۔ کچھ تیاری تو وہ پہلے ہی کر چکی تھی باقی کر رہی تھی جب دانیہ اُسکے پاس کچن میں آئی۔ دیبہ نے اُسے اپنے پاس کاؤنٹر پر بیٹھا لیا۔ دانیہ کے ساتھ کھیلتے ہوئے اُسے معیز کی بہت یاد آئی تھی۔ جس کے ساتھ اُسکی بہت دوری ہو گئی تھی۔ اُسکا اپنا بھائی اُسے دیبہ سے زیادہ تر دور ہی رکھتا تھا۔

دانیہ کے ساتھ باتیں کرتے کرتے دیبہ نے اُسے گدگدی کرنا شروع کر دی۔ دانیہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی دیبہ کا موڈ اچھا ہو گیا۔ وہ بھی دانیہ کے ساتھ ہنس رہی تھی۔

دانیال جب کچن میں داخل ہوا تو اُس نے دیبہ کو ہنستے دیکھا۔ اس گھر کے در و دیوار نے پہلی دفعہ دیبہ کی ہنسی دیکھی تھی۔ اور یہ ہنسی دانیال کو جیسے گہرے اندھیرے میں روشنی کی مانند محسوس ہوئی۔ دل کو اُسے ہنستے دیکھنا اچھا لگا۔ وہ خاموشی سے دروازے میں کھڑا رہا۔ محویت اُس وقت ٹوٹی جب مین دروازے سے خدیجہ اور ماریہ باتیں کرتی اندر داخل ہوئی۔ دیبہ نے نظروں کی تپش پر جب دروازے کی طرف دیکھا تو اُسکی ہنسی غائب ہو گئی۔ دانیہ ابھی بھی ہنس رہی تھی۔

http://kitaabghar.com

''دادو آ گئی۔'' دانیہ نے کاؤنٹر سے خدیجہ کی آواز سن کر چھلانگ لگائی۔ دانیال کچن میں داخل ہو گیا۔

''ملازمہ کدھر ہے؟'' اُس نے اندر آ کر پوچھا۔

''وہ گئی ہوئی ہے۔ آپکو کچھ چاہیے؟''

''میں خود ہی کر لیتا ہوں۔'' دانیال نے پتیلی کے لیئے نظر دوڑائی اُسکے سر میں درد تھا وہ کافی پینا چاہتا تھا۔

''مجھے بتا دیں میں کر دیتی ہوں۔'' دیبہ نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ دانیال نے پتیلی کبنٹ سے نکالی۔

''میں کر لوں گا۔'' دانیال کے لہجے میں جانے کیوں سختی آ گئی شاید اُسے دیبہ کا ایک دم ہنستے ہنستے چپ ہو جانا بہت برا لگا تھا۔

''دانیال۔ آپکو کافی چاہیے۔ میں بنا دیتی ہوں۔'' دیبہ نے اُسکے ہاتھ سے پتیلی پکڑی۔

دانیال نے حیرت سے اُسے گھورا۔ ''پلیز؟'' دانیال بنا کچھ بولے باہر نکل گیا وہ سمجھ نہیں پایا کہ دیبہ کے رویئے میں یہ تبدیلی کیوں آئی ہے۔ وہ خاموشی سے کچن سے باہر نکل گیا۔ دیبہ نے کافی کے لیے پانی چڑھایا۔ اُس دن خدیجہ اور ماریہ کی باتیں سننے کے بعد دیبہ نے فیصلہ کیا تھا کہ اُسے واقعی اپنے رشتے کا تماشا نہیں بنانا چاہیے۔ اگر وہ شخص کو شوہر کی حیثیت میں سب کے سامنے قبول کر سکتی ہے تو سب کے سامنے اپنی زندگی نارمل بھی ظاہر کر سکتی ہے۔ اسی لیے اُس نے دانیال کو کافی نہیں بنانے دی تا کہ مزید کسی کو باتوں کا موقع نہ ملے۔

''آپکو ساتھ میں کچھ چاہیے؟'' خدیجہ اور ماریہ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے دانیال کو کافی پیش کرتے ہوئے دیبہ نے پوچھا۔ دانیال کے چہرے پر حیرت یقینی تھی۔

''نہیں۔ شکریہ۔'' دانیال نے کپ پکڑ کر کہا۔ وہ دیبہ کا رویہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ رات کے کھانے پر بھی دیبہ نے دانیال کو ہر چیز آفر کی۔ اُس سے باتیں کی۔ وہ باقیوں سے بھی باتیں کر کرے مسکراتی رہی۔ دانیال حیران کن انداز میں دیبہ کے رویئے کی تبدیلی کو محسوس کرتا رہا۔

☆......☆......☆

خدیجہ اور دانیہ نے کچھ دیر میں چلے جانا تھا اس لیے سبھی لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب فون کی بیل ہوئی۔ دیبہ نے فون اٹینڈ کیا فون رضا کا تھا جنہوں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ ثوبیہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ دیبہ کو حقیقتاً بہت خوشی ہوئی۔

''آنٹی ثوبیہ آپی کا بیٹا ہوا۔'' دیبہ نے خوشی خوشی ماریہ کو بتایا۔

''ماشاء اللہ۔ بہت مبارک ہو۔'' ماریہ نے مسکرا کر کہا۔ خدیجہ اور خرم نے بھی مبارکباد دی۔ ''دانیال آپ مجھے ہاسپٹل لے جائیں گے؟'' دیبہ نے دانیال کو خاموش دیکھ کر اُس سے پوچھا سبھی کی توجہ دانیال کی طرف تھی۔

''ہاں۔ تم تیار ہو جاؤ۔'' دانیال نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں کہا کیونکہ سب کے بیچ وہ نہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو شاید اکیلے میں بھی

دیبہ کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا

''آپ بھی تیار ہو جائیں۔'' اُس نے دانیال کو ٹراؤزر شرٹ میں دیکھ کر کہا۔

''ہو۔۔۔'' دانیال نے سر اثبات میں ہلایا۔

''پہلے مجھ سے ملو بیٹا، میں بھی نکلوں۔'' خدیجہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں محبت سے انہیں ملے اور انہیں چھوڑنے سب گیٹ تک گئے جہاں ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کیے کھڑا تھا۔

''جاؤ بیٹا تم لوگ بھی تیار ہو جاؤ۔'' خدیجہ کے نکل جانے کے بعد ماریہ نے اُن دونوں سے کہا دونوں پورچ سے اندر چلے گئے۔

''آپکو نہیں لگتا دونوں کے بیچ کوئی گڑبڑ ہے۔''ان کے اندر جانے کے بعد ماریہ نے اندر آتے ہوئے خرم سے کہا۔

''تمہیں ایسا کیوں محسوس ہوا؟'' خرم حیران ہوئے۔

''دونوں بالکل لڑتے نہیں ہیں۔'' ماریہ کے کہنے پر خرم ایک دم قہقہہ لگا کر ہنسے۔ جو کہ ماریہ کو بالکل پسند نہیں آیا۔

☆......☆......☆

''تمہارے رویئے کی تبدیلی کی وجہ جان سکتا ہوں؟'' گاڑی میں خاموشی کو توڑتے ہوئے دانیال نے دیبہ سے پوچھا۔

''آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ ہمارے رشتے کا تماشا نہیں بننا چاہیے ورنہ مرد تو معصوم ہوتے ہیں۔ موردِ الزام میں ہی ٹھہرائی جاؤں گی۔ گنہگار نہ ہوتے ہوئے بھی ہر الزام سہنے کا ظرف نہیں ہے مجھ میں۔'' دیبہ کے رویئے میں تلخی تھی۔

''کسی نے کچھ کہا ہے؟'' دانیال نے تشویش سے پوچھا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' دیبہ کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

ہسپتال کے کمرے میں سب موجود تھے۔ فاطمہ اور رضا بہت محبت، بہت عزت سے دانیال سے ملے۔ جب سے دیبہ نے بتایا تھا کہ فاطمہ نے اُسے چپ کروا دیا تھا تب سے دانیال اس بات کے لیے پریشان تھا کہ فاطمہ اُس کے گناہ کے بارے میں جانتی ہے یا نہیں۔ اُسے شک تھا کہ فاطمہ کو علم ہے لیکن اسکے باوجود ہمیشہ سے دانیال سے عزت سے ملتی تھی اور دانیال ہر دفعہ خود کو زمین میں گھڑتا محسوس کرتا تھا۔ اپنے جذبات پر قابو رکھ کر دانیال نے سب کو مبارکباد دی۔ دیبہ نے پھول ثوبیہ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے اور بے بی کو گود میں اٹھالیا۔ روئی جیسے نازک بے بی کو دیکھ دیبہ کی آنکھیں نم ہو گئی۔ لیکن آنسو بہے نہیں۔ دیبہ نے اُسکے روئی جیسے گال چھوئے۔ اُسکے ہاتھ اور پاؤں چومے۔ محبت کا ایک دریا جو اُسے اس ننھی جان کے لیے اپنے دل میں محسوس ہوا۔ وہ پوری محویت سے بے بی کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ایسی خوشی میری زندگی میں کبھی نہیں آئے گی۔۔۔!'' دیبہ نے دُکھ کے ساتھ سوچا۔ جس قدر وہ محو تھی بے بی کو دیکھنے میں، اُسی قدر دانیال محو تھا دیبہ کو دیکھنے میں۔

''کیا میں اولاد کی خوشی سے محروم رہ جاؤں گا؟'' دل نے تکلیف سے فریاد کی تھی۔ فاطمہ نے اپنے داماد کی محویت کو نوٹ کیا اور اُن کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو آ گئے۔

☆......☆......☆

''بیٹا میں نے امریکہ جانا ہے لیکن یہ کام بہت ضروری ہے تم چلے جاؤ لاہور'' ماریہ اور خرم کی دو دن بعد کی فلائٹ تھی امریکہ کے لیے۔ فاریہ کے آخری دن چل رہے تھے۔ اس لیے وہ دونوں جا رہے تھے۔ دانیال دیر سے گھر لوٹا تھا لیکن خرم اُسکے انتظار میں جاگ رہے تھے دونوں کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اسکے بعد خرم نے کہا۔

''بابا، میرا آفس ہے۔''

''یار، بہت امپارٹنٹ بزنس ڈیل ہے اور تمہیں سارے بیک گراؤنڈ کا بھی پتہ ہے۔ صرف چند دنوں کی بات ہے۔''

''ٹھیک ہے بابا۔ میں کل نکل جاؤں گا۔''

دانیال نے اپنا سامان پیک کیا تو ماریہ نے زبردستی دیبہ کا بھی بیگ تیار کروا دیا۔ انہوں نے کہا کہ گھر میں اکیلی کیا کرو گی۔ بہتر ہے دانیال کے ساتھ ہی جاؤ۔ دیبہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ اپنی امی کے گھر چلی جائے گی لیکن خاموش ہو گئی۔

دونوں ائیر پورٹ سے نکلے تو یخ ہوا نے اُن کا استقبال کیا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور ہر طرف دھند کا راج تھا۔ کچھ فاصلے پر بھی چیزیں دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ سردی شدید تھی۔ کچھ ہی دیر میں آفس کا ڈرائیور انہیں لینے آ گیا اور حال ہی میں خریدے گھر میں انہیں ڈراپ کر دیا۔

''گاڑی اِدھر ہی چھوڑ جاؤ تم۔'' دانیال نے گاڑی سے اُتر کر کہا۔ یہ خرم کے دفتر کی گاڑی تھی۔ اُن کا ایک آفس کراچی اور دوسرا لاہور میں تھا۔ خرم خود اسلام آباد والے آفس میں بیٹھتے تھے۔ ڈرائیور گاڑی چھوڑ کر چلا گیا۔ دانیال نے دروازہ کھولا۔ یہ پرانی طرز کا بنا بہت بڑا گھر تھا۔ اسکے اردگرد بڑے بڑے درخت تھے اور دوسرے گھر سے قدرے فاصلے پر تھا۔ چاروں طرف لان تھا۔ جو کہ لان سے زیادہ جنگل بنا ہوا تھا۔ دیبہ کو اس ویران گھر کو دیکھ کر عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ دن کے بارہ بج رہے تھے لیکن سورج کی روشنی زمین تک پہنچنے میں ناکام تھی۔ سردی ٹھیک ٹھاک تھی۔ دانیال اندر داخل ہوا تو دیبہ بھی پیچھے پیچھے داخل ہوئی۔

دیبہ نے سوچا تھا کہ وہ یہاں الگ کمرے میں سوئے گی لیکن اندر داخل ہوتے ہی اُس نے ارادہ ملتوی کر دیا اور دانیال کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئی۔

''تم اگر فریش ہونا چاہو تو ہو جاؤ۔ ہم لنچ کر لیتے ہیں۔ پھر میری رات میں میٹنگ ہے۔'' دانیال نے سنجیدہ لہجے میں دیبہ سے کہا۔ دیبہ خاموشی سے چینج کر آئی۔ دونوں نے خاموشی سے ریسٹورنٹ میں لنچ کیا پھر دانیال اُسے واپس گھر چھوڑ گیا۔ دیبہ کو اکیلے کمرے

میں ڈر لگ رہا تھا۔ یہاں کرنے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ ٹی۔ وی تک نہیں تھا۔ دیبہ کمرے میں ہیٹر آن کر کے بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں کمرا گرم ہو گیا۔ دیبہ بیٹھے بیٹھے جب بور ہو گئی تو سو گئی۔

کمرے میں کھڑ کھڑاہٹ کی آواز سے دیبہ کی آنکھ کھلی۔ دانیال واپس آچکا تھا۔ دیبہ کو اُسے دیکھ کر عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ وہ کمرے کے ٹیبل پر کھانا لگا رہا تھا۔

''کھانا کھا لو دیبہ۔'' اُس نے دیبہ کو جاگتے دیکھا تو اُسے کہا۔ دیبہ بستر سے نکل کر باتھ روم چلی گئی۔ ابھی وہ باتھ روم سے باہر نکلی ہی تھی کہ پورے کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ بجلی چلی گئی تھی اور یہاں یو پی ایس بھی نہیں تھا۔ دانیال نے موبائل کی ٹارچ آن کی۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں اُس نے موم بتی جلا دی۔ گویا پورا انتظام کر کے واپس آیا تھا۔ دیبہ خاموشی سے ٹیبل کے سامنے آکر بیٹھی تو دانیال چینج کرنے باتھ روم چلا گیا۔ واپس آکر وہ بستر میں بیٹھ گیا اور اُس نے اپنا لیپ ٹاپ آن کر لیا۔ دیبہ نے ایک نظر اُسے دیکھا اور کھانا شروع کر دیا۔ دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔

☆......☆......☆

دیبہ کی آنکھ فون کی بیل سے کھلی۔ اُسے فوری طور پر سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اُسے کچھ لمحوں میں اندازہ ہوا کہ وہ لاہور میں ہے۔ اُسکی توجہ فون کی طرف گئی۔ فون پر دانیال تھا۔

''تمہارے لیے ناشتہ بھجوایا ہے۔ دروازہ کھولو۔ لڑکا باہر کھڑا ہے۔'' دانیال نے دیبہ کے ہیلو کے جواب میں کہا۔

''جی اچھا۔'' دیبہ نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ ڈوپٹہ سلیقے سے اوڑھ کر وہ باہر گئی اور اُس نے دروازے کے باہر نوجوان سے لڑکے کو کھڑا دیکھا۔ وہ درخت کی اوٹ میں بھیگنے سے بچنے کے لیے کھڑا تھا لیکن بری طرح سے ناکام تھا۔ دیبہ کو دیکھ کر اُس نے اپنی جیکٹ کے اندر سے لفافہ برآمد کیا جس میں اُس نے ناشتہ لپیٹا ہوا تھا۔ تاکہ لیدر کی جیکٹ میں بھیگے بھی نہ اور گرم بھی رہے۔

''صاحب نے کہا تھا آپکو گرم گرم پہنچا دوں۔ لیکن میں کافی دیر سے بیل بجا رہا تھا۔ شاید بجلی نہیں ہے۔'' اُس نے لفافہ دیبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ۔۔۔'' دیبہ نے کہہ کر دروازہ بند کر دیا اور ذرا سی دیر میں وہ کافی بھیگ چکی تھی۔ بجلی تو تھی لیکن دیبہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ رات کا زیادہ تر حصہ اُس نے جاگ کر گزارا تھا کیونکہ دانیال اپنا لیپ ٹاپ لے کر دوسرے کمرے میں کام کرنے چلا گیا تھا۔ اور دیبہ کو ڈر کے مارے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ جب تک دانیال کمرے میں نہیں آیا سو نہیں پائی۔ دانیال فجر کے بعد کمرے میں آیا تھا اور کب اٹھ کر چلا گیا دیبہ کو پتہ بھی نہیں چلا۔

دیبہ نے کچن میں نظر ڈالی تو برتنوں کے ساتھ چائے کا سامان بھی مل گیا۔ اُس نے ناشتہ نکالا، اپنے لیے چائے بنائی اور لاؤنج

میں ہی بیٹھ گئی۔ گھر اگرچہ ویران تھا لیکن صاف ستھرا تھا۔ جیسے کسی نے تازی تازی صفائی کی ہو۔

''شاید کل ہمارے آنے سے پہلے کسی نے صفائی کی ہو۔'' دیبہ نے دل میں سوچا اُسی لمحے بادل زور سے گرجے اور بجلی بھی چمکی۔ دیبہ ایک دم ڈر گئی۔ چائے اُسکے اوپر چھلکی۔ دیبہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر خود کو چیخنے سے باز رکھا۔ اُسے بارش کا خوف کچھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔

دیبہ نے دل میں دعا کی کہ دانیال جلدی آجائے۔ لیکن دانیال رات میں کافی دیر سے آیا۔ اُس نے دن اور رات کا کھانا آفس سے بھجوا دیا تھا۔ وہ آیا تو خاصا تھکا ہوا تھا پچھلی رات سویا بھی نہیں تھا۔ اُس نے دیبہ سے حال احوال پوچھنے کی زحمت نہیں کی بس بستر پر گرا اور سو گیا۔

☆......☆......☆

دانیال لاہور آکر اسلام آباد سے بھی زیادہ مصروف ہو گیا تھا۔ وہ کافی دیر سے گھر آتا اور دیبہ سارا دن خالی دیواریں دیکھ دیکھ کر خاصی بور ہو چکی تھی۔ وہ ساتھ آنے پر سخت پچھتا ہی تھی۔

بارش جس کا سلسلہ پچھلے تین دنوں سے چل رہا تھا آج اُسکی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ بارش کے ساتھ ساتھ شدید طوفانی ہوا بھی تھی۔ ہوا کہ وجہ سے درخت جھوم جھوم کر کھڑکی تک آرہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کھڑکی توڑ کر اندر آجائیں گے۔ کسی کمرے کی کھڑکی شاید کھلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے گھر کی کھڑکیاں دروازے بج رہے تھے۔ بادل وقفے وقفے سے پوری شدت سے گرج رہے تھے۔

دیبہ نے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے اور دیبہ سخت ڈری ہوئی تھی۔ خوف کے مارے کمرے میں ساری لائٹس آن کر کے دیبہ بستر میں گھسی بیٹھی تھی۔ اور وہ دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ دانیال جلدی آجائے۔ پھر اچانک لائٹ چلی گئی اور پورے گھر میں اندھیرا چھیل گیا۔ دیبہ کی بے اختیار چیخ نکل گئی۔ ہوا کی شدت اندھیرے میں کچھ اور بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا گھر ہی لے اڑے گی۔ درخت بھی جھوم رہے تھے۔ دیبہ کو شدید خوف محسوس ہوا۔ دانیال کھانا لے کر گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ اُسکا موبائل بجا۔ اُس نے اسکرین پر دیبہ کا نمبر دیکھا تو بے اختیار پریشان ہوا۔

''ہیلو دیبہ۔ سب ٹھیک ہے؟'' دانیال نے فون کان سے لگا کر کہا۔

''دانیال۔۔۔'' دیبہ کی گھٹی گھٹی آواز آئی۔ دیبہ نے فون تو کر دیا تھا لیکن یہ کیسے کہتی کہ جلدی آؤ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔

''دیبہ کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو؟'' دانیال کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن دیبہ نے جواب دینے کے بجائے فون بند کر دیا۔

دانیال نے تیزی سے گاڑی ریورس کر کے پارکنگ سے نکالی اور ساتھ ساتھ دیبہ کو فون بھی کرتا رہا لیکن دیبہ نے فون نہیں اٹھایا۔

دانیال تیزی سے موبائل ٹارچ آن کیے کمرے میں داخل ہوا۔ دیبہ پوری رضائی کے اندر گھس لیٹی تھی۔

''دیبہ۔۔۔'' دانیال کی آواز پر دیبہ نے اپنے چہرے پر سے رضائی ہٹائی۔ ''تم ٹھیک ہو؟'' دانیال کی آواز میں گھبراہٹ واضح

تھی۔ دیبہ نے جواباً اثبات میں سر ہلایا۔

''گریٹ۔'' دانیال ایک دم غصے سے بولا۔ ''بھیگ گیا ہوں میں بارش میں۔''

اُسے دیکھ کر دیبہ کو تسلی ہوگئی تھی۔ اب اُسکا غصہ بھی غنیمت لگ رہا تھا۔

''فون بند کر دیا تھا تم نے۔ میں کال کر رہا تھا تو اٹھا بھی نہیں رہی تھی۔ جانتی ہو اس موسم میں گاڑی چلا کر نہیں اُڑا کر لایا ہوں۔'' دانیال کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔ دیبہ نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر دانیال غصے سے بیٹھا رہا پھر اٹھ گیا۔

''میں چینج کرلوں۔'' وہ کہہ کر باتھ روم چلا گیا۔ جب وہ چینج کر کے باہر نکلا تو دیبہ بستر میں سیدھی ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں گاڑی سے کھانا لے آؤں۔'' دانیال کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ دیبہ کا دل تو چاہا کہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسے روک لے اور کہے میرے پاس ہی بیٹھے رہو۔ لیکن اُس نے بامشکل خود کو کنٹرول کیا۔ اُسکے جانے کے بعد کمرے میں ایک بار پھر اندھیرا ہو گیا تھا اور دیبہ کو پھر سے ڈر لگ رہا تھا۔

دانیال نے شاید کھلی کھڑکی بند کر دی تھی۔ اس لیے دروازے بجنے کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد جب دانیال کمرے میں داخل ہوا تو کھانے کے ساتھ اُسکے ہاتھ میں موم بتی بھی تھی۔ دیبہ نے اُٹھ کر کھانا لگانے میں ہیلپ کی۔ موم بتی ٹیبل پر ہی رکھ کر دونوں کھانا کھانے لگے۔ دانیال نے نوٹ کیا کہ دیبہ خلاف معمول کسی قدر دانیال سے قریب ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ دانیال نے گردن موڑ کر اُسے گہری نظر دیکھا۔ دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔

برتن اٹھا لینے کے بعد دانیال اپنا لیپ ٹاپ لے کر کمرے سے نکل گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ دانیال کے نکلتے ہی دیبہ نے فوراً جا کر دروازہ کھولا۔ دانیال جو کہ دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنے کے لیے ناب پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا اُس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر مڑ کر دیکھا دیبہ دروازے کے بیچ میں کھڑی تھی اور دانیال کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ اُسکے لب خاموش تھے لیکن آنکھیں التجا کر رہی تھی۔ دانیال سمجھ گیا کہ دیبہ کو ڈر لگ رہا ہے۔

''کیا ہوا؟'' دانیال واپس کمرے میں آ گیا اور آ کر دروازہ بند کر دیا۔ اُس نے سامنے کھڑی دیبہ سے پوچھا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' دیبہ کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح دانیال کا ہاتھ پکڑ لے۔

''میں ادھر ہی ہوں تم لیٹ جاؤ۔'' دانیال کہہ کر بستر میں آ کر بیٹھ گیا۔ کمرہ یخ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ گیس کی لوڈ شیڈنگ تھی اور بجلی بھی نہیں تھی۔

''میں نے فون کیا تھا بجلی والوں کو بجلی کی شاید کوئی تاریں ٹوٹ گئی ہیں بجلی دیر سے آئے گی۔'' دانیال نے کام کرتے ہوئے دیبہ کو بتایا۔ اُسکا کام جلد ہی ختم ہو گیا لیپ ٹاپ بند کر کے اُس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ موم بتی بجھا کر وہ واپس بستر میں آ لیٹا۔ بادل ایک دم

شدت سے گرجے۔ دیبہ کا خوف اور بھی بڑھ گیا۔ بارش اور ہوا کی شدت میں کمی نہیں آئی تھی۔ دانیال جب بستر میں لیٹا تو دیبہ غیرارادی طور پر اُسکے قریب ہوگئی۔ دانیال نے اُسکا قریب ہونا پوری طرح سے محسوس کیا۔ جذبات یک دم بیدار ہوئے۔ دانیال نے ہاتھ بڑھا کر دیبہ کو خود سے اور بھی قریب کرلیا اور دیبہ نے بنا احتجاج دانیال کے بازو پر سر رکھ لیا۔ جذبات بے لگام ہوگئے۔ دیبہ شدید خوف کے زیرِ اثر دانیال سے قریب ہوتی چلی گئی۔

☆......☆......☆

دیبہ نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر اچانک جیسے دیبہ کو کوئی خیال آیا۔ اُس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔ وہ دانیال کے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ یک دم دانیال سے پیچھے ہٹی۔ دانیال گہری نیند سویا ہوا تھا۔

کتنی عجیب بات تھی جو لٹیرا تھا وہی محافظ بنا۔ یہ خوف جس کا بخشا ہوا تھا اُسی کی بانہوں میں امن ملا۔ وہ لاکھ تسلیم نہ کرتی لیکن حقیقت یہی تھی کہ وہ دانیال کی بیوی تھی۔ اسی لیے پچھلے کتنے مہینوں سے وہ بنا خوف اُسکے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہ رہی تھی۔ وہ جہاں کسی کے بھی ساتھ اکیلے جانے سے گھبراتی تھی، وہاں دانیال کے ساتھ جانے میں اُسے کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ پچھلی رات اُسے جب شدید خوف محسوس ہوا تو اُسے صرف دانیال کا ہی خیال آیا اور اُسے اپنے قریب پاکر اُس کے دل کو تسلی ہوگئی تھی۔ وہ جذبات کے دھارے پر بہتے دانیال کو روکنا چاہتی تھی لیکن روک نہیں پائی۔ وہ گزری رات سے ناخوش ضرور تھی لیکن شرمندہ نہیں تھی۔

دیبہ نے سوتے ہوئے دانیال کو دیکھا وہ خاصا پرسکون لگ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح سوتے ہوئے وہ اس قدر معصوم لگ رہا تھا کہ دیبہ اُسے دیکھے چلی گئی۔ اُسکے ماتھے پر پڑے گھنے بال دیبہ نے پیچھے ہٹائے۔ پھر جیسے اچانک خیال آنے پر اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اٹھ کر باتھ روم چلی گئی۔

☆......☆......☆

دانیال جب جاگا تو دن کے بارہ بج رہے تھے۔ دیبہ ناشتہ کرچکی تھی۔ دانیال سستی سے بستر میں ہی لیٹا رہا۔ اُسکا دل چاہا کہ دیبہ بھی اُسکے برابر آکر لیٹ جائے لیکن دیبہ کمرے میں ہی نہیں تھی۔ دانیال جب فریش ہوکر لاؤنج میں آیا تو دیبہ کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ دانیال سیدھا کچن میں گیا اُس نے اپنے لیے کافی بنائی اور مگ کے ساتھ باہر آ گیا۔ دیبہ کی محویت نہیں ٹوٹی تھی۔ دانیال توڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھ کر اُسے دیکھنے لگا۔ نظروں کی تپش محسوس کرکے دیبہ نے مڑ کر دیکھا تو دانیال پر نظر پڑی۔

''تم تیار ہو جاؤ۔ کھانے کے لیئے چلتے ہیں۔'' دانیال نے اُسے متوجہ دیکھا تو کہا۔ دیبہ کچھ بھی بولے بنا تیار ہونے چلی گئی وہ اس گھر میں دانیال کے ساتھ تنہائی سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔

بارش ہلکی ہلکی ہورہی تھی۔ دانیال نے دیبہ کو ریسٹورنٹ کے سامنے اُتارا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''تم اندر چلو۔ میں پارک کر کے آتا ہوں۔'' دانیال کے کہنے پر دیبہ اُتر گئی اور شیڈ کے نیچے انتظار کرنے لگی۔

''یار کتنا ہینڈسم لڑکا ہے۔'' کچھ فاصلے سے آتی دو لڑکیاں آپس میں بات کر رہی تھی۔

''لیکن کتنا ایٹی ٹیوڈ ہے اس میں، مڑ کر بھی نہیں دیکھا اس نے۔'' دوسری نے کہا۔

''اتنا حسین ہو تو مڑ کر اتنی جلدی دیکھے گا بھی نہیں۔'' پہلی والی ہنسی۔

''یار کالے کپڑوں میں تو غضب ناک لگ رہا ہے۔'' دونوں باتیں کرتی اندر داخل ہو گئی۔ دیبہ کو دل کے کسی کونے میں عجیب سا فخر محسوس ہوا جیسے یہ ہینڈسم لڑکا میرا ہے۔

''چلیں سویٹ ہارٹ۔'' دانیال دیبہ سے قریب آیا تو اُسکے کندھوں کے گرد بازو پھیلا کر بولا۔ دیبہ کا دل چاہا کہ اُسکا بازو جھٹک دے لیکن رُک گئی۔

لنچ خاموشی سے کر کے جب گھر لوٹے تو سامان پیک کر کے سیدھے ائیر پورٹ گئے۔ جہاز میں دانیال آنکھیں موند کر آرام دہ انداز میں لیٹ گیا۔

دیبہ نے دانیال کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔ اُسے اپنا آپ دو حصوں میں بٹتا محسوس ہوا۔ ایک وہ حصہ جو صلح جو تھا، جو ہمیشہ کمپرومائز کر لیا کرتا تھا۔ جو اُسے بار بار کہہ رہا تھا کہ ''معافی کو بھول جاؤ، معاف کر دو، اپنی زندگی کو نئے سرے سے شروع کرو۔۔۔'' اور دوسرا وہ حصہ جو سخت چٹان بنا ہوا تھا۔ کیوں معاف کر دوں۔ ''ایک معافی کا لفظ نہیں۔ شرمندگی کا ایک احساس نہیں پھر کیوں خود کو بے مول کروں۔ جس شخص نے میرے ساتھ زیادتی کر کے ایک دفعہ منہ سے معافی مانگنے کے لیئے ایک لفظ بھی نہیں نکالا اُسکے حوالے اپنا آپ کیوں کر دوں۔''

دیبہ عجیب کشمکش میں پھنس گئی تھی۔ دل ایک راہ دیکھا رہا تھا اور دماغ دوسری بالآخر وہ حصہ جیت ہی گیا جو خود کو بے مول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

☆......☆......☆

ائیر پورٹ سے نکلتے ہوئے دیبہ کا پاؤں پھسلا اس سے پہلے وہ گر جاتی دانیال نے اُسے تھام لیا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' دانیال نے پوچھا۔

''مجھے ہاتھ مت لگائیں۔'' دیبہ نے سخت لہجے میں دانیال کو کہا۔ دانیال نے اُسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

وہ دیبہ کے رویئے کی تبدیلی کو سمجھ نہیں پایا۔

ہمیشہ کی طرح راستہ خاموشی سے کٹا۔ گھر میں اندھیرا اور خاموشی تھی۔ ماریہ اور خرم امریکہ جا چکے تھے۔ ملازمہ کھانا تیار کر کے

http://kitaabghar.com

اپنے کوارٹر میں جا چکی تھی۔ دیبہ کھانے کے لیے کمرے سے باہر نہیں آئی۔ دانیال اُسے کھانے کا کہنے کمرے میں گیا تو وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنا عکس محویت سے دیکھ رہی تھی۔

''دیبہ۔۔۔'' دانیال کی آواز پر وہ چونکی۔ اُس نے مڑ کر دانیال کو دیکھا لیکن بولی نہیں۔

''آ کے کھانا کھا لو۔'' دانیال نے اُسکے قریب جا کر کہا۔ دیبہ یک ٹک اُسے دیکھے گئی جواباً بولی نہیں۔

''دیبہ تم ٹھیک ہو؟'' دانیال نے اُس کے عجیب سے انداز سے دیکھنے پر اُسے بازو سے پکڑ کر ہلکا سا ہلایا۔

''ہاتھ مت لگائیں مجھے۔'' دیبہ نے ایک دم اُسکا ہاتھ جھٹک دیا ایسے جیسے اُسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ ''مت چھوا کریں مجھے۔'' دیبہ کے انداز میں حقارت ہی حقارت تھی۔ دانیال اُسکا شام کا رویہ بھولا نہیں تھا۔ وہ ایک دم بھڑک گیا۔

''کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ۔'' اُس نے دیبہ کو قدرے سختی سے پکڑا۔ دیبہ نے اپنا بازو چھڑوانا چاہا مگر ناکام رہی۔ ''اور کیوں نہ چھوؤں تمہیں؟ اور کب تک نہ چھوؤں؟ بولو؟'' دانیال نے اُسے بازو سے پکڑے پکڑے جھٹکا دیا۔

''کیونکہ آپ کا چھونا مجھے سخت ناگوار گزرتا ہے۔'' دیبہ تڑخ کر بولی۔

''میرا چھونا ناگوار گزرتا ہے؟'' دانیال نے اُسکا بازو نہیں چھوڑا۔ ''ہاں؟ بولو۔۔۔''

''میری بیوی ہو تم۔ میر شرعی منکوحہ۔ تمہیں چھونے کا حق ہے میرے پاس۔ جب چاہے تمہیں چھو سکتا ہے۔ کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔'' دانیال شدید غصے میں دھاڑا۔ ''اور اگر تمہیں اتنا ہی میرے چھونے سے تکلیف تھی تو شادی کیوں کی تم نے مجھ سے؟ بیوی ہونے کا مطلب جانتی تھی نا۔ بچی تو نہیں ہو۔۔۔ بولو؟'' اُسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لے جا کر دانیال دھاڑا۔

''ہاں جانتی ہوں۔ جانتی ہوں کہ میں آپکی بیوی ہوں۔ آپکو مجھے بار بار یاد کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میں بھی جانتی ہوں کہ آپ مجھے چھو سکتے ہیں، آپکو حق ہے لیکن، آپ تو بغیر حق کے بھی چھو سکتے ہیں۔''

''بند کرو اپنی بکواس۔'' دانیال غصے میں چیخا۔

''کیوں۔ سچ کڑوا لگتا ہے آپکو؟'' دیبہ اُسکے غصے سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوئی۔

''سچ اور حقیقت کیا ہے، اس سے تم اچھی طرح سے واقف تھی پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟'' دانیال کا غصہ کم نہیں ہوا۔

''کیونکہ اپنے گھر والوں کی اذیت کم کرنے کا اور کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا مجھے۔''

''تم نے اپنے گھر والوں کی اذیت کم کرنے کے لیے مجھ سے شادی کی۔ اس لیے میرا انتخاب کیا؟'' دانیال کو گویا شاک لگا۔ اُسکی گرفت دیبہ کے بازو پر کمزور ہو گئی تھی۔

''تو آپکو کیا لگا کہ میں آپ کے عشق میں گرفتار ہوں؟'' دیبہ کا انداز طنزیہ تھا۔

http://kitaabghar.com

''ایسی خوش فہمی نہیں ہے مجھے۔'' دانیال الٹے قدموں پیچھے ہٹا اور بستر پر بیٹھ گیا۔

''تم میرے لیے عمر قید ہو۔'' دانیال کا لہجہ دھیما ہو گیا۔''میرے گناہ کی مستقل سزا۔''

''سزا؟'' دیبہ کے منہ سے خود کلامی کے انداز میں نکلا۔

''ہاں سزا۔ تمہیں میں نے اپنی زندگی میں سزا کے طور پر قبول کیا ہے۔ عمر بھر کی سزا۔ تم جانتی ہو نا دیبہ کی تکلیف کیسی ہوتی ہے۔۔۔'' دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا۔''پھر تم میری تکلیف کو بھی سمجھتی ہو گی۔'' دانیال نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ دیبہ نے اُسے حیرت سے دیکھا۔ تکلیف اور اُسے۔ اُس نے دل میں سوچا۔

''میری تکلیف۔'' دانیال نے اُسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔''جب جب تم مجھے دیکھتی ہو، میرے اندر اُس حیوان کو تلاش کرتی ہو تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ تمہاری آنکھوں میں، میں اپنے گناہ کی جھلک دیکھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں خودکشی کر لوں۔ تمہاری بربادی کا ذمہ دار ہوں میں۔ جب جب تمہیں اُداس دیکھتا ہوں دل چاہتا ہے کہیں بھاگ جاؤں۔ کہیں بہت دور۔ جہاں تمہیں کبھی نہیں دیکھوں۔ جہاں پل پل مجھے میرے گناہ کی یاد نہ آئے۔ جہاں ہر ہر لمحہ میں شرمسار نہ ہوں۔ لیکن میں کہیں نہیں بھاگ سکتا۔ کیونکہ جو گناہ میں نے کیا ہے اُس سے کوئی فرار نہیں ہے۔ صرف سزا ہے۔ عمر بھر کی سزا۔'' دانیال کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کمرے سے نکل گیا۔ دیبہ سکتے کی حالت میں اپنی جگہ کھڑی رہی۔ اُسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ دانیال کو بھی کوئی درد تھا۔ کوئی تکلیف تھی۔

☆......☆......☆

دانیال گھر سے نکلا تو رات بھر گھر ہی نہیں آیا۔ بے مقصد سڑکوں پر پھرتے رہنے کے بعد وہ آفس چلا گیا اور چھٹیوں کا جمع کام کرنے لگا۔ رات سے صبح اور صبح سے شام ہو گئی۔ شام پھر رات میں ڈھل گئی لیکن دانیال کا گھر جانے کا دل نہیں چاہا۔

''دانیال گھر نہیں جانا کیا؟'' منیر جب دفتر سے نکل رہا تھا تو اُس نے دانیال کے کمرے کی لائٹ آن دیکھی تو دانیال کی طرف آ گیا۔

''نہیں۔ مجھے ابھی کام ہے۔'' دانیال نے منیر کی طرف دیکھا۔

''یار کام تو چلتا رہتا ہے۔۔ لالہ بتا رہا تھا تم کل رات سے اِدھر ہی ہو۔''

''لالہ کو کیا تکلیف ہے؟'' دانیال بے اختیار چیخا۔ منیر اُسکے رویئے پر حیران ہوا۔

''لالہ کو تکلیف نہیں۔ فکر ہو رہی تھی دانیال۔'' منیر نے نرمی سے کہا۔

''کیوں؟ وہ میرا باپ لگتا ہے کیا؟ کیوں میری فکر ہو رہی تھی اُسے اور تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تمہارا کام ختم ہو گیا ہے نا تو جاؤ گھر۔'' دانیال کے چیخنے میں کمی نہیں آئی۔

http://kitaabghar.com

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے کیا؟'' منیر جو کہ ابھی تک دفتر کے دروازے میں کھڑا تھا۔ دفتر کے اندر آ گیا۔

''ہاں ہوگیا ہے میرا دماغ خراب۔'' دانیال نے اپنے سامنے رکھی فائل اٹھا کر فرش پر پٹخ دی۔ اُسکے کاغذ ہر طرف بکھر گئے۔

''دانیال۔'' منیر کے منہ سے حیرت کے مارے صرف یہی نکلا۔

''مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ جاؤ یہاں سے۔'' دانیال اپنی کرسی پر سے اٹھ کر دھاڑا۔

''اکیلا نہیں چھوڑ وگا میں تمہیں۔ تم ٹھیک نہیں ہو۔''

''ٹھیک نہیں ہوں میں۔ گنہگار ہوں۔'' دانیال کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ منیر نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟'' منیر کے لہجے میں ابھی بھی نرمی تھی۔

''منیر پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔'''' دانیال نے اپنے غصے پر قابو پایا اور بے بس آواز میں بولا۔

میں چلا جاتا ہوں دانیال۔ لیکن تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو۔ یاد رکھنا۔ آئی ایم آلویز ہیئر فار یو۔'' منیر کہہ کر پلٹ گیا۔

دانیال کو اپنے اچانک بھڑک جانے پر شرمندگی ہوئی لیکن یہ رویہ اُسکے اختیار سے باہر تھا۔ اُسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا اچانک غصے میں کیوں آ گیا تھا۔

☆......☆......☆

''کال کروں یا نہ کروں۔'' دوسری رات بھی جب دانیال 1 بج جانے کے باوجود گھر نہیں آیا تو دیبہ شش و پنج میں مبتلا ہوگئی۔ وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے پریشان بیٹھی تھی۔ اُسے یہ سوچتے ہوئے سخت برا لگ رہا تھا کہ وہ دانیال کے بارے میں فکر مند ہے لیکن شاید یہ بندھن ہی ایسا تھا کہ انسان لاکھ چاہے لیکن اپنے ساتھی کی خیریت کے لیے بے چین رہتا ہے۔

دیبہ نے بالآخر دانیال کا نمبر نکالا۔ کچھ لمحے اسکرین پر دانیال کا نام دیکھتے رہنے کے بعد اُس نے نمبر ملا کر فون کان سے لگا لیا۔ بیل مسلسل جا رہی تھی لیکن دانیال نے فون نہیں اُٹھایا۔ دیبہ نے فون بند کر دیا اور کمرے میں چکر لگانے گی۔ وہ پریشان تھی۔ جاننا چاہتی تھی کہ وہ خیریت سے ہے۔

ایک گھنٹے بعد جب دانیال کی گاڑی پورچ میں آ کر رکی تو دیبہ کو تسلی کے ساتھ شرمندگی بھی ہوئی کہ کیا ضرورت تھی فون کرنے کی۔ خود کو لعن طعن بھی کی اس شخص کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ اپنے دل کی نرمی کی وجہ سے مجبور تھی۔

ۏدانیال کمرے میں داخل ہوا تو اُسکا برا حال تھا۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے۔ کوٹ اُس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ شیو بڑھی ہوئی اور آنکھوں میں شدید تھکن۔

''آپ کھانا کھائیں گے؟'' دیبہ نے ہمدردی کے تحت پوچھا۔

http://kitaabghar.com

''زہر لا دو مجھے۔'' دانیال کاٹ کھانے کو دوڑا۔ دیبہ اپنی جگہ چُپ کی چُپ رہ گئی۔

دانیال نے کپڑے بھی نہیں بدلے، شوز بھی نہیں اُتارے اور بستر پر گر گیا اور چند ہی لمحوں میں بنا لحاف کے ہی گہری نیند سو گیا۔

دیبہ کا دل تو چاہا کہ سچ مچ اُسے زہر ہی لا دے۔ پھر غصے سے سے کھولتی دیبہ کی نظر اُسکے چہرے پر پڑی۔ اُسے کچھ عرصہ پہلے والا دانیال یاد آیا۔ چار سال وہ دانیال کو روز دیکھتی تھی جب وہ فاریہ کو لینے کالج آتا تھا۔ اسکے علاوہ بھی اُس نے مختلف اوقات پر دانیال کو دیکھا تھا۔ دانیال ہمیشہ نک سک سا تیار رہتا تھا۔ ہمیشہ بال بنے ہوئے۔ کبھی کپڑوں پر شکن نہیں ہوتی تھی۔ اُسکی آنکھوں سے دیبہ کو ہمیشہ غرور ٹپکتا دیکھائی دیتا تھا اور چہرے پر سنجیدگی اور گھمنڈ۔ اس وقت دانیال کے چہرے پر ایسا کچھ نہیں تھا۔ صرف تھکن تھی۔ گہری تھکن۔ دیبہ نے دل نہ چاہنے کے باوجود دانیال کے شوز اُتارے اور اُسکی ٹانگیں بستر میں سیدھی کر کے اُس پر لحاف ڈال دیا۔

☆......☆......☆

طلحہ کا بیٹا ہوا۔ دیبہ نے سکائپ پر اُسے دیکھا تو اُسکا دل چاہا کہ اُڑ کر اُسکے پاس پہنچ جائے اور اُسے بہت سارا پیار کرے۔ اُس نے طلحہ اور فاریہ دونوں کو مبارکباد دی۔ دونوں ساتھ ساتھ بہت خوش تھے۔ دیبہ بھی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

ماریہ اور خرم مہینہ اُن کے پاس رہ کر واپس آ گئے۔ اُن کے آنے سے گھر میں پھر سے رونق آ گئی۔ دانیال اُس دن کے بعد سے دیبہ کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ دیبہ کا آخری سمیسٹر شروع ہو چکا تھا۔ وقت گویا پر لگا کر اُڑ گیا۔ چھ مہینے گزر گئے اور دیبہ نے اپنا ایم بی اے مکمل کر لیا۔ اب وہ مکمل طور پر گھر کی ذمہ داری اٹھانے لگی تھی۔ ماریہ دن بدن دانیال کی گرتی صحت، بدترین رویئے اور ان دونوں کے آپس میں بات نہ کرنے پر پریشان رہنے لگی تھی۔ ایک دن انہوں نے دانیال اور دیبہ سے بات کرنے کی ٹھانی۔

''بیٹا۔ تمہاری شادی کو سال سے اوپر ہو چکا ہے۔''

''تو؟ دانیال نے تیکھے انداز میں انہیں دیکھا۔''

''تو، اُس وقت سے ہمیں خوشخبری کا انتظار ہے۔''

''آپکو ہمارے پرسنل معاملے میں نہیں بولنا چاہیے۔'' دانیال نے انتہائی ڈھٹائی سے کہا۔

''دانیال۔'' ماریہ کو شاک لگا۔

''کیا دانیال؟'' دانیال مزید گرم ہوا۔ ''آپکو لگتا ہے میں نے کچھ غلط کہا ہے؟'' دانیال کے لہجے میں بدتمیزی تھی۔ اُسی لمحے خرم لاؤنج میں داخل ہوئے انہیں اندازہ نہیں ہوا کہ کیا بات ہو رہی ہے۔

''بات غلط ہو یا صحیح۔ تمیز سے کی جا سکتی ہے نا۔'' ماریہ کے لہجے میں غصہ تھا۔

''میں آپکو بہت دفعہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے پرسنل معاملے میں مت بولیں۔''

http://kitaabghar.com

خرم نے دانیال کی طرف دیکھا اور ماریہ کے برابر آ بیٹھے۔"مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ لوگ ہمیں اکیلا کیوں نہیں چھوڑ سکتے میری صحت خراب ہو رہی ہے یا مزاج۔جسٹ لیومی الون۔" دانیال کی آواز بلند ہوگئی۔

"دانیال تمہیں اندازہ ہے تم اپنی ماں سے کس انداز میں بات کر رہے ہو؟" خرم نے رُعب دار آواز میں کہا۔

"اور آپ لوگوں کو اندازہ ہے آپ لوگوں نے سوال پوچھ پوچھ کر میری زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔دیر سے گھر کیوں آتے ہو؟ کھانا کیوں نہیں کھاتے ہو؟ ویک اینڈ پر گھر کیوں نہیں رہتے ہو؟ فیملی کے ساتھ کیوں نہیں بیٹھتے ہو۔اور اب خوشخبری کیوں نہیں آئی۔فار ہیون سیک جسٹ لیومی الون۔" دانیال کے لہجے میں ذرا برابر فرق نہیں آیا۔

"اگر تم ابنارمل زندگی گزارو گے تو ہم پوچھیں گے ہی نا۔" خرم کو غصہ تو شدید آیا لیکن انہوں نے چیخنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میں تو ایسا ہی ہوں۔آپکو نہیں پسند تو مجھے گھر سے نکال دیں۔" دانیال بدتمیزی سے بول کر اٹھ گیا۔دیبہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔خرم اور ماریہ شاک کے عالم میں تھے۔

"آئم سوری آنٹی،انکل۔" دیبہ نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔

"نہیں بیٹا۔تم ایسے مت بولو۔" خرم نے کہا۔

"وہ تمہارے ساتھ بھی ٹھیک سلوک نہیں رکھے ہوئے ہے بیٹا۔ہمیں معلوم ہے۔" ماریہ کچھ شرمندگی سے بولی۔"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے۔ایسا تو کبھی نہیں تھا۔" ماریہ کے لہجے میں شدید پریشانی تھی۔

☆......☆......☆

فاطمہ نے دانیال اور دیبہ کو کھانے پر بلایا تھا۔دانیال نے جانے سے انکار نہیں کیا۔لیکن دیبہ اُسکے جانے پر پریشان تھی کہ کہیں وہاں جا کر کوئی ایسی بات نہ کر دے جس سے ماحول خراب ہو جائے۔

دانیال ہلکا ہلکا مسکرا کر سب سے باتیں کرتا رہا۔فاطمہ اور رضا کچھ دیر کے لیے کمرے میں گئے تو سارہ نے ہلکے ہلکے انداز میں دیبہ سے کہا۔

"تم لوگوں کی طرف سے کوئی گڈ نیوز نہیں ہے کیا؟" اس سے پہلے کہ دیبہ جواب دیتی دانیال بے باکی سے بولا۔

"بھابھی ابھی ہم نے پلان نہیں کیا۔جب پلان کریں گے تو آپکو گڈ نیوز مل جائے گی۔" دانیال نے بھی ہلکے پھلکے انداز میں کہا لیکن سارہ شرمندہ ہوگئی۔طاہر کو بھی دانیال کی بات پسند نہیں آئی۔

"دیبہ تمہارا ایم بی اے مکمل ہو گیا ہے تم جاب کیوں نہیں کر لیتی دیبہ؟" سارہ نے بات بدلی۔

"سوچوں گی بھابھی۔"

http://kitaabghar.com

''کیوں دانیال نے اجازت نہیں دی؟'' سارہ مسکرائی۔

''ایسی بات نہیں ہے بھابھی۔'' دانیال بولا۔''دیبہ کو مکمل اجازت ہے جب چاہے جاب کر سکتی ہے۔ مجھے دیبہ پر کوئی بے اعتباری نہیں ہے۔'' دیبہ نے دانیال کی طرف دیکھا۔

''اپنوں پر بے اعتباری تو نہیں ہوا کرتی نا؟'' دانیال نے دانستاً کہتے ہوئے طاہر کی طرف دیکھا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' سارہ زبردستی مسکرائی۔

''اپنوں پر بے اعتباری نہیں ہوتی۔ اعتبار ہوتا ہے۔لیکن بعض اوقات یہ اعتبار ٹوٹ بھی جاتا ہے۔'' طاہر دانیال کا اشارہ سمجھ گئے انہوں نے دانیال کی طرف دیکھ کر اصل میں دیبہ سے کہا۔ دیبہ نے دکھ سے طاہر کو دیکھا۔

''وہ اعتبار ہی کیا جو بنا تحقیق کیے ٹوٹ جائے بلکہ ایسا اعتبار تو ٹوٹ ہی جانا چاہیے جو وضاحت کا موقع بھی نہ دے۔ جو آنکھوں کے دھوکے کو سمجھ بھی نہ پائے۔''

دانیال نے طاہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ دیبہ منہ کھولے حیرت سے دانیال کو دیکھ رہی تھی۔

''ارے یہ آپ دونوں کیسی باتیں کر رہے ہیں؟'' سارہ نے مداخلت کی۔

''آپ کا کیا خیال ہے بھابھی؟'' دانیال سارہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''کس بارے میں؟'' سارہ عجیب سے انداز میں بولی۔

''یہی کہ اپنوں کے بارے میں غلط فہمیاں نہیں پالنی چاہیں؟''

''ہاں۔ ہاں بالکل۔ زندگی بڑی مختصر سی ہے۔ غلط فہمیوں میں نہیں گزارنی چاہیے۔ غلط فہمیوں سے صرف تکلیف ہی ہوتی ہے۔'' سارہ سمجھ نہیں سکی کہ دانیال نے یہ موضوع کیوں چھیڑا ہے۔ طاہر مسلسل دانیال کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''دیبہ آؤ، ہم اندر جاتے ہیں کمرے میں۔ ان کو باتیں کرنے دو۔'' اس سے پہلے کہ دانیال بات کو مزید طول دیتا۔ سارہ اُسے لے کر اندر چلی گئی۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' طاہر نے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا۔

''اپنی بے گناہ بہن کو مجرم نہ ٹھہرائیں۔'' دانیال نے صاف صاف کہا۔

''اور تم کیسے جانتے ہو کہ وہ بے گناہ ہے؟'' طاہر کا انداز تیکھا ہو گیا۔

''کیونکہ اُس کا گنہگار میں ہوں۔'' دانیال نے دل میں سوچا لیکن کہنے کی ہمت نہیں کر پایا۔

''جانتے ہیں اپنے کون ہوتے ہیں؟'' دانیال سوچ کر بولا۔''وہ جو کردار کی پاکی کو دل سے پہچانتے ہیں۔ اُس کے لیے سر

http://kitaabghar.com

ٹیفکیٹ نہیں مانگتے۔" طاہر کی آنکھوں میں جو سختی تھی وہ ابھی بھی برقرار تھی۔ "اور میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میری بیوی پاک ہے۔ فرشتوں کے جیسی پاک۔" دانیال کے انداز میں اتنا یقین تھا کہ ایک لمحے کے لیے دروازے پر کھڑی دیبہ کا دل چاہا کہ وہ رو پڑے۔ "اور میری بیوی اس درد سے تڑپ رہی ہے کہ اُسکے باپ جیسے بھائی نے اُسکے کردار پر شک کیا۔"

دانیال نے آج صاف صاف بات کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ طاہر ابھی دانیال کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں سختی کی جگہ نرمی نے نہیں لی تھی۔ دانیال خاموش ہو گیا تھا لیکن اُس نے اپنی نظر طاہر پر سے نہیں ہٹائی۔ دیبہ جو چائے کا پوچھنے آئی تھی وہ دروازے سے ہی پلٹ گئی وہ فیصلہ نہیں کر پائی کہ اُسے دانیال کا بات کرنا اچھا لگا ہے یا برا۔ "پاک عورت پر تہمت لگانے والا خدا کو سخت نا پسند ہے۔" دانیال نے بات مکمل کر دی اور بات مکمل کر لینے کے بعد وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمیں چلنا چاہیے۔" طاہر اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے۔ دانیال نے دیبہ کو پکارا۔ کچھ ہی دیر میں سب آ گئے۔ دانیال سب سے مل کر باہر آ گیا۔

"میرے بھائی کے ساتھ میرا رشتہ، میرا ذاتی معاملہ ہے۔" دیبہ نے گاڑی کے مکمل خاموش ماحول میں ارتعاش ڈالا اُسے طاہر کا اس طرح چپ ہو جانا اور عجیب سی نظروں سے دیبہ کو دیکھنا پسند نہیں آیا تھا۔

"اچھا۔" دانیال نے سرسری سا "اچھا" کہا۔

"آپ کو نہیں بولنا چاہیے تھا۔" دیبہ چڑی۔

"میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔" دانیال نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے بھی اپنے دفاع کے لیے آپکو وکیل نہیں بنایا۔ اگر بات کرنی تھی تو پوری کرتے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے۔"

"میرے گناہ کے اعتراف سے کیا میرا گناہ مٹ جائے گا۔ اُسکی سزا ختم ہو جائے یا تمہاری تکلیف میں کمی آ جائے گی؟" دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آپکو رویّے بدل جانے کی تکلیف کا احساس ہو جائے گا۔ آپکی عزت بھری زندگی میں کچھ تو فرق آئے گا۔"

"اور تمہیں لگتا ہے کہ مجھے رویّوں کی تکلیف کا احساس نہیں ہے؟" دانیال نے خاموش، ویران روڈ کے کنارے گاڑی کھڑی کر دی۔ "تمہیں لگتا ہے کہ میں عزت سے جی رہا ہوں؟" دانیال پوری طرح سے دیبہ کی طرف مڑ چکا تھا۔ "اپنی بیوی سے ذلیل ہونا، اُسکا بار بار رد کرنا، اُسے چھونے کا حق تک نہ رکھنا، تمہاری نظر میں عزت ہے؟" دانیال دبی مگر غصیلی آواز میں بول رہا تھا۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں اپنا آپ، آپ کے حوالے کر دوں؟" دیبہ سلگی۔

"ڈیم رائٹ۔۔۔" دانیال دھاڑا۔ "تمہیں اپنا آپ یا تو میرے حوالے کر دینا چاہیے یا میری زندگی میں اس روز روز کی ذلت

http://kitaabghar.com

سے مجھے نجات دلا دینی چاہیے۔''

''کبھی آپ مجھے سزا کہتے ہیں اور کبھی ذلت۔ آپکو احساس ہے الفاظ کیا اثر کرتے ہیں؟'' دیبہ کو دکھ ہوا۔

''تمہیں محسوس ہے رد ہونا کیسا محسوس ہوتا ہے؟'' دانیال کی انا پر چوٹ لگی تھی۔ اور چوٹ گہری تھی۔

''زبردستی کیے جانے سے تو بہتر ہی محسوس ہوتا ہوگا۔'' دیبہ چبا کر بولی۔

''تمہارے خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اب زبردستی نہیں کرسکتا جبکہ تم میری منکوحہ ہو۔ میری نکاح میں ہو۔ میری بیوی کی حیثیت سے میرے کمرے میں رہتی ہو؟'' دیبہ جواباً کچھ نہیں بولی۔ وہ شاکڈ سی دانیال کو دیکھے گئی۔ دانیال نے بھی اُس سے نظریں نہیں ہٹائی۔

''آپ ایسا نہیں کرسکتے۔'' دیبہ بہت دیر بعد جیسے کسی یقین کے تحت بولی۔

''سوچ بھی نہیں سکتا، ایسا کرنے کا۔'' دانیال کا غصہ ختم ہو چکا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر کے سامنے جا کر روک دی۔ دونوں میں باقی راستہ بات نہیں ہوئی تھی۔ دیبہ گاڑی سے اتری تو دانیال گاڑی ریورس کر کے باہر نکال لے گیا۔

دیبہ اپنے کمرے تک ایسے پہنچی جیسے وہ خواب میں چل رہی ہو۔ قدم بھاری ہو رہے تھے اور دماغ سوچوں کے وبال میں پھنسا تھا۔

''ایسا کیا ہے جس نے اُسے ابھی تک روکا ہوا ہے؟'' دیبہ مسلسل یہی سوچے جا رہی تھی۔ ان کی شادی کو ڈیڑھ سال گزر چکا تھا۔ اگر وہ ایک بدکردار انسان ہے تو اُسے کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ دیبہ بستر کے کنارے بیٹھی مسلسل یہی سوچ رہی تھی لیکن جواب میں مکمل سناٹا تھا۔

☆......☆......☆

دانیال مارکیٹ کی پارکنگ میں گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا جب اُسے اتفاقاً عرفان مل گیا۔ عرفان آخری بندہ تھا جسے دانیال اس وقت ملنا چاہتا تھا۔ لیکن عرفان اُس سے آ کر کافی گرم جوشی سے ملا۔

''بھابھی کیسی ہیں؟'' عرفان نے کچھ دیر باتوں کے بعد پوچھا۔ دانیال پہلے ہی کافی ڈسٹرب تھا لیکن عرفان کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ٹھیک۔''

''اور تم؟ اب تو خاصے خوش ہو گے نا؟'' عرفان معنی خیزی سے بولا۔

''مطلب؟'' دانیال نے اُسے گھور کر دیکھا۔

''مطلب کو چھوڑ و یار، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ تو پکا عاشق ٹائپ ہے۔'' عرفان ہنسا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو۔'' دانیال کو غصہ آیا۔

http://kitaabghar.com

''میں تمہاری سائیڈ پر ہوں یار۔ یہ لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پوز کرتی ہیں اور ڈمپ کرتی ہیں۔ وہ ایسے ہی رویئے کی مستحق ہوتی ہیں۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ ہاں؟'' دانیال نے عرفان کا گریبان پکڑ لیا۔

''یار جذباتی مت ہو۔۔۔'' عرفان کے لبوں میں دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے اپنا گریبان دانیال کے ہاتھوں سے چھڑوایا۔ ''میں تو تمہیں شاباشی دے رہا ہوں۔ میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ مجھے کچھ کچھ معاملہ سمجھ آ گیا ہے۔ پہلے جس لڑکی کو تم گھورتے تھے، اُسے فالو کرتے تھے، اُسی کا ریپ ہوا پھر اُس سے تم نے شادی کی۔ اچھا کیا یار۔'' اس سے پہلے کہ عرفان مزید کچھ بولتا۔ دانیال نے اُسکی پٹائی شروع کر دی۔ پہلے تو عرفان نے بوکھلاہٹ میں مار کھائی پھر اُس نے بھی مارنا شروع کر دیا۔ ارد گرد لوگ جمع ہو گئے انہوں نے بامشکل بیچ بچاؤ کروادیا۔ عرفان نے لوگوں سے خود کو چھڑوایا اور غصے میں کھولتا ہوا گاڑی لے کر چلا گیا۔ ساری لڑائی کے دوران دانیال صرف یہی چیختا رہا تھا کہ تمہاری جرات کیسے ہوئی میری بیوی کے بارے میں کچھ بولنے کی۔ اُس نے عرفان کی ٹھیک ٹھاک پٹائی کی تھی۔ اُسکا گریبان پھاڑ دیا تھا اور اُسکا چہرہ خون سے بھر گیا تھا۔

☆......☆......☆

دانیال لاؤنج میں داخل ہوا تو اُسے دیکھ کر دیبہ کے ہاتھ سے چائے کی ٹرے گرتے گرتے بچی۔ اُسکی شرٹ کے بٹن ٹوٹے ہوئے تھے۔ اُسکی آنکھ سوجھی ہوئی تھی۔ ہونٹوں سے خون آ رہا تھا۔ سینے پر بھی جگہ جگہ نیل تھے۔ بائیں آنکھ کے پاس کٹ تھا جس سے خون نکل کر چہرے کے بائیں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ٹھوڑی سے ہوتا ہوا خون سینے تک گرا ہوا تھا۔

''یہ کیا ہوا تمہیں؟'' ماریہ فوراً بھاگ کر اُسکے پاس آئی۔ خرم بھی پریشان ہو گئے۔

''کچھ نہیں ماما۔'' دانیال نے اُن کی طرف نہیں دیکھا۔

''یہ خون کیسا؟'' ماریہ نے اُسکے چہرے کو چھونا چاہا۔

''ہاتھ مت لگائیں۔'' دانیال نے اُن کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔ دانیال اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''دانیال۔''

''ماما پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔'' دانیال کاٹ کھانے کو دوڑا ماریہ اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ دانیال نے اندر جا کر کمرے کا دروازہ زور سے بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد ماریہ نے گرم پانی، روئی اور دوا دے کر دیبہ کو کمرے میں بھیجا۔ دیبہ اس وقت بالکل کمرے میں نہیں جانا چاہتی تھی اُسے خود بھی دانیال سے ڈر لگ رہا تھا۔ جب وہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا تو خاصا خوفناک لگ رہا تھا۔ دیبہ ہمت پکڑ کر کمرے میں داخل ہوئی۔

http://kitaabghar.com

بستر پر ٹانگیں لٹکائے دانیال ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھا ہوا تھا۔

''میں آپکے زخم صاف کر دوں؟'' دیبہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور گرم پانی کا پیالہ ہاتھ میں پکڑ کر بولی۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' دانیال نے ہاتھ مار کر پیالہ فرش پر گرا دیا۔ دیبہ ایک دم ڈر کر پیچھے ہٹی۔ ''تمہاری ضرورت نہیں ہے مجھے۔'' دانیال دھاڑا۔ دیبہ کتنے ہی لمحے اُسکے سامنے ایسے ہی کھڑی رہی پھر اُس نے پیالہ کارپٹ سے اُٹھایا اور باتھ روم سے جا کر اور گرم پانی بھر لائی۔ روئی لے کر اُس نے پانی میں بھگوئی۔ اور دانیال کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

دانیال اُسکی جرات پر حیران ہوا۔ اس سے پہلے کہ دانیال پھر ہاتھ مار کر پیالہ گراتا دیبہ نے اُسکا بڑھتا ہاتھ پکڑ لیا۔

''دانیال پلیز۔'' اُس نے مضبوط لہجے میں کہا اُس نے دانیال کی کلائی خاصی مضبوطی سے پکری ہوئی تھی۔

''مجھے اکیلا چھوڑ دو۔'' دانیال چبا کر بولا۔

''آپکو اچھا لگے یا برا۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اس رشتے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ مجھے اپنے زخم صاف کرنے دیں۔ میں اُسکے بعد چلی جاؤں گی۔'' دیبہ نے دانیال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ دانیال کچھ لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر اُس نے اپنا ہاتھ ڈھیلا چھوڑ دیا۔ دیبہ نے احتیاط سے اُسکے زخم صاف کیے۔ دانیال کو تکلیف تو ہوئی لیکن اُس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ دیبہ نے اُسکے زخموں پر دوا لگائی۔ اور چیزیں واپس ٹرے میں رکھ دی۔

''تکلیف مجھے بھی ہے لیکن اظہار کا یہ طریقہ مناسب نہیں۔'' دیبہ نے سمجھداری سے کہا۔

''تم نہیں جانتی مجرم ہونے کا گلٹ کیا ہوتا ہے۔'' دانیال نے جھکے سر کے ساتھ کہا۔

''کیا آپ جانتے ہیں بے گناہ ہو کر گنہگار ٹھہرائے جانے کا درد کیا ہوتا ہے؟'' دانیال نے دیبہ کی بات پر سر اٹھا کر اُسکی طرف دیکھا۔

''نفرت کرتی ہو تم مجھ سے؟'' دانیال نے پوچھا۔

''ہاں۔'' دیبہ نے بنا جھجکے جواب دیا۔ ''کرنا نہیں چاہتی۔ میں آپ سے نفرت کا بھی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔'' دیبہ کے لہجے میں کوئی جھجک نہیں تھی۔ وہ رات اپنی ہولناکی سمیت دیبہ کی یاداشت میں ابھی بھی تازہ تھی۔

''پھر یہ رشتہ کیوں نبھا رہی ہو؟ آزاد کر دو مجھے اور خود کو بھی۔'' دانیال نے سر جھکا لیا۔ ''میرے اختیار سے باہر ہے یہ۔ میں نے اپنے پیاروں کو نہ چاہتے ہوئے بھی بہت دکھ پہنچایا ہے۔ اپنے باپ کی دھڑکن بند ہوتے دیکھی ہے میں نے۔ اپنے بھائی کے چہرے پر کرب دیکھا ہے میں نے۔ اتنے دور ہونے کے باوجود اُسکی بے چینی، اُسکی اذیت محسوس کی ہے میں نے۔ وہ سب اس تسلی میں ہیں کہ میں اپنے گھر میں بس رہی ہوں۔''

''یہ حقیقت نہیں، دھوکہ ہے۔'' دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''آپکی عزت بھی تو دھوکہ ہے۔''

''میں تھک گیا ہوں۔اس سزا سے تنگ آ گیا ہوں۔مر جانا چاہتا ہوں۔''

''فرار چاہتے ہیں آپ۔'' دیبہ ہنسی۔''میں بھی چاہتی تھی۔اُس رات جب آپ مجھے تقریباً مرا ہوا چھوڑ کر آئے تھے اُس کمرے میں۔کتنی دفعہ میں نے سوچا کاش میں مر ہی گئی ہوتی اس سے پہلے کہ میرا بھائی مجھے اُس حالت میں دیکھتا کاش میں مر جاتی۔لیکن میں زندہ ہوں۔بھگت رہی ہوں ناکردہ گناہ کی سزا۔جس شخص نے میری عزت تار تار کر دی اُسی شخص کی عزت سنبھالے میں اس گھر میں موجود ہوں۔اُسے عزت سے،اپنے رشتوں کے درمیان محبت سے چلتے پھرتے روز دیکھتی ہوں اور روز سوچتی ہوں کاش میں مر ہی گئی ہوتی۔لیکن فرار اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوتا۔'' دانیال جواباً کچھ نہیں بولا وہ بس دیبہ کی طرف دیکھتا رہا اُس نے خاموشی کا قفل توڑ دیا تھا اور اپنے دل کے درد کو بیان کر رہی تھی۔

''ایک لڑکی کے ساتھ ریپ اس دنیا کا سب سے بڑا ظلم ہے۔'' دیبہ قریب کے صوفے پر بیٹھ گئی۔''اور آپ نے میرے ساتھ یہ ظلم کیا ہے۔مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا ہے۔اُس ایک رات نے میری زندگی سے اعتبار،محبت،رشتے سب چھین لیا اور میں خالی ہاتھ رہ گئی۔اور اس سے بڑا ظلم یہ کہ میں اپنے دل کا درد کسی کے ساتھ شیئر بھی نہیں کر سکتی سوائے آپ کے۔'' دیبہ تلخی سے مسکرائی۔

''میں اپنے حواسوں میں نہیں تھا دیبہ۔'' دانیال کا لہجہ کمزور تھا۔

''اور یہ آپکا اپنا قصور ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔شکایت کا حق نہیں ہے مجھے۔'' دانیال نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں۔آپکو شکایت کا حق نہیں ہے۔اور اپنوں کی تذلیل کرنے کا،انہیں دکھ دینے کا بھی حق نہیں ہے آپکو۔'' دیبہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اُس نے ٹرے اُٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆......☆......☆

دیبہ کی شادی کے بعد طاہر پہلی دفعہ اُسکے گھر آئے۔دیبہ انہیں دیکھ کر حیران ہوئی وہ اکیلے ہی آئے تھے۔ماریہ اپنی کسی دوست کے گھر گئی تھی۔دانیال اور خرم آفس۔

''بھائی بیٹھیں۔میں چائے۔''

''دیبہ۔'' طاہر نے اُسکی بات کاٹ دی۔''مجھے معاف کر دو۔'' دیبہ کے سامنے طاہر نے ہاتھ باندھ دیئے۔

''بھائی یہ کیا کر رہے ہیں؟'' دیبہ نے فوراً اُن کے ہاتھ کھول دیئے۔

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔دانیال نے ٹھیک کہا تھا دیبہ تم فرشتوں جیسی پاک ہو میں نے جانے کیوں تم پر شک کیا۔اس

http://kitaabghar.com

دن جب دانیال نے تمہارے بارے میں بات کی تو مجھے لگا میں شرمندگی کے مارے زمین میں گھڑ جاؤں گا۔ باپ جیسا بھائی، اپنی معصوم بہن پر کیسے شک کر سکتا ہے۔ مجھے معاف کر دو دیبہ۔"

"بھائی۔ مجھے آپ سے گلہ نہیں ہے۔ صرف دکھ تھا۔" دیبہ نے افسردگی سے کہا۔ طاہر نے اُسے گلے سے لگالیا۔

"میں نے تمہیں دانیال کے ساتھ رات میں گاڑی سے اُترتے دیکھا۔ اور ملازمہ نے کہا کہ اکیلے میں دانیال تم سے ملنے آیا تھا ثوبیہ کی شادی کے بعد اور پھر تم نے رشتے کے لیے اپنے منہ سے ہاں کہہ دیا تو اُن سب باتوں سے میں کنفیوژ ہو گیا تھا دیبہ۔ مجھے نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"بھائی مجھ سے ملنے دانیال نہیں یوسف آیا تھا۔ اور میں نے اُسے نہیں بلایا تھا۔ وہ میرے منگیتر کی حیثیت سے آیا تھا تا کہ مجھے یہ کہہ سکے کہ میں کوئی ایسا کام نہ کروں جس سے اُسے کوئی شکایت ہو۔ کیونکہ وہ پاکی سے محبت کرتا ہے۔ لیکن میں تو ناپاک ہو چکی ہوں نا بھائی۔"

"تم ناپاک نہیں ہو دیبہ۔ تم باکردار، پاکیزہ بہن ہو میری۔" طاہر کا اس وضاحت سے شرمندگی کا احساس کچھ اور بھی بڑھ گیا۔ ان الفاظ سے اتنا سکون ملے گا دیبہ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"آئم سوری دیبہ۔" طاہر کے ہر لفظ سے شرمندگی ٹپک رہی تھی۔

"بس کریں بھائی۔" دیبہ اُن سے پیچھے ہٹی۔ "آپ بیٹھیں میں چائے بناتی ہوں۔" دیبہ نے مسکرا کر کہا۔ وہ حقیقتاً دل سے مسکرا رہی تھی۔

☆......☆......☆

دیبہ رات میں کافی دیر تک سکائپ پر فاریہ سے بات کرتی رہی تھی اور اُسکے بیٹے معاذ کو دیکھتی رہی تھی۔ وہ اب کرالنگ کرنے لگا تھا۔ اُسکی ننھی ننھی شرارتیں دل کو چھو لینے والی تھی۔ دیبہ اُسے دیکھ کر ہمیشہ بہت خوش ہوتی تھی لیکن دل کا ایک حصہ تھا جو ہمیشہ افسردگی کا شکار ہو جاتا تھا۔ بات کرنے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو کمرے میں AC کی ٹھنڈک میں اُسے سکون محسوس ہوا۔

نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ بستر میں سیدھی ہو بیٹھی۔ دانیال اُسی طرف کروٹ لیے لیٹا تھا۔ دیبہ نے اُسکے چہرے کی طرف دیکھا۔

"اس شخص کو خدا نے کتنا حُسن دیا ہے۔" دانیال کو دیکھ کر دیبہ نے سوچا۔ "اور یوسف اُسکے مقابلے میں کتنی عام سی شکل کے تھے۔" بہت دنوں بعد دیبہ کو یوسف کی یاد آئی تھی۔ جب سے اُسکی شادی ہوئی تھی اُس نے یوسف کی یاد اور اُس سے جڑے تمام سپنوں پر پہرا لگا دیا تھا۔ اُسکے بارے میں سوچ کر سوائے تکلیف کے اور کچھ نہیں ملتا تھا۔ خوبصورت سا گھر، باکردار شوہر، پیارے پیارے بچے۔ کوئی بہت دنیا سے الگ سپنے تو نہیں تھے اُسکے لیکن سب ٹوٹ گیا تھا۔ چکنا چور ہو گیا تھا۔

http://kitaabghar.com

''کاش میری زندگی میں آپ نے یہ انتہائی حسین مگر کمزور کردار کا شخص لکھنے کے بجائے وہ عام سی صورت کا باکردار شخص لکھا ہوتا۔'' دیبہ کے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔

''تو کیا اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھ کر دوسرے شخص کے بارے میں سوچنا تمہیں باکردار بناتا ہے؟'' ضمیر نے فوراً سرزنش کی۔

دیبہ خود سے ہی شرمندہ ہوگئی۔

اُس نے ایک دفعہ پھر دانیال کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ دل میں کہیں دیبہ کو اُسے دیکھنا اچھا لگا۔ وہ اکثر رات میں اُسے سوتے ہوئے دیکھتی تھی۔ طاہر جب سے اُس سے مل کر گئے تھے دیبہ کو اپنے دل میں دانیال کے لیے نرمی محسوس ہو رہی تھی۔

بارش کا موسم شام سے بنا ہوا تھا اس لمحے ایک دم بارش شروع ہوگئی۔

دیبہ دانیال کے برابر لیٹ گئی اور غیر ارادی طور پر اُسکا ہاتھ دانیال کے گھنے بالوں میں گیا۔ اُس نے نرمی سے دانیال کی پیشانی پر پڑے بالوں کو پیچھے کیا۔ اُسکا چہرہ کچھ اور بھی واضح ہوگیا۔

دیبہ نے اُسکے چہرے کو نرمی سے چھوا۔ آنکھیں جانے کیوں نم ہوئی تھی۔ لیکن آنسو نہیں گرے۔ وہ رونا چاہتی تھی۔ دل کا غبار نکالنا چاہتی تھی لیکن رو نہیں پائی۔ دھندلی آنکھوں کے ساتھ اُس نے دانیال کو دیکھا اُس کا ہاتھ دانیال کے چہرے پر تھا۔

''کاش یہ سب ایسے نہ ہوا ہوتا۔ اگر تم ہی میری قسمت میں تھے تو عزت سے میں تمہاری زندگی میں شامل ہوتی۔ کاش وقت پلٹ سکتا۔ سب کچھ بدل سکتا۔'' دیبہ کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

دانیال جس کی کچھ لمحے پہلے ہی آنکھ کھلی تھی اُسے یقین نہیں آیا کہ دیبہ اُسے چھو رہی ہے۔ بے یقینی کی کیفیت میں وہ آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ پھر اُسے لگا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ جب ہاتھ کی نرم حرکت مسلسل محسوس ہوئی تو اُس نے آنکھیں کھول دی۔ دیبہ اُسی کی طرف دیکھ رہی تھی اُس نے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا۔ دونوں ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔

دانیال نے نرمی سے اُسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ اس سے پہلے کہ دانیال پیش رفت کرتا۔ بادل بہت زور سے گرجے اور دیبہ جیسے ہوش کی دنیا میں واپس آگئی۔ اُس نے خوفزدہ انداز میں اپنا ہاتھ دانیال کے ہاتھ سے کھینچا اور بے اختیار پیچھے ہٹی۔

دانیال اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ خوفزدہ ہوگئی ہے۔ اُس نے نرمی سے دیبہ کا ہاتھ پکڑا۔

''تم میری بیوی ہو دیبہ۔ میں شرعی اعتبار سے حق رکھتا ہوں تمہیں چھونے کا۔ لیکن جب تک تمہاری مرضی شامل نہیں ہوگی میں تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گا۔ اسلیے تم نہ تو مجھ سے خوفزدہ ہوا اور نہ ہی میری موجودگی میں پریشان ہوا کرو۔

اُس رات میں نے جو کیا وہ اپنا ہوش کھو دینے پر کیا۔ اپنے ہوش و حواس میں، میں تمہارے ساتھ ایسا کچھ بھی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم میری عزت ہو دیبہ۔ تمہاری حفاظت میرا فرض ہے، تمہاری عزت میں نہ تو میں کبھی کمی آنے دونگا اور نہ ہی اسکی اجازت کسی

http://kitaabghar.com

دوسرے کو دونگا۔آئی ایم آلویز ہیئر فار یو۔دانیال نے نرمی سے اُسکے ہاتھ کو لبوں سے لگایا اور چھوڑ دیا۔وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔دیبہ کے دل پر گہری چوٹ لگی تھی۔الفاظ نے جادو کی طرح اثر کیا تھا۔

☆......☆......☆

ماریہ اور خرم رات میں دیر سے شادی سے لوٹے۔دیبہ گھر میں اکیلی تھی اُسے ڈر محسوس ہوا تو وہ کمرے کا دروازہ کُھلا چھوڑ کر لیٹ گئی۔دانیال کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ رات میں گھر آئے بھی کہ نہیں۔

دیبہ چاہتی تھی ماریہ اور خرم کے آنے پر اُسے پتہ چل جائے تا کہ وہ سکون سے سو سکے۔

جب وہ دونوں گھر آئے تو خرم تو کمرے میں چلے گئے۔ماریہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی رہی۔دانیال دیر سے لوٹا ماریہ کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھ کر اُن کی طرف ہی آ گیا۔

''ماما یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟'' دانیال نے صوفے کے پاس کھڑے ہو کر پوچھا۔

''بیٹھو یہاں میرے پاس۔د'' انیال کو ایسے محسوس ہوا جیسے ماریہ رو رہی ہے۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' دانیال نے اُن کے پاس بیٹھ کر تشویش سے پوچھا۔

''میں جانتی تھی تمہیں کوئی نہ کوئی چیز ستا رہی ہے لیکن تمہارا درد اتنا بڑا ہے یہ آج معلوم ہوا مجھے۔'' ماریہ نے نم آنکھوں سے دانیال کی طرف دیکھا۔دیبہ جس تک آواز بخوبی جا رہی تھی۔ اُس کی ساری حسیں الرٹ ہو گئی۔

''کیا ہو گیا ہے ماما؟''

''اور کسی سے نہیں تو مجھ سے تو کچھ کہا ہوتا۔میں تمہاری ماں ہوں۔تمہارا درد سمجھ جاتی۔'' دانیال کو پریشانی ہوئی کہ ماریہ کو کچھ پتہ چل گیا ہے۔''تم کس کرب سے گزر رہے ہو یہ آج مجھے کسی دوسرے کے منہ سے پتہ چلا۔'' ماریہ کے آنسو بہنے لگے۔

''میں ٹھیک ہوں ماما۔آپ کیوں رو رہی ہیں؟'' دانیال جاننا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی اُس نے پوچھا۔

''تمہیں شادی کے بعد معلوم ہوا تھا کہ۔۔۔'' ماریہ چپ ہوئی دانیال نے غور سے اُن کی طرف دیکھا۔''مجھے ثوبیہ کی ساس ملی تھی آج شادی پر۔انہوں نے مجھے سب بتا دیا بیٹا۔۔۔'' دیبہ نے اپنی آنکھیں بند کر کے سر نفی میں ہلایا۔دکھ۔۔۔شدید دکھ تھا جو اُسکے دل نے محسوس کیا۔

''کیا؟'' دانیال مسلسل اُن کی طرف دیکھ رہا تھا۔دانیال نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

''وہی جو تم جانتے ہو بیٹا۔کیوں چپ ہو تم۔اس گھر کے لیے۔اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے۔۔۔میرے بیٹے۔'' ماریہ نے دانیال کے ماتھے پر بوسہ دیا۔دانیال فوری طور پر سمجھ نہیں پایا کہ ماما کیا سن کر آئی ہیں۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''تم کتنی بڑی قربانی دے رہی ہو ایک داغدار۔۔۔''

''بس ماما۔۔۔''اس سے پہلے کہ ماریہ بات مکمل کرتی دانیال نے انہیں خاموش کروادیا۔''میری بیوی کو داغدار مت کہیے گا۔'' دانیال کا لہجہ سخت تھا۔ ماریہ نے حیرت سے اُسکی طرف دیکھا۔''میری بیوی باکردار ہے۔ پاکیزہ ہے۔ اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اُس پر کوئی داغ نہیں ہے۔'' دانیال مضبوط لہجے میں بولا۔ یہاں ماریہ حیرت سے دانیال کو دیکھ رہی تھی وہی دیبہ بھی حیرت سے یہ سب سن رہی تھی۔

''لیکن بیٹا۔۔۔''

''داغدار میں ہوں ماما۔ بدکردار، کمزور انسان۔۔۔'' دانیال نے حقیقت بتانے کی ٹھان لی۔ وہ جانتا تھا کہ اُسکی عزت روندی جائے گی لیکن وہ دیبہ کی عزت پر حرف آتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' ماریہ رونا بھول چکی تھی۔

''آپکو وہ حقیقت بتا رہا ہوں ماما جو آج سے پہلے میں کہہ نہیں سکا اُس گناہ کا اعتراف کررہا ہوں جو میری بیوی کی بربادی کا ذمہ دار بنا۔ دیبہ کے کردار میں کوئی کمی نہیں ہے۔ میں اُسکا مجرم ہوں۔ اُسکے ساتھ ہوئی زیادتی کا ذمہ دار، شراب کے نشے میں دھت آپکا بیٹا تھا۔''

ماریہ کے ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر گئے۔ وہ بے یقینی سے دانیال کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ سچ نہیں ہوسکتا۔'' ماریہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ وہ کڑوا سچ ہے ماما جو دیمک کی طرح میری زندگی کو چاٹ رہا ہے۔'' دانیال کی نظریں جھک گئیں وہ اپنی ماں کے چہرے پر اور دکھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شرمندگی سے اُسکی جھکی گردن اٹھ نہیں پارہی تھی۔

''وہ بچی اس گھر کی عزت سنبھالے، خاموشی سے سارے دکھ سہہ رہی ہے۔'' ماریہ کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

''ہاں ماما'' دانیال نے بامشکل اُن کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا کیا تم نے دانیال۔'' ماریہ یک دم زور زور سے رونے لگی۔ دانیال نے اُن کو چپ کروانے کی کوشش کی نہ ہی کوئی وضاحت کرنے کی وہ بس روتی ہوئی اپنی ماں کی طرف دیکھے گیا۔ اُسکا دل درد سے پھٹا جارہا تھا۔ آنکھیں نم ہورہی تھی۔

''ایسا کیوں کیا تم نے؟ اتنی بڑی زیادتی۔ میرا سر شرم سے جھکادیا ہے تم نے۔'' ماریہ روتے روتے بول رہی تھی۔''میری سالوں کی محنت، میری تربیت برباد کردی تم نے۔ مجھے دکھ کی گہرائیوں میں پھینک دیا ہے تم نے۔'' وہ مسلسل روتے روتے بولے گئی۔ دانیال کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔

''کیوں کیا تم نے ایسا؟'' ماریہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کردیں۔

''میں نشے میں تھا ماما'' دانیال بامشکل بولا۔

http://kitaabghar.com

''تو کیا شروب پیتے ہوئے بھول گئے تھے کہ تم خدا کو جوابدہ ہو گے۔ایک گناہ کے اوپر دوسرا گناہ۔دانیال تم مجھے جینے کے قابل نہیں چھوڑا۔'' ماریہ روتی چلی گئی۔

''چلے جاؤ میرے سامنے سے۔چلے جاؤ دانیال۔'' ماریہ نے روتے روتے کہا۔دانیال صوفے سے اٹھ گیا۔وہ مڑا تو سکتے کی حالت میں کھڑے خرم کو اُس نے کمرے کے دروازے میں دیکھا۔اُن کے چہرے پر مایوسی بھی تھی اور دکھ بھی۔دانیال اُن کے قریب سے گزر کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔دیبہ ٹانگیں لٹکائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔دانیال نے دروازہ بند کر دیا اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔اس وقت وہ دیبہ کو قطعاً نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔اُس نے دل سے خواہش کی کہ دیبہ کہیں چلی جائے۔ان دونوں نے ایک دوسرے سے نظر نہیں ملائی۔

☆......☆......☆

دیبہ کچن میں کھانا بنانے میں مصروف تھی جب ماریہ کچن میں داخل ہوئی۔دیبہ نے اُن کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئی وہ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی اُن کی آنکھیں نم تھی۔

''

''مجھے معاف کر دو بیٹی۔''

''آپ کا کسی چیز میں کوئی قصور نہیں ہے آنٹی۔'' دیبہ نے افسردہ چہرے کے ساتھ اُن کے ہاتھ کھولے۔''میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی میں نہیں جانتی۔تم سے معافی زیادہ مانگوں یا تمہارا شکریہ زیادہ ادا کروں بیٹی۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔''

''جانے دیں ان باتوں کو آنٹی۔'' دیبہ تلخی مسکرائی۔

''تم ہماری عزت سنبھالے بیٹھی ہو۔میں بہت شرمندہ ہوں تم سے دیبہ۔''

''اور میں بھی۔'' خرم بھی کچن میں داخل ہوئے۔''ہمیں معاف کر دو بیٹا۔'' خرم کا لہجہ دکھی تھا۔

''آپ پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔'' دیبہ نے ماریہ کو گلے سے لگا لیا۔کچھ دیر گلے لگانے کے بعد جب وہ علیحدہ ہوئی تو خرم اُس کی طرف بڑھے۔

''تم اپنے ماں باپ کی اعلیٰ تربیت کی عکاسی کرتی ہو۔ہم تم سے شرمندہ ہیں بیٹا۔'' خرم نے اُسے ماتھے پر بوسہ دیا۔

''مجھے فخر ہے کہ تم میر بہو ہو۔خدا تمہیں سلامت رکھے۔'' خرم کہہ کر کچن سے نکلے گئے۔اُن کی محبت دیبہ کے دل کو چھو گئی۔

''خدا تمہاری جیسی صابرہ اور اعلیٰ کردار بیٹی ہر ایک کو دیے۔'' ماریہ نے بھی اُسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔اور اُسے محبت سے گلے لگا لیا۔

☆......☆......☆

فون کی بیل مسلسل ہو رہی تھی۔ دانیال میچ دیکھنے میں مصروف تھا وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا اسلیے اس نے فون نہیں اُٹھایا لیکن کرنے والا بھی مستقل مزاج تھا وہ فون پر فون کیئے گیا۔

''ہیلو۔'' دانیال نے جھنجلا کر فون اٹھایا۔

''یورو کپ فائنل دیکھ رہے تھے نا۔'' فاریہ کی مسکراتی آواز آئی۔

''تمہیں پتہ تھا تو تنگ کیوں کیا؟'' دانیال چڑا۔

''دل چاہ رہا تھا۔''

''کیسی ہو؟ معاذ کیسا ہے؟'' دانیال کے لہجے میں معاذ کے لیے محبت تھی۔

''میں تو آپکو پتہ ہی ہے بہت اچھی ہوں اور بیٹا تو میرا بہت ہی اچھا ہے۔'' فاریہ اتر کر بولی تو دانیال مسکرانے لگا۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''میری دوست سے بات کروائیں۔''

''ہولڈ کرو۔'' دانیال نے رسیور ایک طرف رکھ دیا اور ٹی۔ وی پر نظریں جمائے اُس نے کچن میں کام کرتی دیبہ کو آواز دی۔ خود صوفے پر بیٹھ گیا۔

''جی۔'' دیبہ لاؤنج میں آکر بولی۔

''فاریہ کا فون ہے۔'' دانیال نے اُسکی طرف نہیں دیکھا۔

''فاریہ کا؟'' دیبہ کا لہجہ پر جوش ہو گیا۔ دانیال نے میچ سے نظر اٹھا کر اُسکی طرف دیکھا وہ تیزی سے فون کی طرف بڑھ گئی تھی۔ دانیال کو بہت عرصے بعد دیبہ کے لہجے میں وہی گرم جوشی نظر آئی جو اُسے شادی سے پہلے محسوس ہوتی تھی۔ اُسکا دھیان میچ سے ہٹ چکا تھا۔ وہ پوری طرح سے دیبہ کی طرف متوجہ تھا۔ دیبہ پر جوش انداز میں فاریہ سے بات کر رہی تھی۔ معاذ کے لیے اُس کے لہجے میں محبت اُمڈ رہی تھی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اُسکے چہرے پر محبت کے دھنک رنگ تھے۔ دانیال کو دیبہ بہت عرصے بعد خوش دیکھنا اچھا لگا۔ دیبہ بات کر کے اٹھی ہی تھی کہ فون پھر سے بجا اس دفعہ دوسری طرف فاطمہ تھی۔

''کتنا عرصہ ہو گیا ہے دیبہ تم رہنے نہیں آئی۔ کچھ دنوں کے لیئے آجاؤ نہ بیٹا۔'' فاطمہ نے محبت سے کہا۔

''امی، دانیال سے پوچھوں گی۔'' دیبہ نے ٹالنا چاہا۔ دانیال جو کہ پھر سے میچ دیکھنے لگا تھا اُس نے کچھ حیرت سے ایک نظر دیبہ کو دیکھا۔

''میں بات کروں، دانیال سے؟''

''اسکی ضرورت نہیں ہے امی۔ میں خود ہی بات کر لوں گی۔''

http://kitaabghar.com

''تمہارے ابو بھی بہت یاد کر رہے تھے تمہیں۔ دیبہ، تمہارے بغیر گھر میں اتنا سناٹا، اتنی اُداسی ہوتی ہے کہ کبھی کبھی میرا دل ہولنے لگتا ہے۔''

''امی، میں آجاؤں گی۔ آپ پریشان مت ہوں۔'' دیبہ وہاں جا کر رہنا نہیں چاہتی تھی اُسے اپنی ماں کو دیکھ کر ہمیشہ بہت تکلیف ہوتی تھی۔

حسبِ وعدہ دیبہ شام میں اپنی امی کے گھر چلی گئی۔ دانیال اُسے باہر ڈراپ کر کے واپس چلا گیا۔ رات میں سب نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا۔ رات دیر تک سب بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پھر دیبہ اپنے کمرے میں آگئی۔ کتنے عرصے بعد وہ اس کمرے میں رہنے آئی تھی۔ اپنا بچپن، نوجوانی۔ اُس نے اسی کمرے میں گزاری تھی۔ زندگی کتنی مختلف ہوا کرتی تھی، کتنی آزاد، کتنی حسین۔ دیبہ نے دھیرے دھیرے اپنی چیزوں کو چھوا۔ اسی کمرے میں اُس نے یوسف کے حوالے سے کتنے سپنے دیکھے تھے اور پھر اسی کمرے میں اُس نے وہ خوفزدہ، تنہا، کربناک راتیں گزاری تھی۔ وقت کیا کیا بدل دیتا ہے۔ دیبہ کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اُسکے چہرے پر اُداسی ہی اُداسی تھی۔

☆......☆......☆

''چُپ کیوں بیٹھی ہو دیبہ؟'' اگلے دن دیبہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی تو فاطمہ نے آ کر کہا۔

''ایسے ہی امی۔''

''تم بالکل ہنستی بولتی نہیں ہو دیبہ، تمہیں کوئی پریشانی ہے کیا؟'' فاطمہ کے لہجے میں تشویش تھی۔

''نہیں۔'' دیبہ نے نفی میں سر ہلایا، وہ فاطمہ کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

''پھر مجھے خوش کیوں نہیں لگتی ہو تم۔'' فاطمہ کی تشویش برقرار تھی۔

''میں ٹھیک ہوں امی۔'' دیبہ نے اُن کی طرف دیکھا۔

''چلو۔ تمہاری اولاد ہو جائے گی نا تو تم بھی مصروفیت ہو جاؤ گی۔'' فاطمہ مسکرا کر بولی۔

''میری اولاد نہیں ہوگی امی۔'' دیبہ نے سامنے دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں بیٹا؟'' فاطمہ کے دل کو دھچکا لگا۔

کیونکہ، میرا دانیال کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔'' دیبہ نے بے باکی سے فاطمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو دیبہ۔'' فاطمہ کو شدید حیرت کا جھٹکا لگا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں امی۔ آپ جانتی ہیں نا ایسا کیوں ہے؟'' دیبہ مسلسل اُن کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ فاطمہ نظریں چرا گئی۔

http://kitaabghar.com

''بتائیں نا امی۔ آپ جانتی ہیں نا۔'' دیبہ نے جواب نہ پا کر پوچھا۔

''تم کچھ کھاؤ گی؟'' فاطمہ اس حوالے سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''آپ مجھے میری بات کا جواب دیں۔'' دیبہ مسلسل انہیں دیکھے گئی۔

''دیبہ تمہیں اس سوال کا جواب معلوم ہے۔'' فاطمہ نے اُس کی طرف دیکھا۔

''لیکن مجھے یہ نہیں پتہ امی، کہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ میرے لبوں پر آپ نے خاموشی کا قفل کیوں لگایا۔ آپ جانتی تھی کہ میرا گنہگار کون ہے لیکن آپ نے مجھے خاموش کرا دیا۔ اُس شخص کو اجنبی بنا دیا۔''

''تمہیں اپنی ماں پر اعتبار کرنا چاہیے۔''

''اعتبار۔'' دیبہ طنزیا انداز میں ہنسی۔ ''میرے مجرم کو سزا دلانے کے بجائے، مجھے ہی گنہگار بنا دیا آپ نے۔ اور میں آپ پر اعتبار کروں۔'' دیبہ کے لہجے میں دکھ ہی دکھ تھا۔ ''دیبہ جو تمہارے ساتھ ہوا، وہ بدلا نہیں جا سکتا تھا۔'' فاطمہ کے لہجے میں بھی دکھ تھا۔

''لیکن ظالم کو سزا تو مل سکتی ہے۔''

''ہاں مل سکتی تھی اُسے سزا۔ جانتی ہو اس گھر کو اس کی کیا قیمت اچکانی پڑتی۔ کبھی سوچا ہے کہ اگر تم اپنا منہ کھول دیتی تمہارے بھائی کس طرح سیری ایکٹ کرتے۔''

''کیا آپ نے کبھی میری تکلیف کے بارے میں سوچا امی؟'' دکھ سے دیبہ کا دل پھٹا جا رہا تھا۔ ''میرے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہو گیا اور آپ نے مجھے چپ کروا دیا۔ آپ نے سنا تک نہیں کہ میرا دل کس کرب سے گزر رہا ہے۔ آپ نے جاننے کی کوشش تک نہیں کی کہ میں کس قدر تکلیف میں ہوں۔ آپ نے صرف اپنی عزت کے بارے میں سوچا۔ صرف بھائیوں کی خوشیوں کے بارے میں سوچا۔ میرے بارے میں کیوں نہیں سوچا آپ نے امی؟'' دیبہ کے لہجے میں کرب تھا جو فاطمہ اپنے دل میں محسوس کر سکتی تھی۔

''ایسی بات نہیں ہے دیبہ۔''

''ایسی بات ہی ہے امی۔ آپ جانتی ہیں نا کہ دانیال نے رشتہ کیوں بھیجا اور میں نے 'ہاں' کیوں کی۔ آپ کو معلوم ہے نا امی کہ اُس خاموشی کی قیمت میں ابھی تک چکا رہی ہوں۔ ایک بدکردار شخص میری زندگی میں شامل ہو گیا ہے، اور اس سے بھی بڑا دکھ تو آپ نے مجھے دیا ہے امی۔ آپ نے میری روح پر گھاؤ لگایا ہے۔ جو آج بھی رستا ہے۔ میرے دل کو خون کے آنسو رلاتا ہے۔''

''میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی دیبہ۔ تمہیں تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی ہوں۔'' فاطمہ نے دیبہ کے خاموش ہو جانے کے بعد بات کا آغاز کیا۔ ''میں تو صرف اس گھر کو مزید بربادی سے بچانا چاہتی تھی۔ تمہاری تکلیف کا اندازہ تھا مجھے۔ بے ہوشی میں تمہارے لبوں سے نکلنے والے سارے الفاظ سن لیے تھے۔ کبھی سوچا ہے کہ یہ سب میرے لیے کتنا تکلیف دہ تھا۔ اپنی پھول جیسی بچی کو برباد

ہوتے دیکھنا تمہیں لگتا ہے کہ آسان ہوتا ہے ماں کے لیے۔تم ابھی ماں نہیں بنی اس لیے تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ اولاد کو تکلیف پہنچے تو ماں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے"۔فاطمہ خاموش ہوئی۔

"تمہیں خاموش کرانا تمہارے ساتھ زیادتی تھی۔میں جانتی ہوں بیٹا۔لیکن سمجھنے کی کوشش کرو۔جو ہو چکا تھا اُسے نہیں بدلا جاسکتا تھا۔لیکن اس گھر کو مزید طوفان سے بچایا جاسکتا تھا۔اور وہ صرف تمہاری خاموشی سے ممکن تھا۔اگر تم کچھ کہہ دیتی دیبہ تو، طاہر اور طلحہ، دانیال کو قتل کر دیتے۔جیل چلے جاتے۔تمہارے بھتیجے، باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہو جاتے۔ننھے معاذ کے بارے میں سوچو۔وہ تو ابھی تک دنیا میں بھی نہیں آیا تھا اور میں جانتی تھی اُسکی آمد کے بارے میں۔دیبہ اس گھر کے باقی افراد کی زندگی میں طوفان نہ برپا ہو جائے اس لیے میں نے تمہیں خاموش کرا دیا۔میں تمہاری گناہ گار ہوں بیٹا۔مجھے معاف کر دو" فاطمہ نے ہاتھ جوڑے۔"مجھے اسکے علاوہ اور کوئی رستہ سوجھائی نہیں دیا اُس وقت۔"

دیبہ اپنی ماں کے چہرے کی طرف دیکھے گئی جو کہ آنسوؤں سے تر تھا۔اُسکے اپنے گالوں پر بھی آنسو بہہ رہے تھے۔دیبہ نے حیرت سے اپنے گیلے گالوں کو ہاتھ لگایا پھر اپنی انگلیوں کے نم پوروں کو دیکھا۔اُس نے اس بات کو، اس انداز میں سوچا تک نہیں تھا۔وہ اپنے بھائیوں سے جڑی ہوئی تھی۔اُنہیں برباد دیکھ کر، اُن کے بچوں کو یتیموں جیسی زندگی گزارتے دیکھ کر وہ خوش نہیں رہ سکتی تھی۔اُسے لگا یہ خاموشی، ایسا کچھ بولنے سے بہتر ہی تھی جو اس گھر کی بربادی کا سامان بنتی۔

"مجھے معاف کر دو بیٹی۔" فاطمہ کی آواز اُسے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔"ہم سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، میری جان۔ایک دوسرے کو برباد دیکھ کر چین سے نہیں رہ سکتے۔تمہیں تکلیف میں دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے دیبہ۔"

دیبہ بے اختیار اپنی ماں کے سینے سے لگ گئی۔جو آنسو ماں کے سینے سے لگے لگے خشک ہوئے تھے اتنے عرصے کے جمع وہ آنسو، ماں کے سینے سے لگے لگے بہنے لگے۔دیبہ شدت سے روئی۔جب وہ خوب رو چکی۔تو فاطمہ نے اُسے خود سے الگ کیا، اُسکے آنسو صاف کیے۔اُسکے بال سمیٹے۔انہوں نے اپنی نم آنکھیں صاف کی۔

"دیبہ۔تم ماضی میں جینا چھوڑ دو۔دانیال کو معاف کر دو۔"

"ایسے کیسے معاف کر دوں امی۔" دیبہ کی آنکھیں پھر بھر آئی۔"اُس شخص نے مجھے برباد کر دیا ہے۔وہ ایک بدکردار انسان ہے۔"

"کبھی سوچا تم نے بیٹا، جس نے تمہیں برباد کیا اُسی نے تمہیں آباد بھی کیا۔اور وہ شخص جو اپنی بیوی کو اُسکی مرضی کے بغیر چھوئے تک نہ۔۔وہ بدکردار کیسے ہو سکتا ہے؟"

دیبہ نے پوری آنکھیں کھول کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"تمہاری مرضی کے بغیر میں کبھی تمہارے قریب تک نہیں آؤں گا۔" دانیال کی آواز دیبہ کے کان میں گونجی۔

''امی اُس نے میرے ساتھ۔۔۔''

''وہ نشے میں تھا بیٹا، نشے میں انسان اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنے دماغ پر اختیار نہیں رہتا۔ اسی لیے تو خدا پاک نے نشہ حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ دماغ پر اختیار نہ ہے تو انسان وہ کچھ کر جاتا ہے جس کے بارے میں وہ ہوش وحواس میں سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''اُس رات جو کیا وہ اپنے ہوش کھو دینے پر کیا۔ اپنے ہوش وحواس میں، میں تمہارے ساتھ ایسا کچھ بھی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔'' دانیال کے الفاظ ایک بار پھر دیبہ کو یاد آئے۔ ''لیکن جب وہ اپنے حواسوں میں واپس آیا تو معافی تو مانگ سکتا تھا نہ امی۔'' دیبہ کی آنکھیں پھر بھر آئی۔

''ہو سکتا ہے وہ شرمندہ ہو۔ لیکن معافی مانگنے کی ہمت نہ کر پا رہا ہو۔''

دیبہ جانتی تھی وہ شرمندہ ہے۔ وہ تکلیف میں ہے۔ اُس کا پل پل کرب میں، اپنے گناہ پر شرمساری میں گزرتا ہے۔

''جو زیادتی کرے اُس میں معافی مانگنے کی بھی ہمت ہونی چاہیے۔'' دیبہ اپنی ماں کو یہ نہیں بتا سکی کہ وہ ہر روز انتظار کرتی ہے کہ شاید دانیال معافی مانگے۔

''دیبہ۔ بھول جاؤ معافی کو۔ خود کو ایک موقع دو۔ اپنی زندگی کو ایک موقع دو۔ آخر کب تک ماضی میں جیو گی۔ کب تک خود کو کرب میں مبتلا رکھو گی۔''

''اُس نے مجھے برباد کر دیا امی۔ میں کیسے بھول جاؤں؟'' دیبہ کے لہجے میں کرب تھا۔

''جانتی ہو دنیا کیسی ہے دیبہ۔'' فاطمہ دیبہ کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ '' لوگ زیادتی کر کے نظر بھی نہیں ملاتے ہیں۔ مڑ کر دیکھتے بھی نہیں ہے۔ بدکردار لوگ سہارا نہیں بنتے۔ شادی نہیں کرتے بلکہ زیادی کے اوپر اور زیادتی کرتے ہیں۔ کردار کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔ الزام تراشی کرتے ہیں۔ ثوبیہ کی ساس کو ہی دیکھ لو۔ کیسے انہوں نے جانے بنا ہی الزام لگا دیا۔ پل نہیں لگا یا رشتہ توڑ دیا۔ تمہارا شوہر جو دو سال گزر جانے کے باوجود تمہارے قریب نہیں آیا۔ وہ بدکردار کیسے ہو سکتا ہے؟ اُسے ایک موقع دو بیٹا۔ اُسکا گناہ بہت بڑا سہی۔ لیکن وقت پلٹا نہیں جا سکتا۔ جو ہو چکا اُسے بدلا نہیں جا سکتا۔ تمہارا زندگی پر، اُسکی خوشیوں پر حق ہے۔''

''اُسے معافی مانگنی چاہیے تھی امی۔ کبھی کوشش تو کرنی چاہیے تھی۔'' دیبہ ایک بار پھر رو پڑی۔ فاطمہ نے اُسے گلے سے لگا لیا۔

☆......☆......☆

''ارے تم ماں بیٹی کیوں رو رہی ہو؟'' رضا کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دونوں کو روتے دیکھا تو پریشان ہو گئے۔ دیبہ اور فاطمہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

http://kitaabghar.com

''کچھ نہیں۔'' فاطمہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''بیٹا، دانیال آیا ہے باہر۔ جا کر منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ کیا سوچے گا کہ اُسکی بیوی میکے آکر کیوں رو رہی ہے۔'' رضا مذاق کے انداز میں بول کر مسکرائے۔ دیبہ اٹھ کر باتھ روم چلی گئی۔

جب وہ باہر لاؤنج میں آئی تو فاطمہ چائے بنانے کچن میں جا رہی تھی۔

''ہمیں چائے نہیں پینی امی۔ آپ مت بنائیں۔'' دیبہ نے فاطمہ کو روک دیا۔

''کیوں بیٹا؟'' فاطمہ حیران ہوئی۔

''کیونکہ ہم جا رہے ہیں امی۔ چلیں دانیال۔'' دیبہ، دانیال کی طرف متوجہ ہوئی۔ دانیال اُسکے رویئے پر حیران تھا وہ یک دم ہی کھڑا ہو گیا۔

''چلو۔ وہ کچھ کنفیوژ سا بولا۔

''مجھے جانے دیں امی۔'' دیبہ پاس کھڑے رضا سے ملی اور اُس نے قدم باہر کی طرف بڑھا دیئے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ دیبہ ہمیشہ دانیال کے بعد باہر نکلتی تھی۔ دانیال نے حیرت سے باہر جاتی دیبہ کو دیکھا۔ اُسکی سوجھی سرخ آنکھیں وہ پہلی نظر میں ہی نوٹ کر چکا تھا۔ وہ فاطمہ اور رضا سے ملا اور اُن کے ساتھ ہی باہر آیا۔

☆......☆......☆

''مجھے گھر نہیں جانا۔'' دانیال خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا جب دیبہ نے اُسکی طرف بغیر دیکھے کہا۔ دانیال نے اُسکی طرف دیکھا۔ وہ مختلف دیبہ لگ رہی تھی۔

''پھر کہاں جانا ہے؟'' دانیال نے عام سے انداز میں پوچھا وہ دفتر سے جلدی اٹھا تھا۔ اُسکا ارادہ تھا کہ دیبہ کو گھر چھوڑ کر وہ واپس دفتر چلا جائے گا۔

''کہیں بھی۔ خاموش، پرسکون جگہ۔ لیکن گھر نہیں۔'' دیبہ نے اب بھی اُسکی طرف نہیں دیکھا۔ دانیال نے کچھ لمحے سوچا پھر اُس نے گاڑی فاطمہ جناح پارک کی طرف موڑی۔ کچھ ہی دیر میں وہ پارک میں داخل ہو گئے۔ گاڑی پارک کر کے دونوں گاڑی سے باہر آ گئے۔

خاموشی سے ساتھ ساتھ واک کرتے ہوئے وہ جاگنگ ٹریک پر آ گئے۔ کچھ دیر دونوں واک کرتے رہے۔ پھر دیبہ نے درختوں کے بیچ لگے ایک بنچ کو دیکھا۔

''مجھے وہاں بیٹھنا ہے۔'' دیبہ نے بنچ کی طرف اشارہ کیا۔ شام ڈھل رہی تھی۔ دسمبر کا ٹھنڈا مہینہ تھا۔ درختوں کے پتے جڑ چکے تھے۔ خنک ہوا چل رہی تھی۔ ٹریک پر بہت رش نہیں تھا۔

http://kitaabghar.com

دیبہ بینچ کی طرف بڑھ گئی تو دانیال کو سمجھ نہیں آئی اُسکے پیچھے جائے یا یہی رُکا رہے پھر کچھ سوچ کر وہ دیبہ کے پیچھے چلا گیا اور اُسکے برابر بنچ پر بیٹھ گیا۔ دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔

دیبہ ٹریک پر واک کرتے اِکا دُکا لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ دانیال بھی خاموشی سے بنچ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' دیبہ نے نم آنکھوں کے ساتھ دانیال کو دیکھا۔

''میں نہیں جانتا۔ میں نشے میں تھا دیبہ۔'' دانیال کا لہجہ نرم تھا۔

''نشے میں، میں ہی کیوں؟ میں آپ کو کہیں راستے میں تو نہیں ملی تھی نا۔ آپ میرے کمرے میں آئے تھے۔ کیوں آئے تھے؟'' دیبہ نے دانیال پر سے نظر نہیں ہٹائی۔

''میں شرمندہ ہوں دیبہ۔''

''میں جانتی ہوں۔ مجھے وہ بتائیں جو میں نہیں جانتی۔'' دیبہ کا لہجہ مکمل سنجیدہ تھا۔ دانیال نے خاموشی سے دیبہ کو دیکھا وہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ وہ کیا کہے۔

''میں نہیں جانتا۔'' دانیال کے الفاظ سے دیبہ کو مایوسی ہوئی۔

''آپ نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔'' دیبہ نے نظریں جھکا لی۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔ ٹپ ٹپ آنسو اُسکی ہتھیلیوں پر گر رہے تھے۔ ''اگر آپ میری قسمت میں لکھے تھے تو قسمت پر اعتراض کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں۔ لیکن کاش یہ سب اتنی تکلیف دہ نہ ہوتا۔'' دیبہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔ دانیال اُسکے درد کو سمجھ سکتا تھا۔ دونوں کا درد سانجھا تھا۔

''آپ نے کبھی معافی نہیں مانگی؟'' دیبہ نے روتے ہوئے سر اٹھا کر دانیال کی طرف دیکھا۔ ''میں نے کوشش کی تھی دیبہ، جب میں نے تمہیں رات میں فون کیا تھا۔ میں معافی مانگنا چاہتا تھا۔ مہندی والی رات بھی میں نے تم سے التجا کی تھی کہ میری بات سن لو۔ جب تم میرے کمرے میں دلہن بنی بیٹھی تھی میں تب بھی معافی مانگنا چاہتا تھا۔ لیکن ہر دفعہ تم گھبرا کر میرے سے دور ہو گئی۔''

''آپ کو یہ کوشش بار بار کرنی چاہیے تھی۔ صرف چند بار نہیں۔''

''میری ہمت نہیں ہوئی۔''

''اگر آپ میں تکلیف پہنچانے کی ہمت تھی تو معافی مانگنے کی بھی ہونی چاہیے تھی۔'' دیبہ کا لہجہ بے لچک تھا۔

''چند بار کوشش کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا دیبہ کہ میرے گناہ کی کوئی معافی نہیں ہے۔ صرف سزا ہے۔ عمر بھر کی سزا۔''

''یہ فیصلہ کرنے کا حق آپکا نہیں تھا۔ میرا تھا۔ میرا حق تھا کہ آپ معافی مانگتے اور میں فیصلہ کرتی کہ آپکو معاف کرنا ہے یا سزا دینی ہے۔ آپکو معافی مانگنی چاہیے تھی۔ دیبہ کہہ کر رونے لگی اور دانیال لاجواب ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ دیبہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

http://kitaabghar.com

وہ روتی رہی اور دانیال کرب سے اُسے دیکھتا رہا۔

☆......☆......☆

یوسف نے ایک دن اچانک ہی آ کر سب کو حیران کر دیا۔ عطیہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اُسکے لیے خاص کھانے کا انتظام کروایا۔ یوسف کو ایسے محسوس ہوا جیسے ثوبیہ کے رویئے میں وہ گرم جوشی نہیں ہے۔ بہر حال وہ واپس آ کر خوش تھا۔

''امی میں ثوبیہ بھابھی کے گھر جا رہا ہوں۔ اپنے سسرال۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''آپ بھی چلیں۔'' اگلے دن یوسف نے عطیہ سے کہا۔

''کیوں؟'' عطیہ کو موڈ آف ہوا۔

''کیا مطلب ہے کیوں؟ ملنے جانا چاہتا ہوں۔''

''اسکی ضرورت نہیں ہے یوسف۔''

''کیوں نہیں ہے؟'' یوسف حیران ہوا۔

''یہاں بیٹھو۔ میں تمہیں سب بتاتی ہوں۔'' عطیہ نے فیصلہ کیا کہ جب یوسف کو پتہ چلنا ہی ہے تو بہتر ہے ابھی بتا دیا جائے۔

''سب خیریت ہے نا امی؟'' یوسف اُن کے برابر بیٹھ کر تشویش سے بولا۔

''میں جو کہنے جا رہی ہوں یوسف اُسے حوصلے اور تسلی سے سننا۔''

''آخر بات کیا ہے امی؟'' یوسف بے صبری سے بولا۔

''دیبہ اپنے بھابھی اور بھائی کے ساتھ گرمیوں میں ڈونگا گلی گئی تھی۔ ایک رات جب اُسکے بھائی بھابھی مری گئے ہوئے تو دیبہ نے۔۔۔''

''دیبہ نے کیا؟'' یوسف کو عطیہ کی خاموشی ناگوار گزری۔

''دیبہ نے کسی کو اپنے کمرے میں بلایا۔ لیکن بات بگڑ گئی اور وہی شخص اُسکی عزت تار تار کر کے چلا گیا۔''

عطیہ کی بات سے یوسف کو شاک لگا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں امی؟'' یوسف کو یقین نہیں آیا۔

''سچ کہہ رہی ہوں بیٹا۔ وہ معصوم دیکھنے والی ڈائن اتنی بدکردار نکلے گی میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔''

''مجھے یقین نہیں آ رہا امی۔''

''مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا بیٹا، لیکن اس واقعے کے تین مہینے بعد ہی اُس نے اپنی مرضی سے شادی کر لی۔'' اس دفعہ یوسف کو محسوس ہوا کہ چھت اُسکے سر پر آن گری ہو۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''شادی کرلی؟ آپ مجھے بتا رہی ہیں کہ میری منگیتر نے شادی کرلی ہے۔'' یوسف کی رگوں میں خون کی جگہ غصہ دوڑنے لگا۔وہ بے چین سے ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔''وہ تمہاری منگیتر نہیں رہی یوسف۔وہ کسی کی بیوی ہے اب۔''

''کس کی؟''یوسف چلایا۔

''تم بیٹھ جاؤ یہاں۔''عطیہ کو فکر ہوئی۔

''میں بیٹھ جاؤں امی۔اتنا سب ہو گیا اور آپ نے مجھے ہوا تک نہیں لگنے دی۔''

''تم پردیس میں تھے بیٹا،میں تمہیں کیسے پریشان کرتی۔''عطیہ کا لہجہ دکھی تھا۔

''کس سے شادی کی ہے اُس نے؟''یوسف کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

''دانیال سے۔''

''کون دانیال؟''

''تم نہیں جانتے یوسف۔یہاں بیٹھ جاؤ۔''

''کون دانیال امی۔''یوسف چلایا۔

''طلحہ کا سالا۔''

یوسف کی نظر میں دانیال کا چہرہ گھوما۔اُس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں اور مزید کچھ بھی بولے بنا وہ عطیہ کے کمرے سے چلا گیا۔غصے میں اُسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کچھ چیر پھاڑ کر رکھ دے۔

سب کچھ سن لینے کے باوجود ثوبیہ اپنی بہن کے دفاع میں ایک لفظ بھی نہیں بول سکی۔افسردہ چہرے کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دانیال کی طبیعت خراب تھی۔وہ آفس نہیں گیا۔جب دن کے وقت اچھی سی دھوپ نکلی تو وہ لان میں آ بیٹھا۔سردی کی نرم دھوپ اچھی لگ رہی تھی۔دیبہ کمرے کی کھڑکی سے کرسی سے ٹیک لگائے،آنکھیں موندے دانیال کو دیکھ رہی تھی۔اُس نے بلیو کلر کی جینز اور ڈارک بلیو کلر کی سوئٹر پہنا ہوا تھا۔جس میں اُسکا گورا رنگ کچھ اور بھی کھلا کھلا محسوس ہو رہا تھا۔اُسکے گلابی ہونٹ خاموش تھے۔اور جھیل جیسی گہری آنکھیں بند۔دیبہ کو اُسے دیکھنا اچھا لگا۔وہ اُسے یک ٹک دیکھے گئی۔دانیال کو نظروں کی تپش محسوس ہوئی اُس نے اِرد گرد دیکھا۔اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔کمرے کی کم روشنی میں کھڑی دیبہ اُسے نظر نہیں آئی۔

کچھ مزید دیر بیٹھنے کے بعد دانیال اندر آ گیا۔دیبہ ٹی۔وی دیکھ رہی تھی۔دانیال اُسکے برابر بیٹھ گیا۔دیبہ نے مڑ کر نہیں دیکھا۔دانیال نے بھی اُسے مخاطب نہیں کیا لیکن وہ بے اختیار اُسے دیکھے چلا گیا۔

http://kitaabghar.com

''آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' دیبہ کا سوال بہت دنوں سے اُسکے دماغ میں گونج رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ دیبہ کے کمرے میں کیوں گیا تھا۔ اسکا ادراک اُسے لاہور میں ہو گیا تھا لیکن وہ دیبہ کو نہیں بتا سکا۔ بتانا چاہتا تھا لیکن نہیں کہہ پایا۔

☆......☆......☆

خرم اور ماریہ ٹیرس پر دھوپ سینک رہے تھے۔ دانیال بخار کے زیرِ اثر سو رہا تھا۔ دیبہ کچن سے فارغ ہو کر لاؤنج میں آ بیٹھی۔ وہ میگزین پڑھ رہی تھی جب دھڑام کی آواز سے دروازہ کھلا۔ دیبہ ایک دم چونک گئی۔ اُس نے اٹھ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ یوسف اندر داخل ہو رہا تھا۔ اُسکے پیچھے پیچھے گارڈ بھی اندر آیا۔ وہ یوسف کو اندر آنے سے روکنے میں ناکام رہا تھا۔

''آپ جائیں لالہ۔'' دیبہ نے گارڈ کو جانے کو کہا تو اُس نے یوسف کو باہر نکالنے کی تگ و دو بند کر دی اور باہر نکل گیا۔

''کیوں آئے ہیں میرے گھر؟'' دیبہ نے سختی سے پوچھا حالانکہ دل کے اندر وہ ڈری ہوئی تھی۔ یوسف کے تاثرات سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سخت غصے میں ہے۔

''تم سے جواب لینے۔'' یوسف غصے میں چیخا۔

''آپکو کسی قسم کا جواب دینے کی روادار نہیں ہوں میں۔ آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے میرا۔''

''تعلق یک طرفہ تو نہیں تھا۔ تم نے اکیلے، کیسے ختم کر دیا؟'' یوسف اُسکے قریب آیا۔

دانیال کی آنکھ کھلی وہ سمجھ نہیں پایا کہ یہ ٹی۔ وی کی آواز ہے یا پھر کوئی چلا رہا ہے۔ وہ دواؤں اور بخار کے زیرِ اثر پھر سو گیا۔

''آپ مجھ سے کسی قسم کا سوال پوچھنے کا حق نہیں رکھتے۔ یہاں سے چلے جائیں۔'' دیبہ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آیا۔

''میں جواب لیے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا۔ مجھے جواب دو، میری منگیتر ہوتے ہوئے تم نے کیسے کسی اور کی طرف دیکھا۔''

''دانیال کی آنکھ پھر کھلی۔

میں کس حیثیت سے آپ کو جواب دوں۔ کیا لگتے ہیں آپ میرے؟''

''ابھی کچھ نہیں لگتا۔ لیکن جب میرے نام کی انگوٹھی پہن کر تم نے دوسرے شخص کو اپنے کمرے میں، رات کے اندھیرے میں دعوت دی تھی، تب تو تمہارا منگیتر تھا نا۔'' یوسف زور سے چلایا۔ دیبہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ یہ سب وہ یوسف کے منہ سے سن رہی ہے۔

''میرے سامنے شرافت کا ڈھونگ رچایا تھا تم نے۔ درحقیقت تم ایک غلیظ اور بد کردار عورت ہو۔ کوٹھے پر کیوں نہیں بیٹھ جاتی ہو تم۔''

''ہاؤ ڈیر یو۔۔۔'' دیبہ شاک کی کیفیت میں تھی اور دروازے میں کھڑے دانیال نے سب سن لیا تھا۔ اُسکا خون کھول اٹھا۔ وہ یوسف کی طرف بڑھتے ہوئے زور سے چلایا۔

''میرے ہی گھر میں گھس کر، میری بیوی کو بد کردار کہنے کی جرات کیسے ہوئی تمہاری۔'' دانیال حلق کے بل چیخا اُس نے یوسف کا

گریبان پکڑ لیا۔

''خرم اور ماریہ کو شور سنائی دیا تو وہ نیچے آ گئے۔'' اور نیچے آ کر ماریہ کی بے اختیار چیخ نکل گئی۔ دانیال مسلسل یوسف کو مار رہا تھا۔

''میری عزت کے بارے میں کچھ کہنے کا تمہیں حوصلہ کیسے ہوا۔ کیا سوچ کر تم نے یہ بکواس کی ہے۔'' دانیال نے یوسف کے منہ پر مکا مارا۔ اُسکے ہونٹوں سے خون نکلنے لگا۔ خرم نے بھاگ کر دانیال کو پکڑا اور گھسیٹ کر پیچھے کیا۔

''چھوڑ دیں بابا مجھے۔'' اُسی لمحے شور کی آواز سن کر گارڈ بھی اندر آ گیا۔ ''میں اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' دانیال نے خود کو خرم کی گرفت سے آزاد کروالیا اور گارڈ کی گن چھین کر وہ یوسف کی طرف بڑھا اور گن اُس نے یوسف کے ماتھے پر رکھی۔ یوسف گھبرا گیا۔ خرم بھی گھبرائے۔

''دانیال یہ کیا کر رہے ہو؟'' ماریہ چیخی لیکن اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔

''گن نیچے کرو دانیال۔'' خرم نے دھیمی آواز میں کہا۔ وہ دانیال کو نارمل کرنا چاہتے تھے۔ ''میری بیوی، ایک باکردار، معصوم اور پاکیزہ عورت ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میری بیوی باکردار نہیں تو دنیا کی کوئی عورت باکردار نہیں۔ لیکن تم کون ہوتے ہو میرے ہی گھر میں گھس کر میری بیوی پر الزام لگانے والے۔'' دانیال نے گن لوڈ کی۔ ''دانیال گن نیچے کرو۔ کچھ غلط ہو جائے گا۔'' خرم نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ حالات بہت نازک تھے۔ دانیال شدید غصے میں تھا۔

''میری بیوی کو کوٹھے پر بیٹھنے کا مشورہ دینے والے شخص کو میں آج زندہ نہیں چھوڑوں گا بابا۔ آپ پیچھے ہٹ جائیں۔'' یوسف اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔

''دانیال گن نیچے کرو۔ کیا کر رہے ہو؟'' ماریہ چیخی۔ دانیال پر اثر نہیں ہوا۔ وہ خونخوار نظروں سے یوسف کو دیکھ رہا تھا۔ اُسنے گن کا لاک کھینچا۔

''دانیال۔'' اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا اور سب ختم ہو جاتا دیبہ اُس کے پاس آئی۔ دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا۔ اُس نے نرمی سے دانیال کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''دانیال گن نیچے کرلیں پلیز۔'' دیبہ نے التجا کی۔ دانیال کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر دیبہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے نفی میں سر ہلایا۔

''دانیال میرے لیے۔'' دیبہ نے آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ کہا اور ہاتھ بڑھا کر اُس نے دانیال کا گن والا ہاتھ تھام لیا۔ دانیال کی گرفت گن پر کمزور پڑ گئی۔

''اس کو دھکے دے کر گھر سے نکال دو اور دوبارہ اگر یہ میرے گھر میں نظر آیا تو اُسکے ساتھ ساتھ تمہیں بھی گولی مار دوں گا۔''

http://kitaabghar.com

دانیال نے غصے سے گارڈ کو کہا۔ اُس نے یوسف کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹا۔ یوسف نے اپنا بازو چھڑوایا اور تیزی سے نکل گیا۔ دانیال نے گن گارڈ کو واپس کر دی۔

دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا وہ ایک شاک کی سی حالت میں تھی۔ آنسو آنکھوں سے نکل کر گالوں پر بہہ رہے تھے۔ دانیال بنا کچھ بولے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ماریہ نے آگے بڑھ کر دیبہ کو گلے سے لگا لیا۔

☆......☆......☆

دانیال کی آنکھ کسی گیلی اور ٹھنڈی چیز سے کھلی۔ اُس نے اپنی دکھتی، سرخ آنکھیں کھولی تو دیبہ اُسکے بیڈ کے قریب کرسی رکھے بیٹھی اُسکے ماتھے پر پٹیاں رکھ رہی تھی۔ اُس نے سر پر ڈوپٹہ لپیٹا ہوا تھا وہ کچھ پڑھ پڑھ کر دانیال پر پھونک رہی تھی۔ دانیال چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔ اُسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دانیال سے مزید آنکھیں کھولی نہیں گئی۔ اُس نے آنکھیں موند لی۔

دیبہ نے جب محسوس کیا کہ دانیال کا بخار کم ہو گیا ہے تو اُس نے پٹیاں رکھنی بند کر دی۔

ماریہ ناک کر کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"بیٹا کب سے تم اسکے سرہانے بیٹھی ہو۔ اب لیٹ جاؤ۔ تھک گئی ہو گی۔"

"آنٹی بخار کم ہو گیا ہے۔" دیبہ نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہو جائے گا بیٹی، تم فکر مت کرو۔ جاؤ شاباش لیٹ جاؤ۔" انہوں نے محبت سے دیبہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ دانیال سویا ہوا تھا۔

"جی اچھا" ماریہ کے جانے کے بعد دیبہ، دانیال کے برابر لیٹ گئی۔

جب سے یوسف گیا تھا۔ دانیال بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ اُسکا بخار تیز ہو گیا تھا۔ دیبہ نے بامشکل اُسے دوا دی تھی۔ دیبہ بستر میں لیٹ تو گئی تھی لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ جس شخص کو اُس نے کردار کے اعلیٰ مقام پر بیٹھایا اُس شخص نے جو جو آج دیبہ کو کہا، دیبہ کا دل ابھی بھی اُن باتوں سے دکھ رہا تھا۔ جب کوئی شخص اپنے مقام سے گرتا ہے تو دل کو گہری چوٹ لگتی ہے اور اس بار تو چوٹ کچھ زیادہ ہی گہری تھی کیونکہ دیبہ اُسے معتبر سمجھتی تھی۔ پاکیزہ عادات اور کردار کا حامل وہ شخص دیبہ کے دل میں کہیں بہت اونچے مرتبے پر فائز تھا۔ لیکن دیبہ کو اُسکی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ پاکیزہ نہیں ہے۔ بے گناہ پر الزام لگانے والا، اُسے کوٹھے پر بیٹھانے والا با کردار بھی نہیں ہے۔

اور یہ شخص۔ دیبہ نے مڑ کر دانیال کی طرف دیکھا بخار کی حدت سے اُسکے گال سرخ ہو رہے تھے۔ یہ شخص جسے میں بدکردار کہتی رہی۔ جسے میں نیچ اور گھٹیا سمجھتی رہی۔ اسی شخص نے مجھے سہارا دیا۔ اسی شخص نے میرا ساتھ دیا۔ دیبہ کے آنسوؤں کی روانی میں تیزی آ گئی۔ اس شخص نے ہر ایک کے سامنے میرے کردار کی گواہی دی۔ جب میرے اپنے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے تب بھی یہ میرے ساتھ کھڑا رہا۔ میرا

http://kitaabghar.com

سہارا بن کر میری حفاظت کرتا رہا۔ میرا سایہ بن کر۔ معتبر تو یہ ہے۔ باکردار تو یہ ہے جس نے اپنے ہوش وحواس میں، شوہر ہونے کے باوجود کبھی زبردستی میرے قریب بھی آنے کی کوشش نہیں کی۔ دیبہ روتی رہی۔ رات ڈھلتی رہی۔ وہ سوچوں کی بھنور میں بہتی رہی۔ یوسف نے اُسے شدید دکھ پہنچایا تھا۔ یوسف وہ آخری شخص تھا جس سے اُس نے اس طرح کے الفاظ سننے کی اُمید کی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یوسف ایسا بھی کر سکتا ہے۔

☆......☆......☆

''روکیوں رہی ہو؟'' دانیال کی آنکھ کھلی تو کمرے میں سسکیوں کی آواز پر اُس نے مڑ کر دیبہ کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو دانیال۔'' دیبہ اُسکے قریب کرسی پر بیٹھی تھی۔

''کس لیے؟'' دانیال بستر میں سیدھا ہو بیٹھا۔

''میرے کردار کی گواہی دینے کے لیے۔''

''تمہارے کردار کی گواہی تو فرشتے بھی دیں گے دیبہ۔ تم پاکیزہ ہو۔ گنہگار تو میں ہوں۔۔۔ بدکردار۔''

''بس کریں دانیال۔'' دیبہ نے اُس کی بات کاٹ دی۔ دانیال کافی دیر تک دیبہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر جیسے وہ کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔

''تم جاننا چاہتی تھی نا کہ میں اُس رات تمہارے کمرے میں کیوں آیا؟ دانیال نے دیبہ کا سر حیرت سے اُٹھتے دیکھا۔ میں خود بھی نہیں جانتا تھا دیبہ کہ میں تمہارے کمرے میں کیوں آیا تھا۔ ہوش کھو دینے کے بعد بھی تمہارا خیال میرے دل میں کیوں رہا۔'' دانیال چند سیکنڈ کے لیے رُکا۔'' اُس رات لاہور میں جب تم نے اپنی مرضی سے میرے سینے پر سر رکھا تو جیسے ہر چیز واضح ہو کر میرے سامنے آگئی۔ میں جو سوچ سوچ کر پاگل ہوتا رہا تھا کہ تم حواسوں کے کھو جانے کے باوجود مجھے کیوں یاد رہی۔ مجھے سب سمجھ آگیا۔ میری انا بہت بڑی تھی، اس لیے میں کبھی یہ ماننا ہی نہیں چاہتا تھا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی۔''

دیبہ کی آنکھیں حیرت کے مارے پوری کھل گئی۔

''آپ محبت کرتے ہیں مجھ سے؟'' دیبہ بے یقینی سے بولی۔

''ہاں۔ ابھی سے نہیں۔ تب سے جب سے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ میں اپنے احساس کو خود بھی نہیں سمجھ سکا تھا بس جب بھی مجھے تمہاری کشش محسوس ہوتی میں چڑ جاتا۔ ایسی ہر جگہ سے بھاگ جانا چاہتا تھا جہاں تمہیں دیکھنے کا موقع مل سکے۔ تم مجھے اپنی طرف کھینچتی تھی اور میں تمہاری طرف کھنچنا نہیں چاہتا تھا۔ میں دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ میں دانیال خرم، جس پر لڑکیاں مرتی تھی میں یہ کیسے مان لیتا کہ دیبہ، جو میری طرف مڑ کر دیکھتی بھی نہیں ہے، جو مجھے روڈ اور بدتمیز سمجھتی ہے میں اُسکی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔''

دیبہ خاموشی سے اُسکی باتیں سنتی رہی اور حیران ہوتی رہی۔

http://kitaabghar.com

''اس دن مال میں جب وہ لڑکا تمہارے قریب کھڑا مسکرا کر تم سے بات کر رہا تھا تو میرا دل چاہا تھا کہ میں اُس کا سر پھاڑ دوں۔ تمہاری انگلی میں منگنی کی انگوٹھی دیکھ کر میرا دل چاہا تھا کہ میں وہ انگوٹھی تمہاری انگلی سے نکال کر کہیں دور پھینک دوں۔ تمہاری سوچ پر پہرا لگا دوں کہ تم یوسف کے بارے میں سوچو بھی مت۔ لیکن دیبہ میں ایسی سوچ کو بھی غیر اخلاقی سمجھتا تھا۔ کچھ میرا غرور، کچھ میرا اخلاق مجھے اجازت نہیں دیتا تھا کہ میں تم سے کچھ کہتا یا تمہارے بارے میں کھل کر سوچتا۔ میرے گھمنڈ نے کبھی مجھ پر بات کھلنے ہی نہیں دی کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

اُس رات شادی سے واپسی پر جب تم میرے ساتھ آئی تھی تو میرے دل نے بے اختیار خوشی محسوس کی تھی۔ میرا دل چاہا کہ میں گاڑی دنیا کے کسی ایسے حصے میں لے جاؤں جہاں تمہیں کوئی میرے سے دور نہ کرے۔ میں گاڑیوں کی روشنی تم پر پڑتے دیکھ کر جیلس ہو گیا تھا کہ کوئی اور تمہیں نہ دیکھے۔ میرا دل چاہا کہ میں تمہیں کہیں چھپا دوں۔ جہاں صرف تمہیں میں دیکھوں اور کوئی بھی نہ دیکھے۔

تم جانے کب سے میرے دل میں چھپی بیٹھی تھی مجھے خود بھی اس بات کی خبر نہیں ہوئی۔ ڈونگا گلی میں، میں نے تمہیں تمہارے کمرے میں جاتے دیکھا۔ تمہارا کمرا مجھے بھولا ہی نہیں اور تم بھی نہیں۔ اسی لیے حواس کھو دینے کے بعد تمہاری یاد میرے دل میں رہی۔ میں غلط نیت سے نہیں آیا تھا۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نہیں جانتا کیا لیکن میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔''

''آئی لو یو۔۔۔'' دیبہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

''ہاں؟'' دانیال نے حیرت سے دیبہ کو دیکھا۔ وہ دانیال سے مخاطب نہیں تھی۔

''آئم میڈلی ان لو وِد یو۔۔۔'' دیبہ پھر بولی۔ بے ہوش ہونے سے پہلے یہ آخری الفاظ تھے جو میں نے آپ کے منہ سے سنے تھے۔ دیبہ نے اس دفعہ دانیال کی طرف دیکھ کر کہا۔ دانیال بے چین ہو کر بستر سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا۔

''آپ اظہار محبت کرنے آئے تھے۔'' دیبہ کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ دانیال کو اپنے یہ الفاظ یاد نہیں تھے۔ وہ خود بھی سکتے میں آ گیا تھا۔

''مجھے معاف کر دو دیبہ۔'' دانیال نے بے بسی سے دیبہ کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ ''خدا کے واسطے میرے گناہ معاف کر دو۔'' وہ روتے روتے ہوئے بولا۔ دیبہ اُسکا چہرہ دیکھے گئی۔ اُسکی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ یہ الفاظ سننے کے لیے اُس نے کتنا انتظار کیا تھا لیکن وہ جانتی نہیں تھی کہ معاف کر دینا اتنا مشکل ہوگا۔

''میں نے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں زندگی میں کبھی تمہاری عزت پر حرف نہیں آنے دونگا۔ میں تھک گیا ہوں دیبہ، ٹوٹ گیا ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔'' دانیال کے آنسو تواتر سے کہہ رہے تھے۔

''میں نے آپکو معاف کیا دانیال۔'' دیبہ کو لگا وہ یہ الفاظ کبھی ادا نہیں کر سکے گی لیکن اُس نے کہہ دیا اور رونے لگی۔ اُس نے

http://kitaabghar.com

روتے روتے دانیال کے ہاتھ کھول دیئے اور اُسکے رونے میں شدت آ گئی۔

''اپنے ساتھ ہوئی اتنی بڑی زیادتی، اتنا بڑا گناہ میں نے آپکو معاف کیا دانیال۔'' دیبہ روتے روتے بولی۔ دانیال کے رونے میں بھی شدت آ گئی۔

☆......☆......☆

''تمہیں لگتا ہے میں 'سڑو' ہوں؟'' دانیال کی جیسے ہی آنکھ کھلی اُس نے مڑ کر دیبہ کی طرف دیکھا کہ وہ جاگ رہی تھی یا نہیں۔ دانیال کا بخار اب کم ہو گیا تھا۔ اُس نے آنکھ کھلتے ہی دیبہ سے پوچھا۔

''جی؟'' دیبہ نے حیرت سے دانیال کو دیکھا۔

تمہیں لگتا ہے میں 'سڑو' ہوں؟'' دانیال نے سوال دہرایا۔ انداز پرُ سوچ تھا۔

''صبح صبح اس سوال کا کیا مقصد ہوا؟'' دیبہ سوال کا لُبِ لباب سمجھ نہیں پائی۔

''تم فاریہ سے ہمیشہ 'تمہارا سڑا ہوا بھائی' کہہ کر میرے بارے میں بات کرتی تھی نا۔'' دانیال مکمل طور پر سنجیدہ تھا۔ جواباً دیبہ بہت زور سے ہنسی۔

''آپ نے کب سنا؟'' ہنستے ہنستے دیبہ نے پوچھا۔

''ہر بار، تم لڑکیاں چاہ کر بھی دھیمی آواز میں بات نہیں کر سکتی نا۔ اصل میں تم میری خوبصورتی سے جلتی تھی۔''

''خوش فہمیاں۔'' دیبہ پھر ہنسی۔

''تمہیں لگتا ہے میں خوبصورت نہیں ہوں۔'' دانیال نے گھمبیر انداز میں دیبہ سے قریب ہو کر اُسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دیبہ گڑبڑا گئی۔

''میں نے ایسا تو نہیں کہا۔'' وہ دانیال کے دیکھنے سے گھبرا رہی تھی۔

''مجھے پتہ ہے کہ میں خوبصورت ہوں۔'' دانیال نے مسکرا کر ناز سے کہا۔

''بڑی خوش فہمی ہے اپنے بارے میں۔'' دیبہ نے منہ بنایا۔

''اب لڑکیاں ایسے مڑ مڑ کر مجھے دیکھیں گی اور آہیں بھریں گی تو خوش فہمی تو ہو گی ہی نا۔'' دانیال نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اُسے جانے سے روک کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ دیبہ بھی سیدھی ہو گئی۔

''جب تم نے شادی کے لیے کہا تھا تو دل کے کسی حصے میں خوشی تھی اور ایک جنگ بھی جاری تھی۔'' دانیال نے سنجیدگی سے کہا۔ '' میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ میں تمہارے قابل نہیں۔ لیکن میں تمہیں انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔'' دانیال نے مڑ کر سائیڈ

http://kitaabghar.com

ٹیبل سے کچھ نکالا اور پھر دیبہ کی طرف مڑا۔

''اب میں تمہیں پورے دل سے اپنی بیوی تسلیم کرتا ہوں دیبہ دانیال۔'' دانیال نے وہی ڈبیہ کھولی جو شادی والی رات اُس نے دیبہ کو دینے کے لئے جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ اس ڈبیا میں سے اُس نے ہیرے کی انگوٹھی نکالی۔

''کیا تم مجھے پورے دل سے اپنا شوہر تسلیم کرتی ہو؟'' دانیال نے اُسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دیبہ نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تو دانیال کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے دیبہ کی انگلی میں انگوٹھی پہنائی اور اُسکا ہاتھ لبوں تک لے گیا۔ دیبہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''ایک اور چیز دیکھاؤں؟'' دانیال نے جگمگاتی آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔

''کیا؟'' دیبہ پُر تجسس ہوئی۔ دانیال نے اپنا موبائل آن کر کے اُس کی تصویر نکالی۔

''پہلی دفعہ، تم نے جب، مجھے پوری طرح سے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔'' دانیال موبائل میں تصویر دیکھ رہا تھا۔ ''تب بھی تم ایسے ہی روتے روتے مسکرا رہی تھی۔'' دانیال نے دیبہ کی طرف دیکھا پھر موبائل اُسکی طرف گھومایا۔

''یہ تو آپی کی شادی کی تصویر ہے۔'' دیبہ نے حیرت اور خوشی کے ساتھ موبائل پکڑا۔ اسکرین کو ذرا نیچے کیا تو تصویر پر لکھا تھا۔ ''یو آر مائن۔۔۔'' دیبہ نے دانیال کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

''تم میری ہو۔'' دانیال مسکرا کر بولا۔ ''یہ ہمیشہ میرے دل پر نقش رہا۔ بس میں نے سمجھنے میں بہت دیر کر دی۔ لو یو ڈیئر۔۔۔'' دانیال نے کہہ کر دیبہ کو سینے سے لگا لیا۔ دیبہ نے پُرسکون انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

☆......☆......☆

رضا اور فاطمہ نے سب بچوں کو ریسٹورنٹ میں دعوت دی۔ خوش گپیوں میں وقت گزرا لیکن صبح جب دانیال کی آنکھ کھلی تو دیبہ واش روم میں الٹیاں کر رہی تھی۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ دانیال نے دیبہ کی پیٹھ سہلائی۔

طبیعت خراب ہے۔ مجھے لگتا ہے فوڈ پوائزنگ ہو گئی ہے۔ دیبہ کو اپنی ٹانگیں کمزور محسوس ہوئی۔ دانیال نے سہارا دے کر دیبہ کو بیڈ پر بیٹھایا۔

میں چینج کر لوں تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔

ڈاکٹر نے دیبہ کو ایڈمٹ کر لیا۔ مختلف دوائیں ڈال کر ڈرپ لگا دی۔ خون کا ٹیسٹ کروایا۔

رپورٹ لے کر دانیال ڈاکٹر کے آفس میں گیا۔

http://kitaabghar.com

آپکی وائف کو فوڈ پوائزنگ ہے۔انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ڈاکٹر نے پیشہ وارانہ انداز میں کہا۔دانیال واپس دیبہ کے پاس آ گیا۔

کچھ گھنٹوں بعد ایک لیڈی ڈاکٹر کو دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

کیسی طبیعت ہے آپکی؟ نرس کھڑی ڈرپ میں دوا ڈال رہی تھی۔لیڈی ڈاکٹر نرس کے برابر آ کر کھڑی ہوئی۔چند لمحے نرس سے بات کرنے کے بعد اُس نے دیبہ سے پوچھا۔

بہتر ہے۔

ایسی حالت میں آپکو زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔اُس نے خون کا ٹیسٹ دیکھتے ہوئے کہا۔

کیسی حالت؟ دیبہ کے پوچھنے سے پہلے دانیال نے پوچھا۔

آپکی وائف اُمید سے ہیں۔ڈاکٹر نے سرسری سے انداز میں ایسے کہا جیسے دانیال کو پہلے سے خبر ہو۔

رئیلی؟ دانیال کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی اُسکی آنکھیں بھی جگمگانے لگی۔

'ہوں' ڈاکٹر دانیال کی خوشی دیکھ کر مسکرائی۔'مبارک ہو آپکو' وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔نرس بھی اپنا کام ختم کر چکی تھی۔بیڈ کے پاؤں کی طرف رکھی اپنی ٹرے میں وہ چیزیں سمیٹ رہی تھی جب دانیال دیبہ کی طرف متوجہ ہوا وہ مسکرا رہی تھی۔

تم نے سنا۔we are having a baby.دانیال کا انداز پرجوش تھا۔اُس نے جھک کر دیبہ کے گال پر پیار کیا۔نرس مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

دانیال۔دیبہ ناراضگی سے بولی۔کسی کے ہونے کا تو خیال کیا کریں نہ۔دیبہ نے اُسکے ہاتھ پر چپت لگائی۔

کیا۔دانیال جیسے حیرت سے بولا۔وہ ہماری محبت دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔دانیال کہہ کر ہنسا، دیبہ بھی مسکرانے لگی۔

☆......☆......☆

'آپکو بتایا بھی تھا کہ جلدی آنا' دیبہ کی آواز کمرے سے باہر آ رہی تھی۔باہر ماریہ بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی اور خرم موبائل پر مصروف تھے۔وہ کافی دیر سے دونوں کی آوازیں سن رہے تھے۔

یار کام میں پھنس گیا تھا۔دانیال نے وضاحت کرنی چاہی۔

آپ روز کام میں پھنس جاتے ہیں۔دیبہ ابھی بھی ناراض تھی۔لیکن کم سے کم آج آپکو جلدی آنا چاہیے تھا۔دیبہ کی ناراضگی کسی طرح سے کم نہیں ہو رہی تھی۔

دیبہ قسم سے میں نے بہت کوشش کی۔میں میٹنگ میں پھنس گیا تھا۔آئم سوری۔

میری نہیں تو، آپکو آرزو کی پروا تو ہونی چاہیے نہ۔دانیال نے بیڈ پر لیٹی اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔دانیال نے بڑے ارمان سے

http://kitaabghar.com

اُس کا نام آرزو رکھا تھا۔اُسے پہلی دفعہ جب دانیال نے گود میں اُٹھایا تھا تو دانیال نے دیبہ کی طرف نم آنکھوں سے دیکھ کر کہا' دیبہ میری آرزو ہے' بہت انتظار کیا ہے اس کا میں نے۔

بخار اُترا اس کا؟ دانیال کے لبوں پر اپنی بیٹی کو دیکھ کر مسکراہٹ آ گئی۔

آپکی بلا سے اُسے بخار ہو، یا ٹھیک ہو۔آپ تو ڈاکٹر تک کے پاس لے جانے نہیں آئے۔یار بتایا تو تھا فون کر کے میں نے کہ لیٹ ہو جاؤں گا۔ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا۔ماما کو بھی کہا تھا میں نے۔دانیال بھی بھڑکا۔اب کیا کروں نوکری کرتا ہوں۔کام ہوتا ہے۔

چولہے میں جائے ایسی نوکری، جس کی وجہ سے آپکی بیوی اور بچی آپکی شکل دیکھنے کو ترس جاتی ہیں۔دیبہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھی۔

یہ جو تم پھوپھو کی باتوں میں آ جاتی ہو نہ، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

کیا غلط کہتی ہیں پھوپھو۔

دونوں لڑ رہے ہیں۔خرم نے جب لڑائی کو طویل ہوتے سنا تو ماریہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

'ہوں' ماریہ نے بے فکری سے سر ہلایا۔اکثر لڑتے ہیں۔پھر مان جاتے ہیں۔اور تمہیں لگتا ہے اب وہ نارمل شادی شدہ زندگی گزار رہے ہیں؟ خرم کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

ایک دم نارمل۔ماریہ نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا۔خرم نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔

تم واقعی میری شکل دیکھنے کو ترستی ہو؟ دانیال نے بامشکل دیبہ کو منایا۔جب دیبہ کا غصہ کم ہوا تو اُس نے دیبہ کو کندھوں سے پکڑ کر اُسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

خوش فہمی ہے آپکی۔دیبہ نے منہ بنایا تو دانیال مسکرانے لگا۔

دل کی بات کہہ ہی دو۔دانیال نے کہا۔I love you dear دانیال نے اُسے سینے سے لگایا۔

I love you too۔دیبہ نے متانت سے دانیال کے سینے سے لگے ہوئے آنکھیں بند کر کے کہا۔دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

❁ ❁

ختم شد

http://kitaabghar.com